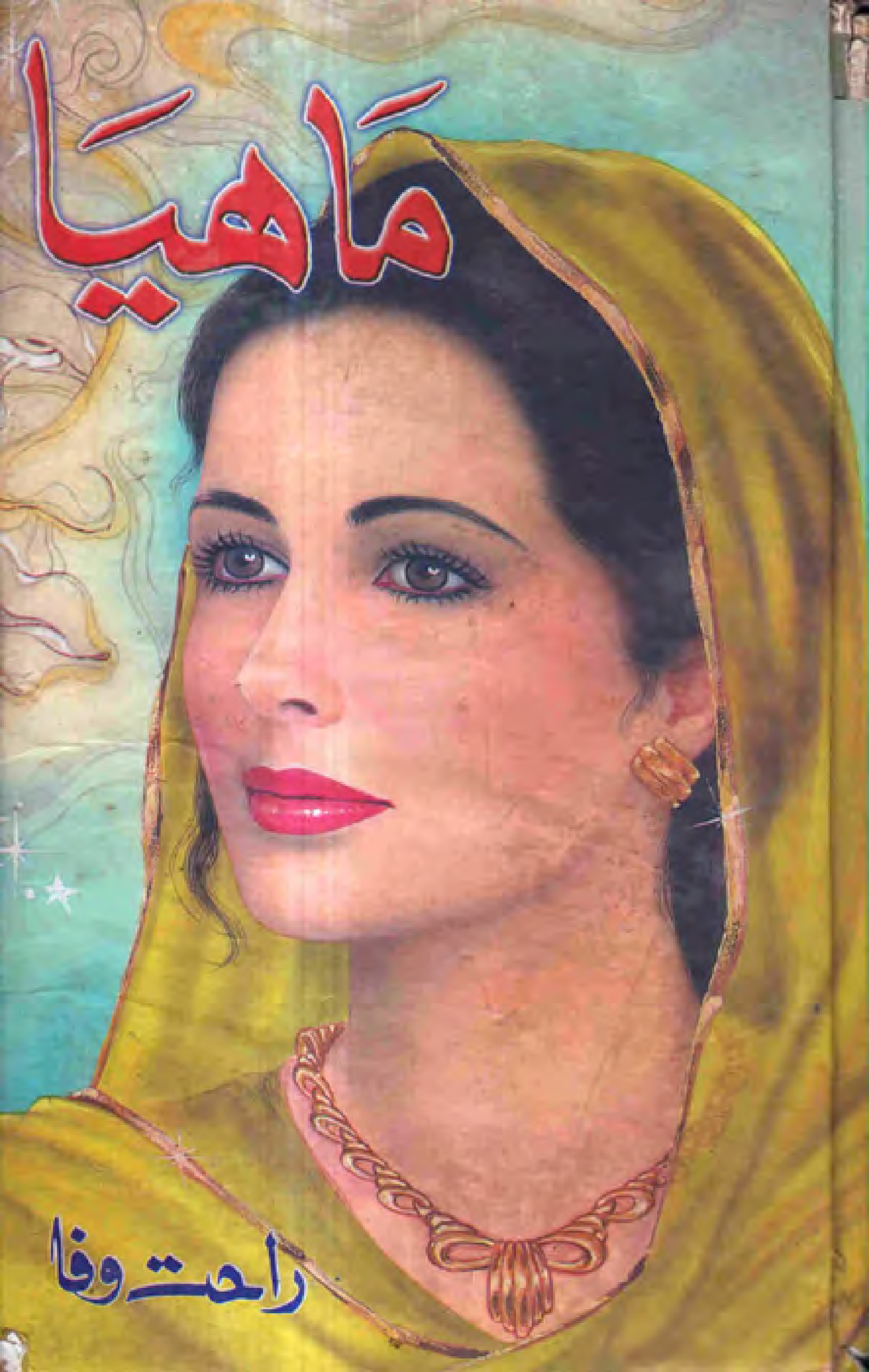
ماھیا
راحت وفا

پیش لفظ

سب تعریفیں اور ساری حمد و ثناء خدائے بزرگ و برتر کے لئے کہ مخلوق اس کی شانِ عظیم کے مطابق تعریفیں اور حمد و ثنا کرنے سے قاصر ہے۔ اس کا شکر بجالانے سے عاجز ہے کہ اس کا شکر ادا ہو ہی نہیں سکتا۔ اس کی ثنا کو ہم پہنچ ہی نہیں سکتے ...... رحمتیں نازل ہوں، درود و سلام ہو اس ہستی پر جس کو پروردگار نے تمام انسانوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے یعنی حضرت محمد ﷺ پر......

صد شکر ربّ کائنات کا، آقائے نامدار کا کہ جن کے کرم اور عطا نے ایک بار پھر میری کاوش کو کتابی شکل میں ترتیب دینے کا حوصلہ بخشا اور میں آپ سب کے لئے دوسرا ناول تخلیق کر سکی۔

اس سے پہلے گزشتہ سال آپ کی فرمائش پر محمد علی قریشی صاحب نے ناول ''گڑیا'' شائع کرنے کا اہتمام کیا تھا...... جسے علمی، ادبی حلقوں میں پسند کیا گیا۔ اُس پسندیدگی کے پیش نظر...... یہ دوسرا ناول آپ کی نذر ہے۔ اسے بھی محمد علی قریشی صاحب کی خصوصی توجہ اور تعاون نے سجایا سنوارا ہے۔ یہ بھی آپ سب قارئین کے ذوق پر پورا اترے گا...... کیونکہ تخلیقی عمل بذاتِ خود ایک کٹھن اور مشکل کام ہے۔ اس کام میں تخلیق کار کی محنت کے ساتھ ساتھ سازگار ماحول، دوست احباب کی راہنمائی، پبلشر کا تعاون اور قارئین کی داد اہم کردار ادا کرتی ہے...... میں اس لحاظ سے خود کو خوش نصیب سمجھتی ہوں کہ مجھے گھر میں پُرسکون ماحول میسر ہے۔ میرے گھر کے سب افراد جن میں خاص کر میری بھابی شامل ہیں ہر طرح سے مجھے اچھا ماحول فراہم کرتی ہیں۔ گھر کا آرام اور خیال میرے لئے سب سے بڑی نعمت ہے۔ اس کے علاوہ میرے حلقہ احباب میں، ملنے جلنے والوں میں سب کے سب میرا حوصلہ بڑھانے والے اور راہنمائی کرنے والے ہیں۔ ان کے علاوہ میرے پبلشر محمد علی قریشی صاحب انتہائی بااخلاق، ملنسار اور معاون و مددگار ہونے کے باعث میرے لئے قابل احترام ہیں...... درج بالا تمام عوامل و

محرکات اور دوست احباب کی موجودگی میں سب کی محنت و محبت کے باعث میں قلمی سفر کامیابی سے طے کر رہی ہوں۔

زیر نظر ناول میری سابقہ کاوشوں کی مانند سماجی، معاشرتی اور خانگی زندگی کے مسائل پر مبنی ہے۔ اس میں محبت کے رسیلے جذبات، نفرت اور تحقیر کے نشتر، منافقت و ریاکاری کے سنہری روپ آپ سب کی توجہ کا باعث بنیں گے...... خاص کر ہماری عام زندگی کا خاص مسئلہ کہانی کا اصل موضوع ہے جس میں آپ اپنا معاشرہ، اپنا سماج دیکھیں گے۔ یوں کہئے کہ سادہ، عام فہم انداز میں ہمارے معاشرے کے کردار ہماری زندگی بسر کرتے دکھائی دیں گے۔

ایک بار پھر قارئین، خواتین و حضرات کا شکریا جنھوں نے ''گڑیا'' کو سراہا۔ امید ہے کہ ''ماہیا'' بھی آپ کو بے حد پسند آئے گا...... اللہ آپ سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ (آمین)...... اس دعا کے ساتھ اجازت چاہتی ہوں۔

راحت وفا

''آہا! آہا! چاچو آ گئے......!''

گول مٹول سا زین، اسجد کی ٹانگوں سے لپٹ گیا۔

''میرے چاچو ہیں...... میرے چاچو ہیں۔'' عروشہ بھاگتی ہوئی آئی اور زین کی شرٹ پکڑ کر کھینچتے ہوئے بولی۔

زین اور عروشہ میں جھگڑا نہ ہو، یہ کیسے ممکن تھا...... پانچ سالہ زین اور تین سالہ عروشہ میں ازلی دشمنی تھی۔ اوپر تلے کے بہن بھائی تھے، مگر دشمنی ایسے تھی جیسے دونوں نے ایک دوسرے کا قرض دینا ہو۔

''ارے، ارے...... ہماری پیاری سی عروشہ تو چاچو کی گود میں آئے گی۔'' اسجد نے دونوں کے بیچ شروع ہونے والی لڑائی ختم کرنے کے لئے عروشہ کو گود میں اٹھا کر خوب پیار کیا۔ اسے گود میں لئے لئے بیٹھ کر زین کو خود سے لپٹا لیا...... وہ دونوں لمحہ بھر کو چاچو کے پیار میں آپس کی جنگ بھول گئے۔

''ارے چلو...... چاچو کو اندر تو آنے دو...... وہ تھکے ہوئے ہیں۔'' نازش بھابی نے گاڑی سے اترتے ہوئے ان دونوں کو ہلکے سے ڈانٹا۔

''نہیں بھئی...... آج میرے پیارے پیارے بچوں کو کوئی نہیں ڈانٹے گا...... دیکھتے نہیں ان کے چاچو پورے چار سال بعد آئے ہیں امریکہ سے۔'' بیگم ادریس نے پوتے پوتی کی حمایت کی...... سب ہنس دیئے۔

''ماما! اسجد میری شادی کے بعد گیا تھا اور پورے چار سال بعد لوٹا ہے۔'' مشہد بھائی نے پیار سے اس کے سر پر ہلکی سی چپت لگائی۔

''چلو شکر ہے کہ بخیر و عافیت، کامیابی کے ساتھ آیا ہے......'' احمد بھائی نے کہا

اور اندر کی طرف چل دیئے۔

"آپ سب لوگ چل کر اندر بیٹھیں، میں ذرا اپنی پیاری سی تمکین بھابی سے لڑائی کرلوں۔ سب ایئر پورٹ آئے، وہ کیوں نہیں آئیں......؟" اسجد نے مصنوعی خفگی سے کہا تو ماما اور نازش بھابی نے ایک ساتھ مشہد کو دیکھا ...... وہ نظریں چرا گئے۔

"دراصل مژگاں کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی۔ اس لئے تمکین نے......"

"کچھ نہیں کیا تمکین نے ...... اور نہ ہی مژگاں کی طبیعت خراب ہے۔ یوں کیوں نہیں کہتے کہ تمہیں اس کا کہیں باہر آنا جانا پسند نہیں......" ماما نے تند لہجے میں کہا اور ساڑھی کا پلو سنبھالتی ہوئی اندر چلی گئیں۔

مشہد نے خجالت سے اسجد اور نازش بھابی کی طرف دیکھا اور تیز قدموں سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔

"مشہد کا دماغ خراب ہے۔ ہمارے گھر کا فرد تو لگتا ہی نہیں۔" نازش بھابی نے ناک چڑھاتے ہوئے کہا اور خیر دین کو آواز دے کر گاڑی سے اسجد کا سامان نکالنے کو کہا۔

اسجد سوچ میں پڑ گیا۔

"سلام چھوٹے صاحب!" رانی نے سلام کیا۔

"وعلیکم السلام۔ کیسی ہو تم غریبستان کی رانی......؟" اسجد نے اسے چھیڑا۔

"میں ٹھیک ہوں۔" وہ ہنسی۔

"اور اماں، ابا......؟" اسجد نے پوچھا۔

"اماں، چھوٹی بیگم صاحبہ کے ساتھ کچن میں ہیں اور ابا سودا لینے گئے ہیں۔" اس نے کہا۔

"اچھا، میرا سامان کمرے میں رکھواؤ اور شلوار کرتا استری کرو۔ میں ابھی آتا ہوں۔" اسجد نے کہا اور قدم کچن کی طرف اٹھائے۔

"پتہ چل گیا کہ ہماری پیاری سی تمکین بھابی کو ہمارے آنے کی خوشی نہیں ہوئی۔" اس نے کچن میں داخل ہوتے ہوئے پیار بھرا گلہ کیا۔

تمکین کی پشت تھی۔ وہ اس کی آواز پر فوراً پلٹی اور مسکرا کر بولی۔

"یہ افواہ کس دشمن نے اُڑائی ہے؟"

"یہ افواہ نہیں ہے بھابی جان! حقیقت ہے۔ ورنہ آپ ایئرپورٹ ضرور آتیں۔"

"ایئر پورٹ ...... ہاں، کیوں نہیں...... وہ دراصل......"

"جانتا ہوں، جانتا ہوں...... بلکہ آپ کے شوہر نامدار نے وجہ بیان کر دی ہے۔" اسجد نے اس کو ہکلاتا دیکھ کر جلدی سے کہا۔

وہ خفت سے بولی۔ "تمہارے لئے مزیدار سا کھانا پھر کون پکاتا ...... اس لئے میں نے گھر پر رہنے کا سوچا۔"

"خدا کے واسطے بھابی حضور! آپ اور آپ کے میاں جی کم از کم بہانہ تو ایک بنا لیا کریں۔ میرا مطلب ہے، باہمی مشورے سے۔ تاکہ ایک ہی وقت میں دو بہانے تو نہ بنیں۔"

اسجد نے شرارت سے چوٹ کی تو وہ پھر سر کھجانے لگی۔

"آپ پریشان نہ ہوں...... وجہ میں خوب اچھی طرح جانتا ہوں۔" اس نے تمکین کی مشکل آسان کر دی۔

"تمہیں یاد ہے، امریکہ جاتے ہوئے بھی تم میرے ہاتھ کا کھانا کھا کر گئے تھے۔ ہماری شادی کو صرف تین دن ہوئے تھے۔" وہ ماحول خوشگوار کرنے کی خاطر سلاد کی پلیٹ سجاتے ہوئے بولی۔

"جی ہاں ...... اس کی لذت آج بھی میری زبان پر ہے ...... مگر ایک بات حیران کن ہے۔ اس دن والی تمکین بھابی میں اور آج کی تمکین بھابی میں زمین آسمان کا فرق آ چکا ہے......" اسجد نے اس کے بے ترتیب حلیے سے لے کر چہرے کی اُداسی، آنکھوں کے سیاہ حلقے اور لبوں کی پپڑیاں سب بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیوں...... کیا ہوا؟...... اچھا، سمجھ گئی۔ بھئی ذرا موٹی ہو گئی ہوں۔ بیٹی جو پیدا ہو گئی ہے۔ اور...... اور......"

"اور اس لئے آپ سوکھ کر کانٹا بن گئی ہیں۔ اُداس اُداس ہیں۔ بیمار دکھائی

دے رہی ہیں۔ اور یہ حلیہ تو دیکھیں آپ۔ پھیکے، بدرنگ کپڑے...... ارے آپ کو ہوا کیا ہے......؟'' وہ طنز سے ہر لفظ چبا چبا کر بولا۔

''کیا ہوا ہے مجھے...... بھلی چنگی ہوں۔ دیکھو، بالکل ٹھیک ہوں۔ یہ کپڑے تو میں نے اس لئے......''

''جانتا ہوں...... اچھی طرح وجہ معلوم ہے۔ کوئی جواز دینے کی ضرورت نہیں۔'' اسجد نے بظاہر ہنس کر چاروں طرف گھوم کر تمکین کا جملہ درمیان سے ہی اچک لیا۔

''اچھا بابا! تم جو بھی کہو درست ہے۔'' وہ ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہو گئی۔

''جو بھی کیا؟ آپ خود دیکھیں نازش بھابی کو۔ قسم خدا کی، دور سے میں انہیں پہچان نہیں سکا۔ میں سمجھا کہ احمد بھائی کے ساتھ کوئی اور لڑکی چلی آ رہی ہے۔ کیا ہیئر اسٹائل، کیا ڈریس اور کس قدر تر و تازہ......''

''جی ہاں...... ان کے میاں انہیں اسی طرح دیکھنا اور دکھانا چاہتے ہیں۔'' وہ سنجیدگی سے بولی۔

''آپ کے میاں اور آپ کو اب میں ٹھیک کروں گا۔'' اسجد نے تڑی لگائی تو وہ ہنس دی۔

''ٹھیک ہے، ٹھیک ہے...... اب جاؤ، جا کر چینج کرو۔ تھوڑی دیر میں کھانا لگواتی ہوں۔ پھر گپ شپ ہو گی۔'' اس نے جان چھڑانے کو کہا۔

''او کے...... لیکن پہلے یہ بتائیں کہ میری گول گپی مژگاں کہاں ہے......؟''

''وہ کمرے میں سوئی ہوئی ہے۔'' تمکین نے بتایا۔

''بس ٹھیک ہے...... میں اسے جگا کر اپنے کمرے میں لے جاؤں گا۔'' اسجد نے کہا اور کچن سے باہر نکل گیا۔

+++

''توبہ ہے...... یہ لڑکی مُردوں سے شرط باندھ کر سوتی ہے۔''

بیگم سلیم الزماں نے اس کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کچھ زوردار آواز میں کہا۔ مگر اس پر کہاں اس کا اثر ہونا تھا۔ کسمسانے کی بھی زحمت گوارا نہ کی۔

''ماہیا...... بیٹا، اُٹھو۔ دو مرتبہ نازش کا فون آ چکا ہے۔'' انہوں نے اس کے سرہانے بیٹھ کر پیار سے اس کے چمکیلے سیاہ بالوں میں انگلیاں پھیریں تو وہ جھٹ بیدار ہو گئی۔ یہ وہ فارمولا تھا جس پر تھک ہار کے بیگم سلیم الزماں عمل کرتیں اور سو فیصد نتیجہ برآمد ہوتا۔

حسبِ معمول اس نے اِٹھلا کر نرم و نازک بانہیں ماں کے گلے میں ڈال دیں۔

''اماں! پلیز، یوں نہ جگایا کریں۔''

انہوں نے مصنوعی خفگی سے گھور کر دیکھا۔

''تو بیٹا جی! آپ خود بخود جاگ جایا کریں۔ دن کے بارہ بج رہے ہیں۔ ذرا گھڑی پر نظر ڈالو۔''

''تو کیا ہوا اماں جان! کسی کا ادھار دینا تو ہے نہیں۔ کتنے ڈھیر سارے سالوں کے بعد سونے کا موقع ملا ہے۔ سکول، کالج، یونیورسٹی کا منہ دیکھ دیکھ کر جمائیاں لیتی تھی۔''

''اچھا بابا! فی الحال تو اٹھو۔ ہمیں صبح سے بیگم ادریس دو فون کروا چکی ہیں۔ اسجد کو لینے ایئرپورٹ ہمیں بھی جانا چاہئے تھا۔ مگر تمہاری نیند کے ہاتھوں میں سخت پریشان ہوں۔ نازش سخت ناراض ہے تم سے۔''

اماں نے اٹھ کر کمبل تہہ کر کے رکھتے ہوئے کہا۔ وہ انگڑائی لے کر اٹھ بیٹھی۔

''ایک تو آپی کو اپنے دیور کے آنے کی اتنی خوشی ہو رہی ہے جیسے کوئی شہزادہ آیا ہو......'' وہ ناک منہ چڑھاتے ہوئے بولی۔

''ہیں، ہیں......'' بیگم سلیم الزماں نے حیرت سے کہا۔ ''اس میں شہزادے والی بات کہاں سے آ گئی؟ چار سال بعد تعلیم مکمل کر کے اسجد پاکستان آیا ہے۔ خوشی کی بات تو ہے۔ ویسے بھی کتنا اچھا اور پیارا بچہ ہے۔''

''جی! یہاں تو سب جاہل ہیں...... وہی لاٹ صاحب پڑھ لکھ کر آئے ہیں۔'' وہ برا سا منہ بنا کر بیڈ سے اتری۔

''دیکھو ماہیا! کان کھول کر سن لو...... وہاں اسجد سے تم نے اگر پہلے کی طرح الٹی سیدھی باتیں کیں تو میں خفا ہو جاؤں گی...... اب جلدی سے تیار ہو کر باہر آ

جاؤ۔ میں بوا سے کہتی ہوں کہ تمہارے لئے چائے بنائے۔ مجھے پتہ ہے کہ چائے کے بناء تم نہیں ہلو گی......"

بیگم سلیم الزماں یہ کہہ کر باہر نکل گئیں۔ وہ وارڈروب سے کپڑے سلیکٹ کر کے غسل خانے کی طرف بڑھ رہی تھی کہ فون کی گھنٹی زور زور سے چیخنے لگی۔

"ہیلو......!"

"ہیلو...... کتنے بے وفا لوگ ہیں اس جہاں میں۔ یہ آج پتہ چلا۔"

"ہنہ......تو آپ ہیں وفا کے ٹھیکیدار......" وہ 'ہنہ' کو لمبا کھینچ کر آواز پہچانتے ہوئے بولی۔

"اُف...... وہی ہری مرچ کی سی تیزی ہے زبان میں۔" اسجد نے مرچ لگنے کے سے انداز میں کہا تو وہ کھلکھلا کے ہنس پڑی۔

"نہ سلام نہ دعا، یہ تعلیم لے کر آئے ہیں موصوف۔" اس نے چھیڑا۔

"ماہیا جی! موصوف کا ایک عدد نام ہے پیارا سا۔ یہ کیسی بے گانگی ہے؟"

"کوئی بے گانگی نہیں ہے اسجد صاحب! میں جانتی ہوں آپ نازش آپی کے دیور ہیں اور بس۔ خواہ مخواہ بے تکلف ہونے کی کوشش کر رہے ہیں۔" وہ کب باز رہنے والی تھی، فوراً قرض چکا دیا۔

"یہاں بے چینی سے سب انتظار کر رہے ہیں...... کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔" وہ کچھ خجل سا ہو کر بولا۔

"خاص لوگوں کا اسی طرح انتظار کیا جاتا ہے ...... آپ بھی کریں۔" وہ شرارت سے بولی۔

"آپ کہیں تو راہ میں پلکیں بچھا کر انتظار کریں......" لہجہ محبت کی حدت سے شوخ ہو گیا۔

وہ چونکی۔ "ارے، ارے...... یہ رومینٹک بن کر لوٹے ہو تم۔ اتنی بے تکلفی کی اجازت نہیں۔"

"کتنی بے تکلفی کی اجازت ہے......؟" رس میں ڈوبا فقرہ ماہیا کے دل کے تار چھو گیا۔ پہلی مرتبہ روح تک جھنجھنا اٹھی ...... شوخ و شنگ تو وہ پہلے سے تھا مگر یوں

بے باک اور تیکھا اب ہو کر آیا تھا۔ نوک جھونک، چھیڑ چھاڑ تو پہلے بھی تھی، مگر اس طرح کا لب و لہجہ، طرزِ گفتگو پہلی مرتبہ ماہیا سن کر چونک ہی تو اٹھی۔

"اسجد صاحب! آپ اگر فون بند کر دیں تو ہم تیار ہو کر آپ کے ہاں آ جائیں گے...... ورنہ نہ آنے کی ذمہ داری آپ کے سر ہو گی۔" وہ یکدم بات کا رخ موڑ کر بولی۔

"اوکے...... اوکے...... آپ تمام کیل کانٹوں سے لیس ہو کر آیئے، یہاں ہم شدت سے آپ کے منتظر ہیں۔" وہ بڑے دھیمے اور مؤدب انداز میں بولا تو وہ بھڑک اٹھی۔

"پھر وہی فضولیات...... اپنی پرانی کھال میں رہو۔ آپ، جناب یہاں نہیں چلے گا۔" فون کھٹ سے بند کر کے وہ واش روم میں گھس گئی۔

"ٹھک، ٹھک......" واش روم کے دروازے پر دستک ہوئی تو اس نے اندر سے پوچھا۔

"جی......!"

"بیٹا! جلدی کرو...... بیگم صاحبہ کہہ رہی ہیں۔"

"بوا! ساڑھے بارہ بجے کون کھانا کھاتا ہے؟...... اماں کو تو نجانے کیوں جلدی پڑ جاتی ہے۔" اس کی جھنجھلائی ہوئی آواز میں کوفت تھی۔

"تمہاری چائے رکھ کر جا رہی ہوں۔"

"ٹھیک ہے...... میں تیار ہو کر آتی ہوں...... گل محمد سے کہو کہ گاڑی صاف کر لے۔" یہ کہہ کر اس نے شاور کھول لیا۔

+++

ہلکے گلابی اور میرون کنٹراسٹ سوٹ میں، ہونٹوں پر ہلکی سی ہم رنگ لپ اسٹک لگائے وہ جلدی جلدی بالوں میں برش کرتی ہوئی لاؤنج کی طرف آئی۔ بیگم سلیم الزماں ٹہل ٹہل کر گویا اس کی منتظر تھیں۔

"اماں! آئی ایم ریڈی......"

"شکر ہے...... میرا خیال ہے شکرانے کے نفل پڑھ لئے جائیں۔"

"اماں! یہ کیسی باتیں کرتی ہیں آپ ...... کہیں جانے کا پروگرام ہو تو آپ جلدی جلدی کی رٹ لگا لیتی ہیں۔" اس نے ڈلار سے بازو ان کی گردن میں ڈال کر کہا۔

"اچھا...... اب خوشامد بند کرو، چلو۔"

"اماں! نیلو آپی اور بھائی جان کو انوائیٹ نہیں کیا نازش آپی نے......؟"

"بالکل کیا ہے ...... نازش نے خود فون کیا ہے نیلو کو۔ اور میں نے بھی احسن میاں کو جا کر کہا۔ وہ تو کہیں جا رہے تھے، نیلو کے سر میں درد ہے۔ اس نے معذرت کر لی کہ پھر سہی۔ اور کہا، چچی امی! میری طرف سے آپ معذرت کر لیجئے گا۔" بیگم سلیم الزماں اس کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے بتانے لگیں۔

"احسن بھائی کی مصروفیت اور نیلو آپی کے سر کا درد...... دونوں مستقل پریشانیاں اپنی اپنی جگہ قائم۔" وہ سادگی سے کہتی ہوئی گاڑی کا دروازہ کھول کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ برابر میں بیگم سلیم الزماں بھی بیٹھ گئیں۔

"بھئی احسن کی مصروفیت صحیح ہے۔ فیکٹری کے مسائل، کام کاج کم تو نہیں ہوتے ...... سوچ سمجھ کر بولا کرو۔ جو منہ میں آتا ہے کہہ دیتی ہو۔"

"اماں! احسن بھائی کے سامنے تھوڑا کہتی ہوں......؟" احسن بھائی کے خیال ہی سے اس کی آواز تھرا گئی۔

"احسن سے تو تمہاری روح فنا ہوتی ہے۔" بیگم سلیم الزماں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کہتی تو آپ ٹھیک ہیں ...... نجانے کیا ہے ان کی شخصیت میں۔ میں تو نظریں بھی نہیں ملا سکی آج تک۔ کہنا کچھ ہوتا ہے، کہتی کچھ اور ہوں۔" گاڑی مین گیٹ سے باہر نکالتے ہوئے وہ بہت معصومیت سے بولی۔

"پاگل ہو تم...... قینچی کی طرح زبان چلتی ہے، کسی کو خاطر میں نہیں لاتی ہو۔ سب تمہاری شکایتیں کرتے ہیں۔ بس ایک احسن میاں کے سامنے گھگھیاتی ہو۔ حالانکہ وہ انتہائی کم گو ہے۔ زیادہ تر گھر کے بکھیڑوں سے دور بھاگتا ہے، بچپن سے اسی گھر میں تم دیکھتی آ رہی ہو۔"

بیگم سلیم الزماں ہولے ہولے بول رہی تھیں۔ اس کی پوری توجہ گاڑی چلانے پر تھی۔ کچھ کچھ وہ ان کی بات بھی سن سکی۔ خاص طور پر آخری جملہ جس پر وہ ہنسی۔

"اماں! میں میٹرک میں تھی نیلو آپی کی شادی کے وقت۔ آپ نے بچپن بنا دیا۔"

بیگم سلیم الزماں نے پہلے اس کے سر پر لاڈ سے چپت لگائی اور پھر کہا۔

"بچپنا تو اب بھی تمہارے اندر ہے ...... بظاہر میری بیٹی نے ایم سی ایس کر لیا ہے۔"

"وہ اس لئے ہے اماں جان! کہ آپ مجھے کچھ کرنے نہیں دیتیں۔ بیکار رہوں گی تو ایسا تو لگے گا۔" اس نے ایک خوبصورت، بڑی سی فلاور شاپ کے سامنے گاڑی روکتے ہوئے کہا۔

"کچھ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں تو بس جلد از جلد تمہاری شادی کرنا چاہتی ہوں۔ ہمارے پاس کس چیز کی کمی ہے۔" بیگم سلیم الزماں نے بہت سنجیدگی سے وضاحت کی۔

"اچھا ...... آپ بیٹھیں، میں بُوکے لے آؤں۔" وہ پرس اٹھا کر گاڑی سے باہر نکل گئی۔

"اللہ کرے، بیگم ادریس خود اسجد کے لئے تمہارا رشتہ مانگ لیں۔ میں بے فکر ہو جاؤں۔ اچھا گھرانہ ہے، اچھا دیکھا بھالا لڑکا ہے۔ کاش! میری آرزو پوری ہو جائے ...... دونوں بہنیں ایک ہی گھر میں خوش و خرم رہیں۔"

سیٹ کی پشت سے سر ٹکائے وہ گویا ماہیا سے مخاطب تھیں۔ اس نے ان کی طرف والی کھڑکی سے خوبصورت سرخ گلاب اور ٹی روز سے بنا بُوکے انہیں پکڑایا تو وہ چونکیں۔

+++

وال کلاک پر نظر ڈالتے ہوئے وہ ڈریسنگ روم کے قد آور آئینے کے سامنے کھڑے ٹائی کی ناٹ درست کرنے میں مصروف تھے۔ نیلوفر کا کمرے میں داخل ہوتے ہی موڈ خراب ہو گیا۔ ناگواری سے اس کے خوبصورت چہرے پر لکیریں سی

بن گئیں۔

''احسن! پھر کہیں جانے کی تیاری ہے کیا......؟'' وہ تیکھے لہجے میں بولی۔

''پھر سے کیا مراد؟...... صبح سے کہاں گیا ہوں میں؟'' اپنے کام میں مصروف رہتے ہوئے سنجیدگی سے جواب دیا گیا۔

''میرا مطلب ہے آج سنڈے ہے اور آپ آج بھی......'' وہ کچھ نرمی اور گرمی سے جملہ ادھورا چھوڑ کر کھڑی ہو گئی۔

''آج، ابھی اور کل پرسوں، بزنس میں نہیں دیکھے جاتے نیلو بیگم! مگر یہ بات میں اب تک آپ کو نہیں سمجھا سکا۔'' احسن علی نے آئینے میں اپنا مکمل جائزہ لینے کے بعد اس کی طرف گھوم کر کہا۔

''احسن صاحب! دانیال صرف میرا ہی بیٹا نہیں ہے، آپ کا بھی ہے۔ کچھ ذمہ داریاں آپ کی بھی ہیں۔'' وہ تڑخ کر بولی۔

''کون سی ذمہ داری میں نے نہیں نبھائی؟...... یہ رات دن بزنس میں کھپے رہنا، صحت، آرام سب قربان کرنا کس کھاتے میں ڈالتی ہیں آپ؟'' وہ تیوری چڑھا کر بولے۔

''صرف روپیہ کمانا ہی ذمہ داری ہے آپ کی نظر میں...... اولاد کے لئے اور بھی بہت کچھ کرنا پڑتا ہے احسن علی صاحب!'' وہ مزید بگڑ کر بولی۔

''نیلو! پلیز، کچھ ذمہ داریاں ایک ماں ہونے کے ناطے آپ کو نبھانی چاہئیں۔'' وہ دانت بھینچ کر اس کے مقابل کھڑے ہوتے ہوئے بولے۔

''اس کے بچپن سے لے کر آج تک آپ نے کیا دیکھا ہے......سکول، ٹیوشن، کپڑے، کتابیں، دوست، سیر و تفریح سب میں ہی کرتی چلی آ رہی ہوں...... آپ کو تو یہ بھی معلوم نہیں ہوگا کہ آپ کا بیٹا اب کس کلاس میں ہے؟...... کہاں پڑھتا ہے؟ اس کو کون پڑھاتا ہے......؟''

''دیکھو! بیکار باتوں میں وقت ضائع مت کیا کرو۔ اگر بیٹے کے لئے اتنا بھی نہیں کر سکتی تھیں تو کیوں بچہ پیدا کرنے کی خواہش تھی......؟'' انہوں نے انتہائی زہر آلود لہجے میں اسی سے سوال کیا تو وہ ششدر رہ گئی۔

''کیا دانیال میری خواہش پر آیا ہے......؟ صرف میری......؟''

''اچھا، فی الحال اس بحث کا میرے پاس وقت نہیں ہے۔ اس بحث سے بہتر تھا کہ آپ چچی اماں اور ماہیا کے ساتھ نازش کی طرف چلی جاتیں۔ مگر آپ کا تو ازلی بہانہ سر درد ہی سب کا دردِ سر بنا ہوا ہے۔'' وہ طنز سے کہتے ہوئے کمرے سے نکلنے لگے تو وہ پھٹ پڑی۔

''احسن علی! یہ ہے بیوی اور بچے میں دلچسپی...... ہمارا کوئی مسئلہ آپ کا مسئلہ نہیں۔ ہم بیمار بھی نہیں ہو سکتے، آپ کے پاس ہمارے لئے کچھ بھی نہیں ہے، نہ وقت اور نہ جذبات۔ ارے سب ہی مصروف ہوتے ہیں، کام کرتے ہیں مگر گھر کے پرابلمز بھی شیئر کرتے ہیں۔''

''تو آپ کا مطلب ہے کہ میں آپ کے لئے کچھ نہیں کرتا؟ کتنے روپے پیسے آپ خرچ کرتی ہیں، کبھی پوچھا ہے میں نے، بولئے...... اور کون سا مسئلہ ہے جو روپے سے حل نہیں ہوتا۔ گھر بیٹھے جو چاہو، جیسا چاہو کر لو۔ اب کم از کم میں آپ کے لئے نوکروں کے ہوتے ہوئے گوشت سبزی، جوتے کپڑے، نمک مرچ تو ہرگز نہیں خرید سکتا...... اور ملازم رکھ لیں۔ لیکن خدارا نیلو بیگم! مجھے اس طرح ڈسٹرب نہ کیا کریں۔'' وہ ایک لمبی تقریر کرنے کے بعد اس کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے بولے۔

''احسن! مجھے آپ کی مصروفیت کا احساس ہے......لیکن دانیال اب ماشاء اللہ او لیول کر رہا ہے...... اس کی ضرورت آپ کو بھی پوچھنی چاہئے۔'' وہ قدرے نرمی سے بولی۔

''اچھا فرمائیے...... اب آج کون سی ضرورت ہے برخوردار کی...... بلکہ کہاں ہے وہ، میں خود پوچھ لیتا ہوں۔''

''میں ابھی اسے اکیڈمی چھوڑ کر آئی ہوں۔ اس کی میتھس کی ٹیوشن نہیں ہو رہی۔ کسی اچھے سے پروفیسر کا بندوبست کرنا ہے۔''

''تو اس میں کون سی مشکل ہے...... میں ابھی اخبارات میں اشتہار لگوا دیتا ہوں، کل ایک ہجوم آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائے گا...... پیسے میں بڑی

طاقت ہے ...... آپ سر میں درد نہ بڑھائیں اور آرام کریں۔"

وہ یہ کہتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئے۔ وہ سر تھام کر صوفے پر بیٹھ گئی۔ ہمیشہ کی طرح۔ اس مسئلے کا حل چودہ سالوں میں آج تک نہیں نکل سکا تھا...... بس بحث ختم ہونے پر کبھی احسن علی باہر چلے جاتے اور کبھی وہ تکیے میں منہ دے کر لیٹ جاتی ...... یا پھر بیگم سلیم الزماں کے آنے پر موضوع تبدیل ہو جاتا۔ احسن علی کی کم گوئی ہی انہیں تحفظ فراہم کراتی تھی۔ بیگم سلیم الزماں کو احسن علی کی یہ عادت بہت پسند تھی ...... کبھی کبھی نیلوفر گلہ بھی کر ڈالتی کہ "چچی اماں! آپ میری چچی اماں ہیں یا احسن کی؟" ایسے میں وہ اس نازک سی، پیاری سی نیلو کو سینے سے لگا لیتیں۔

+++

"ادریس نگر" میں آج معمول سے زیادہ گہما گہمی اور چہل پہل تھی۔

چار سُو قہقہے ہی قہقہے گونج رہے تھے ...... کھانے سے فارغ ہونے کے بعد سب کے سب ڈرائنگ روم میں جمع تھے ...... ایک طرف بیگم ادریس، بیگم سلیم الزماں، نازش اور تمکین بات چیت میں مصروف تھیں ...... کچھ فاصلے پر عروشہ، زین، اسجد اور ماہیا خوش گپیوں میں مصروف تھے ...... پاس ہی مژگاں ہُمک ہُمک کر اپنی موجودگی کا احساس دلا رہی تھی۔

عروشہ اور زین تو اسجد اور ماہیا کو ایسے گھیرے بیٹھے تھے کہ ان کا ہلنا بھی محال تھا۔ نت نئے سوال، نت نئی باتیں...... ایک عرصے کے بعد انہیں اس طرح اچھل کود کا موقع ملا تھا۔ جس طرح اسجد سے انہیں دلی لگاؤ تھا اسی طرح ماہیا بھی انہیں بہت عزیز تھی ...... وہ اکثر و بیشتر ان کی طرف آتی رہتی تھی، ان دونوں کی خاطر۔ اگر چند روز گزر جاتے تو وہ دونوں فون پر اس کا سر کھا جاتے کہ فوراً آئیں۔ لاڈلے بھانجے اور بھانجی سے ماہیا کی محبت بھی بہت شدید تھی۔

"کیسے دونوں بچونگڑوں نے بیچارے اسجد اور ماہیا کو قابو کر رکھا ہے ...... ان دونوں کو تو بات کرنے ہی نہیں دیں گے۔" نازش نے ہنس کر کہا تو سب کی توجہ ان کی جانب ہوگئی۔

"بچے جو ہوئے ...... ساری توجہ اپنی طرف چاہتے ہیں۔ اتنے عرصے کی کمی

ایک ہی دن میں پوری کرنی ہے۔" بیگم ادریس کی نگاہوں سے انہیں دیکھ کر محبت ٹپکتی تھی۔ انہوں نے بہت خوشی سے کہا۔

"آج تو ماشاء اللہ خوب رونق ہے ...... ایک اکیلے اسجد کی وجہ سے کتنا فرق پڑا ہے۔" بیگم سلیم الزماں نے کہا۔

"بس اللہ اللہ کر کے چار سال گزرے ہیں۔ اب تو میں کہیں نہیں جانے دوں گی۔ یہ تو اس کی ضد تھی کہ باہر سے تعلیم حاصل کرنی ہے۔ کچھ احمد اور مشہد نے ہاں میں ہاں ملائی ورنہ میں نے ایک دن بھی اپنے بچے کبھی نظروں سے دور نہیں کئے۔" بیگم ادریس نے جواب دیا۔

"بچے دور کئے ہی نہیں جا سکتے۔" بیگم سلیم الزماں نے تائید کی۔

"ویسے بھی آپ تو جانتی ہیں کہ اتنی بڑی کوٹھی میں گنتی کے افراد ہیں۔ یہ تو عروشہ، زین اور مژگاں کے آنے سے رونق ہوئی ہے۔ اب اللہ ان سب کو خوش و خرم رکھے۔ میرے اسجد کی زندگی بھی مکمل ہو جائے تو اور رونق ہو جائے گی۔" بیگم ادریس نے سنجیدگی سے کہا اور میز پر رکھی اپنی سفید المونیم کی پلیٹ سے سونف سپاری اٹھا کر منہ میں ڈالی۔ یہ دونوں چیزیں ان کی پسندیدہ تھیں۔ گفتگو کے دوران تھوڑی سی منہ میں ڈال لیا کرتی تھیں۔ ان کے ساتھ جو بھی بیٹھتا، وہ بھی لطف اندوز ہوتا۔

"بس ماما! اب اسجد کی فوراً شادی کر دیں۔" نازش نے دُلار سے ساس سے لپٹتے ہوئے کہا۔

بیگم ادریس نے اسے بازوؤں میں بھر لیا۔

"انشاء اللہ! ایسا ہی کریں گے۔ ہمیں کون سی لڑکی ڈھونڈنی ہے؟" انہوں نے ماہیا پر نظر ڈالتے ہوئے کہا تو بیگم سلیم الزماں اور نازش بہت کچھ سمجھ گئیں۔

"ارے بچے! آپ اتنے خاموش کیوں ہو......؟" اتنی دیر سے خاموش بیٹھی تمکین سے بیگم سلیم الزماں نے پوچھا تو وہ ہولے سے مسکرا دی۔

"ارے میرا بچہ...... یہ تو ایسے ہی خاموش خاموش بیٹھی سب کی سنتی رہتی ہے۔" بیگم ادریس نے لاڈ سے بانہیں پھیلائیں اور پکارا تو وہ صوفے سے اٹھ کر

ان کے بازوؤں میں سما گئی۔

"حالانکہ ہم تمکین کو باتونی بنانے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔" نازش نے کہا۔

"ارے چندا! جانتی ہوں ...... مگر میری اس بچی کی تو عادت ہی بن گئی ہے۔" بیگم ادریس بھتیجی کے بال چومتے ہوئے سنجیدگی سے بولیں۔

"صحت بھی کچھ ٹھیک دکھائی نہیں دے رہی۔" بیگم سلیم الزماں نے اس کا بغور جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"نہیں...... میں ٹھیک ہوں۔" وہ جلدی سے بولی۔

"کہاں ٹھیک ہو تمکین! اپنی حالت دیکھو، ایک بچی کے بعد کیا ہو گئی ہے؟" نازش نے ہمدردی سے کہا تو وہ ہونٹ چبا کر رہ گئی۔

"نازش! یہ چائے ابھی تک نہیں آئی۔ دیکھو تو جا کر۔ اور ہاں، ان شریر بچوں کو اِدھر اُدھر کرو۔ ماہیا اور اسجد تو تھک جائیں گے۔" بیگم ادریس نے کہا تو نازش سعادت مندی سے فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر اس نے دونوں بچوں کو ان کے پاس بھیجا اور اسجد، ماہیا کو اپنے ہمراہ باہر لے گئی۔

"آپ دونوں لان میں بیٹھو ...... میں چائے وہیں بھجواتی ہوں۔"

نازش نے شریر نظروں سے اسجد کو ذومعنی پیغام دیا تو وہ مسکرا دیا۔ جبکہ ماہیا لاتعلق بن کر بولی۔

"آپی! چائے سب کے ساتھ پئیں گے۔"

"کیوں ...... میں چائے کی جگہ کیا آپ کو پی جاؤں گا؟" اسجد نے غرا کر پوچھا۔

"ہیں، ہیں ......آپ کو کیا تکلیف پہنچی ہے؟"

"بہت زیادہ تکلیف پہنچی ہے۔ بتائیں نازش بھابی ان کو۔" اس نے ہنستی ہوئی نازش سے بھنا کر کہا۔

"حیرت ہے بھئی......" ماہیا نے کندھے اُچکا کر کہا۔

"مجھے بھی سخت حیرت ہے ماہیا جی! کہ آپ کو میرے آنے کی ذرا خوشی نہیں ہوئی۔" وہ چڑ کر بولا تو وہ کمر پر ہاتھ رکھ کر لڑنے کے سے انداز میں بولی۔

"محترم اسجد صاحب! میں آپ کے آنے پر کس طرح خوشی کا اظہار کروں؟ کیا ڈھول گلے میں لٹکا کر شہر میں اعلان کرتی پھروں یا پھر اخبارات میں اشتہار چھپوا لوں؟ آپ ہی بتائیں کہ کیا کروں......؟" اس کی زبان کے سامنے تو قینچی پناہ مانگتی تھی۔ اسجد کو جیسے بریک لگ گئی۔

"میرا خیال ہے، وہاں لان میں بیٹھ کر خوب لڑو۔ میں چائے بھجواتی ہوں۔" نازش نے ہی اسجد کی جان چھڑانے کے لئے کہا اور خود کچن کی طرف چلی گئی۔

"آیئے ......تنہائی میں بیٹھ کر اچھی اچھی باتیں کرتے ہیں۔" اسجد نے گہری براؤن آنکھوں سے دیکھا تو وہ پھر چلائی۔

"پھر وہی انداز......"

"کیا پیار سے بھی نہ دیکھوں؟" اس نے معصومیت سے پوچھا۔

"اُف! میرے خدا ......تم تو سچ مچ کسی مجنوں کی کھال پہن کر آئے ہو۔" وہ غصے سے پاؤں پٹختی ہوئی آگے آگے چل دی۔

"کھال پہن کر نہیں آیا ہوں، پورا مجنوں بن کر آیا ہوں۔ چار سال دور رہ کر تمہاری مہربانی سے یہ سب ہوا ہے۔" وہ پیچھے پیچھے چلتا ہوا بولا۔

"خبردار جو میرا نام بھی لیا تو......" وہ گھور کر بولی اور خوبصورت کین کی کرسی پر بیٹھ گئی۔ وہ کرسی کھینچ کر بالکل سامنے بیٹھ گیا۔

"ہاں! سوچنا پڑے گا۔ کیونکہ جناب کا تو نام ہی الارمنگ ہے۔ "ماہیا" کہتے ہی دل دھڑکنے لگتا ہے۔" وہ اور زیادہ شرارت سے بولا۔

"پلیز...... میں اٹھ کر چلی جاؤں گی۔" اس نے دھمکی دی۔

"اچھا چلو، یہ بتاؤ کہ مجھے یاد کرتی تھیں؟"

"کیوں کیا میں فارغ تھی، پاگل تھی......؟"

"میں نے بہت یاد کیا، اسی وجہ سے کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔"

"یہ فضول باتیں کرنے کے لئے یہاں لائے ہو؟" وہ ٹال گئی۔

"یہ فضول باتیں نہیں ہیں...... یہ دل کی باتیں ہیں۔" وہ بھی جل کر چلایا۔

"تو ٹھیک ہے...... دل سے کرو۔ میں چلی۔" وہ اٹھلا کر کھڑی ہو گئی۔

"پلیز ماہیا! یوں تضحیک مت کرو میرے جذبوں کی......" وہ التجا آمیز لہجے میں بولا۔

"اسجد صاحب! ابھی جذبے کس نے دیکھے ہیں۔ ابھی وقت سے پہلے ایسا سوچنا فضول بات ہی ہے۔" وہ بولی اور پھر دوبارہ بیٹھ گئی۔ کیونکہ رانی چائے لا رہی تھی۔

"پہلے ہم سوچیں گے تو پھر کچھ اور ہوگا ...... کم از کم مجھے اتنا تو پتہ چلے کہ تمہاری میرے بارے میں کیا رائے ہے؟"

"فی الحال کچھ خاص رائے نہیں ہے۔ رائے محفوظ ہے۔" رانی کے قریب آنے کی وجہ سے اس نے مختصراً جواب دیا۔

"لیکن میں یک طرفہ بے قراری کو کسی منزل پر پہنچانا چاہتا ہوں۔" اس سے پہلے کہ رانی بالکل قریب آتی، وہ جلدی سے کہہ گیا۔

"کس نے کہا ہے کہ آپ بے قرار رہیں ...... آپ تعلیم مکمل کر کے آئے ہیں، کاروبار سنبھالنے میں دونوں بھائیوں کا ساتھ دیں۔ جب وقت آئے گا تو دیکھا جائے گا۔" وہ لاپرواہی سے بولی۔

اسی اثناء میں رانی نے چائے کی ٹرے میز پر رکھی اور واپس پلٹ گئی۔ وہ مزے سے چائے بنانے لگی۔

"مگر......" وہ جھنجھلایا۔

"اگر مگر چھوڑیں اسجد صاحب! چائے پئیں۔" اس نے انتہائی مہارت سے اسے ٹال کر چائے کا کپ تھما دیا۔ اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتا، عین اسی وقت احمد بھائی اور مشہد بھائی کی گاڑی گیٹ سے اندر داخل ہوئی تو وہ دونوں اسی طرف متوجہ ہو گئے۔

احمد بھائی اور مشہد بھائی دونوں انہی کی طرف آ گئے۔

"آہا ...... چائے سے لطف اندوز ہوا جا رہا ہے۔" احمد بھائی نے خوشگوار لہجے میں قریب آنے پر کہا۔

"احمد بھائی! آپ آج بھی مصروف ہی رہے ہیں ناں......" ماہیا نے گلہ کیا تو

وہ اس کے سر پر چپت لگاتے ہوئے بولے۔

"جناب سوری! بہت ضروری بزنس ڈیل تھی۔ ورنہ آج اسجد کے آنے کا بھی خیال تھا۔ خیر ہم ذرا جلدی اس لئے آئے ہیں کہ آپ سب کو لے جا کر آئس کریم کھلائی جائے۔"

"ہم نہیں احمد بھائی! صرف آپ......" مشہد نے کچھ تیکھے لہجے میں باور کرایا۔

"چلئے ایسا ہی سہی۔" احمد بھائی نے جواب دیا۔

"اور ہاں، تمکین بھی نہیں جائے گی۔" مشہد کے خشک اور سرد انداز پر ماہیا اور اسجد نے خفت بھری نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"وہ کیوں؟ تم آرام کرو۔ اس بے چاری کو انجوائے کرنے دو۔" احمد بھائی نے کہا۔

"وہ دراصل آپ لوگوں کے ساتھ سوٹ نہیں کرے گی۔ میں اسے بے پردہ ہونے کی اجازت نہیں دے سکتا۔" مشہد نے چبا چبا کر جملہ مکمل کیا اور طنزیہ نظروں سے ماہیا کے سراپے کا جائزہ لیا۔ وہ شرمندہ سی ہو گئی۔

"یہ پردہ، بے پردہ کہاں سے بیچ میں آ گئے بھائی میرے! پوری فیملی جا رہی ہے، وہ بھی فیملی کا حصہ ہے بس۔" احمد بھائی کچھ نہ سمجھ کر چڑ سے گئے۔

"احمد بھائی! تمکین پردہ کرتی ہے ...... وہ آپ سب کے ساتھ عجیب لگے گی، اس لئے۔"

"مشہد بھائی! آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ کیوں عجیب لگیں گی؟ کیا پردہ کوئی نئی چیز ہے؟ ہمیں کیوں برا لگے گا، کیا ہم کسی اور دیس کے لوگ ہیں؟ آپ بالکل غلط طریقے سے پردے کی تعریف کر رہے ہیں، حالانکہ بات کچھ بھی نہیں۔ کوئی کرتا ہے اور کوئی نہیں۔ اچھے برے کی تو بات ہی نہیں۔" اسجد نے بھائی کو سمجھانے کی خاطر دھیمے لہجے میں کہا۔

"اور تم کیا سمجھتے ہو کہ سر سے پاؤں تک برقعہ چڑھا لینے کو پردہ کہتے ہیں، باقی سب بے پردہ ہیں۔ کیا ہے تمہارا نقطہ نظر؟...... نازش تمہاری بھابی بے پردہ ہیں، صرف برقعہ نہ پہننے کی وجہ سے۔ بڑی چھوٹی سوچ ہے تمہاری۔" احمد بھائی دبے

دبے غصے سے بولے۔

"بس، میں جو مناسب سمجھتا ہوں اپنی بیوی کے لئے، وہی کرتا ہوں۔ باقی دوسرے جو جی میں آئے کرتے پھریں۔" مشہد چبھتے ہوئے انداز میں کہتا ہوا اندر چلا گیا۔ ماہیا نے بہت ہتک محسوس کی۔ اسے صاف محسوس ہوا کہ مشہد بھائی اس کی اور نازش آپی کی توہین کر رہے ہیں۔ ایک دم سے ہی موڈ خراب ہو گیا۔

"احمد بھائی! فی الحال آئس کریم کا پروگرام کینسل کر دیں۔ مجھے ذرا جلدی ہے۔" وہ یہ کہہ کر تیز تیز قدموں سے چلتی ہوئی اندر چلی گئی۔ جبکہ احمد اور امجد دونوں کچھ شرمندگی سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

"بوا! آپ کی لاڈلی کو کیا ہوا؟...... شام سے کمرے میں بند ہے۔ نیلوفر، انٹرکام پر تین مرتبہ اسے بلا چکی ہے۔"

"کچھ چپ چپ اور بیزار سی ہے۔ پوچھنے پر بھی کچھ نہیں بتایا۔ گئی تو خوش تھی۔ واپسی پر تو تیور بگڑے ہوئے تھے۔" الماری میں بیگم سلیم الزماں کے کپڑے ترتیب سے رکھتے ہوئے بوا نے کہا۔

"کوئی بات ضرور ہے...... واپسی پر گاڑی بھی ہوا میں اُڑائی ہے، چڑچڑی سی ہو رہی تھی۔" بیگم سلیم الزماں سخت متفکر ہو رہی تھیں۔

"کوئی بات تو ہوئی ہو گی...... ورنہ ماہیا خوامخواہ چڑچڑی تو نہیں ہوتی۔ میرے ہاتھوں میں پل کر جوان ہوئی ہے...... میں اس کی ہر عادت سے واقف ہوں۔"

"تو معلوم کرو بوا! کیا بات ہے؟ میرا دل پریشان ہو گیا ہے۔"

"جانتی ہوں۔ آپ کی بھی تو ماہیا میں جان ہے۔" بوا نے مسکرا کر کہا۔

"اس اتنے بڑے گھر کی ساری رونق یہ دونوں ہی تو تھیں۔ نازش کے بعد ساری گہما گہمی، رنگ روپ ماہیا کی وجہ سے ہیں۔ ایک پل میری نظروں سے اوجھل ہو جائے تو جان پر بن آتی ہے۔"

"بس، اللہ کی مرضی ہے...... دھن دولت، زمین، جائیداد، فیکٹریاں، سب کچھ اللہ نے دل کھول کر دیا۔ مگر افراد کی کمی رہی۔ سلیم میاں کو نازش اور ماہیا دے کر بھول گیا اور نعیم میاں کو تو نیلوفر کے سوا کسی دوسرے بچے بچی کا منہ دیکھنے کو نہ ملا ...... ایسے ہی ترستے ہوئے دنیا سے دونوں میاں بیوی چلے گئے۔ یہ تو بھلا ہو کہ اس چار کنال کی کوٹھی میں ہی دونوں بھائیوں نے رہائش رکھی، بالکل ایک جیسے

پورشن بنائے۔ آج نیلوفر بیٹی کی وجہ سے ان کا گھر روشن ہے...... کچھ رونق ہے۔'' بوا حسب معمول کہیں سے کہیں نکل گئیں۔

''کاش! نیلوفر کو ہی اللہ ایک دو بچے اور دے دے تو خوب رونق ہو جائے...... اس گھر کو روشن رکھنے کے لئے ہی سلیم صاحب نے بھتیجی کے لئے احسن کا رشتہ قبول کیا تھا کہ احسن کا دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ گھر داماد بن کر رہے گا۔'' بیگم سلیم الزماں نے گزرے دنوں کو یاد کرتے ہوئے دھیرے دھیرے کہا۔

''اللہ ضرور نیلوفر کو اور اولاد دے گا...... انشاء اللہ۔''

''انشاء اللہ...... مجھے تو سب سے بڑھ کر نیلوفر اور احسن عزیز ہیں۔ دانیال پیارا ہے۔ احسن نے جس طرح کاروبار سنبھالا ہوا ہے، اپنا بیٹا بھی شاید نہ کر سکتا۔ کس قدر فرمانبردار اور مخلص ہے کہ بھول کر بھی کچھ کہہ دوں تو سچ کر دکھاتا ہے۔ مجھے تو وہ داماد سے زیادہ بیٹا لگتا ہے۔''

''کون بیٹا لگتا ہے چچی اماں......؟'' عین اسی وقت نیلوفر ان کے کمرے میں آتی ہوئی آخری جملہ سن کر بولی تو وہ کھل اٹھیں۔

''ارے جاناں! اپنے احسن میاں کی بات کر رہی تھی۔'' اسے اپنے قریب بٹھاتے ہوئے وہ بولیں تو وہ مصنوعی خفگی سے منہ پھلا کر بولی۔

''بس آپ کی ان باتوں نے ہی احسن صاحب کا دماغ خراب کر رکھا ہے۔''

وہ ڈپٹ کر بولیں۔ ''نیلو! یہ تم زیادتی کر رہی ہو احسن کے ساتھ...... وہ جیسا ہے، میں بالکل ویسا ہی کہتی ہوں۔ یہ روایتی بیویوں کی طرح شوہر کی خامیاں تلاش نہ کیا کرو۔''

''سوری چچی اماں! لیکن احسن کی کوئی بھی خرابی آپ کو خرابی لگتی ہی نہیں...... میں جس طرح مس کرتی ہوں وہ کیسے بتاؤں......؟'' وہ مسکراتے مسکراتے ایک دم سنجیدہ ہو گئی۔

''چندا! چھوٹی موٹی خامیاں تو ہر انسان میں ہوتی ہیں۔ انہیں نظر انداز کرنا پڑتا ہے۔ اور پھر ایسا ہیرا انسان اگر ہو تو قابل معافی ہوتا ہے۔'' انہوں نے پیار سے سمجھایا۔

''بٹیا! مجھے تو خود آج تک احسن میاں کی کوئی خامی نظر نہیں آئی۔ دھیرے سے بولنا، نظریں جھکا لینا، ادب آداب کا خیال رکھنا سب سے بڑی خوبیاں ہیں۔ بس تم مت ایسا سوچا کرو۔ اب تو کنبہ تھوڑا سا بڑھانے کی سوچو۔'' بوا نے تمام کپڑے الماری میں رکھنے کے بعد کہا تو وہ شرما سی گئی۔

''ہاں نیلو...... اب صرف دانیال سے کام نہیں چلے گا۔ اس چار کنال کی کوٹھی میں ہمیں تو خوب شور ہنگامہ چاہئے۔'' بیگم سلیم الزماں نے باقاعدہ حکمیہ انداز میں کہا تو وہ مزید سرخ پڑ گئی۔

''یہ بات آپ اپنے چہیتے احسن میاں سے کہیں۔ ان کے لئے تو دانیال بھی بالضرورت آ گیا ہے۔'' اس نے جواب دیا۔

''چلو، میں خود کہہ دوں گی...... کیونکہ احسن اس گھر کا بیٹا بھی ہے، داماد بھی ہے۔ تم نے، تمہارے بچوں نے ہی اس گھر میں رونقیں بکھیرنی ہیں۔ نازش چلی گئی، ماہیا بھی چلی جائے گی۔'' بیگم سلیم الزماں یک لخت اُداس ہو گئیں۔

''چچی اماں! مجھے آپ نے گھر میں رکھا تو پھر ماہیا کو کیوں نہیں؟ اس کے لئے بھی کوئی ایسا رشتہ ڈھونڈتے ہیں جو یہیں رہے۔'' نیلو نے ان کی اداسی دور کرنے کی خاطر کہا۔

''ارے بچے! آنے والے وقت اور فیصلوں کی کسے خبر؟ فی الحال تم جا کر اس لاڈلی سے پوچھو تو سہی کہ کیوں کمرے میں بند ہے......؟'' انہوں نے کہا تو وہ جھٹ کھڑی ہو گئی۔

''اس کی تو میں ابھی خبر لیتی ہوں۔ بوا! آپ اچھی سی کافی بنوائیں۔ احسن بھی یہیں آتے ہوں گے۔''

''اچھا بٹیا!'' بوا نے کہا اور کچن کا رخ کیا۔

+++

کمرے میں بہت گہرا اندھیرا اور سناٹا تھا...... دروازہ کھلنے سے ہلکی سی روشنی کمرے میں پیدا ہوئی۔ نیلو نے آنکھیں پھاڑ کر اسے تلاش کیا۔ بیڈ پر دو تکیوں کے درمیان منہ دیئے وہ ترچھی لیٹی تھی۔ نیلو نے کمرے میں داخل ہو کر اندازے سے

لائٹ آن کی تو بھی وہ اپنی جگہ سے نہ ہلی۔

"ماہیا...... ماہیا! جانو، کیا بات ہے؟" اس نے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے تکیہ اس کے چہرے سے ہٹا کر پوچھا۔

وہ کسمسا کر دھیرے دھیرے پلکیں جھپکنے لگی۔

"کیا بات ہے......؟" نیلو نے اس کے بکھرے بکھرے بالوں میں انگلیاں پھیریں۔

"کچھ نہیں ......بس ویسے ہی موڈ آف ہے۔" وہ بیزاری سے بولی۔

"کچھ نہیں بھی ہے اور موڈ بھی آف ہے...... یہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔"

"کوئی خاص بات نہیں ہے نیلو آپی!" وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"پھر یہ اندھیرے میں کیوں پڑی تھیں؟ جب سے نازش کی طرف سے آئی ہو، کمرے میں کیوں بند ہو؟"

"مشہد بھائی کی وجہ سے موڈ خراب ہو گیا تھا۔ اور تو کچھ خاص بات نہیں۔"

"مشہد بھائی، نازش کے دیور ہیں نا......؟" نیلو نے ذہن پر کچھ زور ڈالتے ہوئے پوچھا۔

"ہنہ...... وہ خود کو بہت منفرد ظاہر کرتے ہیں، خواہ مخواہ کی بحث شروع کر دی۔ میں نے بہت انسلٹ فیل کی ہے۔" وہ ناگواری سے بولی۔

"انہیں تم سے الجھنے کی کیا ضرورت تھی......؟"

"بس کچھ لوگوں کو پتہ ہی نہیں چلتا کہ کب کیا بات کرنی چاہیے؟ اپنی بیوی پردہ کراتے ہیں تو باقی سب ان کی نظر میں بے پردہ ہیں۔ نجانے کیا کیا کہہ رہے تھے۔" وہ جھنجھلا سی گئی۔

"ان کی بیوی کے پردے سے تمہارا کیا واسطہ......؟" نیلو نے حیرت سے پوچھا۔

"یہی تو حیرت کی بات ہے...... دراصل وہ مجھ پر اور نازش آپی پر طنز کر رہے تھے۔ برقعہ ہی اصل پردہ ہے ان کے خیال میں۔" وہ جل کر بولی۔ اس وقت اسے سچ مچ غصہ آ رہا تھا۔

"چھوڑو ...... انتہائی فضول اور غیر اہم بات ہے۔ انہیں کوئی کمپلیکس ہو گا۔ تم اس طرح کیوں محسوس کر رہی ہو؟" نیلو نے اس کے بگڑے موڈ کو بحال کرنے کی خاطر ہلکے پھلکے انداز میں کہا۔

"نیلو آپی! آپ کا خیال درست ہے ...... انہیں یقیناً کمپلیکس تو ہے۔ عجیب ڈری ڈری، اُداس اُداس ہیں تمکین بھابی ...... مجھے غصہ اس بات پر ہے کہ اتنا پڑھا لکھا انسان جو پوش ایریا میں رہتا ہے، اپر کلاس سے تعلق ہے وہ اتنی فرسودہ سوچ کا مالک ہے...... اس طرح کسی کو بھی توہین آمیز انداز میں مخاطب کر سکتا ہے۔ نازش آپی! میں یا آپ ہم کیسے لوگ ہیں، کیسے رہتے ہیں؟ خوبصورت، اسٹائلش ڈریسنگ کرتے ہیں، عریاں لباس نہیں پہنتے۔ حدود اور قیود میں رہتے ہوئے آتے جاتے، چلتے پھرتے ہیں۔ انہیں کیوں صرف برقعہ یا نقاب ہی پردہ لگتا ہے......؟" وہ شدید اشتعال میں آ گئی۔

"کول ڈاؤن ماہیا! اب ہم ان سے لڑ تو نہیں سکتے...... وہ جو کر رہے ہیں، انہیں کرنے دو۔ ہم جو مناسب سمجھتے ہیں وہ کر رہے ہیں۔ ہم کیوں پرواہ کریں؟ اور نازش کو دیکھو، اس نے تو کبھی ان باتوں کا اثر نہیں لیا۔ آج پہلی مرتبہ انہوں نے یہ بات نہیں کی ہو گی۔ وہ اس سے پہلے بھی ایسا ہی کہتے ہوں گے۔ مگر غور کرو، نازش نے کبھی ہم سے بھی اس کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی اس کے طور اطوار میں کوئی فرق آیا...... وہ آزادی کے ساتھ پسند اور فیشن کا لباس پہنتی ہے، آتی جاتی ہے۔ امد بھائی اس کے بغیر ایک لمحہ کے لئے بھی کہیں نہیں جاتے اور نہ ہی وہ بھائی کے اس فرسودہ خیال کی تقلید کرتے ہیں ...... پھر تم کیوں کڑھ رہی ہو؟" نیلوفر نے کافی وضاحت سے اپنی بات مکمل کی۔

اس کے ذہن کا بوجھ کسی حد تک کم ہو گیا۔

"چلیں چھوڑیں، آپ یہ بتائیں کہ احسن بھائی کہاں ہیں؟ ...... اور دانیال کہاں ہے؟"

"دانیال پڑھ رہا ہے اور احسن فریش ہو رہے تھے۔ شاید چچی اماں کے پاس آ چلے ہوں۔"

"آپ نے آج سارا دن کیا، کیا؟"

"کیا کرنا تھا...... میرے لئے احسن نے ذمہ داریوں کی لسٹ تیار کر کے رکھی ہوئی ہے جن سے احسن کا کوئی تعلق واسطہ نہیں۔" نیلو بیزاری سے بولی۔

"نیلو آپی! یہ بے ایمانی ہے ...... بے چارے احسن بھائی آپ کے لئے کتنا کام کرتے ہیں۔" وہ احسن کی غیر موجودگی میں اسی طرح تائیدی انداز اختیار کرتی تھی۔

"جی ہاں ...... یہ بے ایمانی ہے۔ ساری دنیا کے مرد اپنی فیملی کے لئے کام کرتے ہیں۔ آپ کے احسن بھائی انوکھا کام نہیں کرتے۔ میں تو اسے آزادی اور عیاشی کہتی ہوں۔ اپنی مرضی سے سوتے جاگتے ہیں، آتے جاتے ہیں۔ ساری پرابلمز میں فیس کرتی ہوں۔" وہ غصے سے اونچی آواز میں بولی۔

"تو آپ بھی کچھ لائف انجوائے کیا کریں ...... آپ کو انہوں نے کوئی روکا تو نہیں۔"

"میں بھی اب سوچ رہی ہوں کہ جاب کر لوں۔ تاکہ گھر کس طرح ڈسٹرب ہوتا ہے، یہ احسن صاحب کو لگ پتہ جائے۔"

"آپ کو بالکل کرنی چاہئے۔ لیکن کہیں اور نہیں، احسن بھائی کے ساتھ فیکٹری کے کام میں ان کی مدد کرنی چاہئے۔" ماہیا نے شرارتاً ہنسی ضبط کرتے ہوئے کہا تو وہ گھور کر بولی۔

"معاف رکھو مجھے ...... تاکہ فیکٹری کی بھی ساری ذمہ داری احسن صاحب میرے کندھوں پر ڈال کر کہیں اور مصروف ہو جائیں۔"

"بس پھر آپ نوکری کا خیال دل سے نکال دیں۔"

"دیکھی جائے گی ...... فی الحال تو تم اٹھو۔ کافی ٹھنڈی ہو رہی ہو گی۔" نیلوفر نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"کافی کہیں باہر چل کر نہ پی جائے، کیا خیال ہے؟" اس نے پیار سے پوچھا۔

"پھر سہی...... کیونکہ اب کافی بن چکی ہو گی۔" وہ یہ کہہ کر کمرے سے باہر نکل

گئی۔ وہ اٹھ کر آئینے کے سامنے کھڑی ہو کر اپنا جائزہ لینے لگی۔ ایک دم ہی اسجد ذہن کے ایک گوشے میں مسکرانے لگا تو وہ ہولے سے مسکرا دی۔

"اسجد! کیا تمہارے لئے مجھے سوچنا چاہئے؟" اس نے دھیرے سے گویا اس سے پوچھا۔

"ہنہ...... اس لئے کہ میں صرف تمہارا خیال ہوں۔ تمہیں ہی مجھے سوچنا ہے۔" جیسے اسجد نے اس کے کان میں شوخی سے جواب دیا...... وہ پُرسکون اور تروتازہ ہو گئی۔

+++

"اوہو...... احمد! پلیز اٹھیں، مجھے پارلر جانا ہے۔ آپ نے سلیم بھائی سے دس بجے آنے کا وعدہ کیا تھا۔ اگر ان کی بہن کی بارات آ گئی تو بعد میں جانے کا کیا فائدہ۔ کیا سوچیں گے وہ؟" نازش نے بے سدھ سوئے احمد پر سے کمبل کھینچا۔

"کیا مصیبت ہے نازش بیگم! تمہاری زبان ہے کہ تیز گام، مسلسل چل رہی ہے...... یار! کیا قیامت آ گئی ہے۔ آج چھٹی کا دن ہے۔" وہ جھنجھلا کر دوبارہ کمبل اوڑھتے ہوئے بولے۔

"اچھا ٹھیک ہے ...... تو پھر شادی میں جانے کا پروگرام کینسل کر دیں۔ آپ کے ہی عزیز دوست کی بہن کی شادی ہے...... مجھے کیا؟" وہ لاپرواہی سے کہہ کر بیٹھ گئی۔

"ارے نہیں بابا! وہ میرا جگری یار ہے ...... یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ جلدی تیاری پکڑو۔ ایسا کرو ڈرائیور کے ساتھ پارلر چلی جاؤ۔ لیکن خدارا جلدی آ جانا۔ اور بچے......؟"

"بچے گھر پر رہیں گے۔"

"ٹھیک ہے ...... مگر اب آپ جائیں اور جلدی آئیں۔ میں تیار ہوتا ہوں۔ گفٹ پیک کرا لیا تھا کہ نہیں؟" انہوں نے احتیاطاً پوچھا۔

"جی......" وہ گاڑی کی چابی اور اپنا پرس اٹھاتے ہوئے بولی۔

"سنو! ماما کو بتاتی جانا...... وہ بچوں کو خود ناشتہ وغیرہ کرا دیں گی۔"

"اوکے ...... ویسے دن کی شادی بھی کافی دقت طلب کام ہے۔ سارا دن ہی ایک تقریب کی تیاری اور شرکت میں ختم ہو جاتا ہے۔ رات کو انسان فارغ ہو کر کچھ دیر کے لئے چلا جاتا ہے۔" وہ کہتی ہوئی باہر نکل آئی۔ ماما کے کمرے کی طرف گئی۔ ماما اور اسجد چائے پی رہے تھے۔

"السلام علیکم ماما!"

"وعلیکم السلام ...... جیتی رہو!" بیگم ادریس نے اس کی پیشانی چومتے ہوئے کہا۔

"اتنی جلدی ناشتہ بھی ہو گیا اور چائے بھی۔ اسجد اتنی جلدی اٹھ گیا؟" نازش کو حیرت ہوئی۔

"بھابی جان! اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں۔ میں جن لوگوں کے درمیان چار سال گزار کے آیا ہوں، وہ بہت جلدی اٹھتے ہیں۔ اسی لئے تو ترقی کا سورج وہاں سے طلوع ہوتا ہے۔" اسجد نے ہنس کر کہا۔

"اچھی عادت ہے جلدی اٹھنے کی۔ نازش! تم حیرت اس بات پر کرو کہ ناشتہ اسجد نے خود بنایا ہے۔ اپنا بھی اور میرا بھی۔" بیگم ادریس خوشی سے پھولے نہیں سما رہی تھیں۔

"ویری گڈ...... یہ تو بہت اچھا کام آ گیا ہے لاڈلے دیور کو۔ میری تو ساری مشکل ختم۔" نازش شرارت سے بولی۔

اسجد نے نہ سمجھتے ہوئے دیکھا اور پوچھا۔ "کون سی مشکل؟"

"بھئی عروشہ اور زین کو تو اب تم ناشتہ کرا دیا کرنا ...... وہ ویسے بھی کھانے پینے کے چور ہیں، نخرے کرتے ہیں۔ تمہارے ساتھ آرام سے کر لیا کریں گے۔"

"صبح میرے ساتھ جاگیں گے تو کریں گے۔"

"تم کہو گے تو بات مان لیں گے۔ آج تو انہیں ناشتہ کرا دینا۔ کیونکہ میں پارلر جا رہی ہوں۔"

"خیر تو ہے...... کہیں جانا ہے؟" اس نے پوچھا۔

"ماما! آپ کو بتایا تھا نا کہ سلیم کی سسٹر کی شادی میں جانا ہے۔"

"ہاں، ہاں ...... ٹھیک ہے، جاؤ۔" ماما نے یاد کرتے ہوئے کہا۔ ان کے ہاتھ میں ہی تو سلیم شادی کا کارڈ دے کر گیا تھا۔ انہوں نے خود تو معذرت کر لی تھی البتہ احمد اور نازش کو سختی سے شرکت کے لئے تاکید کر دی تھی۔

"ماما! ایک بات تو بتائیں ......" اسجد نے بالکل ان کے سامنے قالین پر آلتی پالتی مار کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"جی بیٹا!" بیگم ادریس ممتا سے بھرپور لہجے میں بولیں۔

"جس طرح نازش بھابی تر و تازہ اور ہشاش بشاش رہتی ہیں، اپنا خیال رکھتی ہیں ویسے تمکین بھابی کیوں نہیں رہتیں؟ حالانکہ وہ نازش بھابی سے چھوٹی ہیں، ایک ہی بچی ہے۔ وہ بالکل خوش دکھائی نہیں دیتیں۔"

"تمہارا مشاہدہ بالکل درست ہے۔" انہوں نے رک کر لمبی سانس بھری اور پھر گویا ہوئیں۔ "میں تو خود کبھی کبھی اپنے آپ کو اس کا مجرم تصور کرتی ہوں۔ کاش! میں نے مشہد سے اس کی شادی نہ کی ہوتی، کہیں اور بیاہ دیتی۔ مشہد کے انکار کو اقرار میں نہ بدلواتی تو حالات زیادہ بہتر ہوتے...... پڑھی لکھی، باشعور بچی تھی، کہیں بھی اچھا رشتہ ہو سکتا تھا۔ بھابی کی نشانی جان کر کسی اور کے حوالے کرنے کی مجھ میں ہمت نہیں تھی ...... کس قدر منت بھری تھی حیات بھائی کی آنکھوں میں...... اور بھابی کی آنکھوں کی ڈوبتی چمک میں التجا تھی کہ ان کی لاڈلی بیٹی تمکین کو کبھی کوئی دکھ نہ پہنچے ...... میں نے ان دونوں سے وعدہ کیا تھا کہ تمکین میری بیٹی ہے...... مگر......"

شدتِ غم سے وہ سسکیاں لینے لگیں تو اسجد پریشان ہو گیا۔

"ماما! پلیز، پریشان نہ ہوں ...... آپ نے اچھا فیصلہ کیا تھا۔ تمکین بھابی کو ہم سب چاہتے ہیں۔ اور جو تھوڑی سی کمی ہے وہ ہم دور کریں گے۔ میں آ گیا ہوں، مشہد بھائی کو سمجھائیں گے۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔" اس نے ان کے ہاتھ ہلاتے ہوئے تسلی دی۔

"نجانے کیوں مشہد نے اس کی حقیقی خوشیاں چھین لی ہیں...... جیسے احمد اور نازش ہنستے کھیلتے نظر آتے ہیں، ویسے یہ دونوں نہیں ...... کبھی کبھی بہت خیال بھی کرتا

ہے۔ باہر بھی لے جاتا ہے۔ دوستوں کی طرف بھی لے جاتا ہے۔ مگر سر سے پیر تک لپیٹ کر ...... وہ تو اس پر بھی خوش ہے کہ پردہ اچھی چیز ہے، مگر مشہد دوسروں پر طنز بھرے تیر برساتا رہتا ہے اور اسے اپنی مرضی کا تابع ظاہر کرتا ہے تو وہ بجھ سی جاتی ہے ...... اس کو اس کی مرضی سے اگر پردہ کرنے دے، سب کے ساتھ آنے جانے دے، سب کے درمیان لمبی لمبی تقریریں نہ جھاڑے تو وہ خوش رہے۔ مگر اس نے تو اسے کارٹون بنا دیا ہے ...... روبوٹ بنا دیا ہے ...... جس کا آن آف بٹن اس کے انگوٹھے تلے رہتا ہے۔ کھوکھلی باتیں کرتا ہے۔ پردہ داری ہر مسلمان عورت جانتی ہے، مگر اس کم عقل مشہد نے پردے کو بھی تماشا بنا دیا ہے۔" بیگم ادریس دبے دبے غصے میں کہتی چلی گئیں۔

"میرا بھی یہی خیال ہے۔ پردہ اچھی چیز ہے۔ مشہد بھائی کو پسند ہے، بات ختم۔ تمکین بھابی پردہ کرتی ہیں مگر گردن اکڑا کر سب کو یہ جتلانا کہ ان کے جیسا مرد چابک سے بیوی کو پردہ کرواتا ہے جیسا کہ وہ کروا رہے ہیں، باقی سب مرد ایسا نہیں کرتے۔ لہٰذا سب پر طنز کرنا، برا بھلا کہنا، اپنے اوپر فخر کرنا، یہ کوئی کامیابی نہیں ہے، بڑی بیمار سوچ ہے مشہد بھائی کی۔ انہیں کوئی احساسِ کمتری ہے۔" اسجد کو بھی ہلکا سا غصہ آ گیا۔

"ہاں ہے...... بالکل احساس کمتری ہے۔ بارہا احمد کو، نازش کو سناتا رہتا ہے۔ ٹی وی پر ڈرامے کے دوران کرداروں پر طنز کرنے لگتا ہے۔ کہتا ہے کہ احمد بھائی کیسے غیرت مند ہیں، بیوی کو بے پردہ لے کر گھومتے پھرتے ہیں، دوستوں سے ملواتے ہیں۔ نازش بھابی منی بلاؤز پہنتی ہیں، بغیر بازوؤں کی قمیصیں پہنتی ہیں، بے باک قہقہے لگاتی ہیں ...... اور نجانے کیا کیا۔" بیگم ادریس چپ ہو گئیں۔

"ماما! کوئی بھی چیز اعتدال سے باہر نکلتی ہے تو خرابی پیدا کرتی ہے۔ ایک طرف مشہد بھائی کا خیال بھی مناسب ہے۔ حد سے بڑھی ہوئی آزادی بھی مناسب نہیں ہوتی۔ یہ بات احمد بھائی نہیں سوچتے۔ انہوں نے نازش بھابی کو ہر طرح کی آزادی دے رکھی ہے۔ مگر یہ ان کی مرضی ہے۔ حیرت تو اس بات پر ہے کہ عورت کی اپنی مرضی اور حیثیت کیا ہے؟ دو مردوں کی مرضی اور پسند پر ہمارے گھر کی

عورتیں زندگی بسر کر رہی ہیں۔"

"کچھ بھی ہے، نازش اور احمد خوش تو ہیں۔ زندگی کو زندہ دلی سے گزار تو رہے ہیں۔ مگر اس کا کیا کریں کہ بدنصیب تمکین شادی کے بعد اور زیادہ تنہا اور اُداس ہو گئی ہے۔"

"پھیکی اور بے رنگ شخصیت بن گئی ہے ان کی۔ کتنے ڈل کلر پہنتی ہیں۔"

"مشہد جو اسے سانولے رنگ کے طعنے دیتا رہتا ہے ...... اس لئے اس نے ایسے کپڑے خریدنے شروع کر دیئے ہیں۔ وہ اکثر اپنے حُسن کے قصیدے پڑھتا ہے اور مجھ سے الجھتا ہے کہ میرے لئے کوئل تلاش کر رکھی تھی آپ نے۔"

"ماما! آپ مشہد بھائی کے مزاج سے بخوبی آگاہ تھیں ...... آپ کو یہ شادی نہیں کرنی چاہئے تھی۔ مشہد بھائی بچپن سے اپنی خوبصورتی پر نازاں رہے ہیں۔ خوبصورت چیزوں کی فرمائش کرتے تھے۔ کالج لائف تک ٹھیک ٹھاک لبرل تھے، بہت سے فلرٹ بھی کئے۔ یہ تو اب ان میں مذہب پرستی آ گئی ہے۔ کافی دقیانوس بھی ہو گئے ہیں اور مزاج تو حد درجہ تلخ ہو گیا ہے۔"

"اسجد بیٹا! تم کوشش کرو۔ میری تمکین خوش رہے۔ ہنسے بولے۔" بیگم ادریس نے پُر امید نظروں سے اس کی طرف دیکھا تو اس نے اطمینان دلانے والی مسکراہٹ کے ساتھ اثبات میں گردن ہلا دی۔

+++

ننھی مژگاں کے سیاہ گھنے بالوں میں ممتا بھری انگلیاں پھیرتے ہوئے وہ کسی گہری سوچ میں غلطاں تھی۔ تکیے پر سر ٹکائے مسلسل چھت کو گھور رہی تھی۔ نجانے ذہن کہاں کہاں بھٹک رہا تھا۔ سیاہ آنکھوں میں دور تک پھیلے سناٹے صاف دکھائی دے رہے تھے۔ واش روم سے نہا کر باہر نکلتے ہوئے مشہد نے ٹھٹک کر اس کی طرف دیکھا، وہ اپنے خیالات میں محو تھی۔

"اوں، ہنہ......" وہ کھنکار کے متوجہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

"جی!"

"کیا سوچ رہی ہو......؟" وہ یہ کہہ کر ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھ گیا۔

''کچھ نہیں.....'' وہ دھیرے سے بولی۔

''پھر یہ شکل پر بارہ کیوں بج رہے ہیں؟'' اس نے طنز کیا۔

اس کا دل کٹ کے رہ گیا۔ ''شکل ہی ایسی ہے۔''

''یہی تو رونا ہے.....'' اس نے شانے اچکا کر سنگدلی کا مظاہرہ کیا۔

''آپ صاف کیوں نہیں کہتے کہ میری شکل پر اعتراض ہے۔'' وہ آہستہ سے بولی۔

''میں نے ایسا کبھی نہیں کہا۔'' وہ کلون چھڑکنے میں مصروف ہو گیا۔

''ہنہ ..... اتنی جرأت نہیں ہے آپ میں۔ آپ دلی طور پر کمزور انسان ہیں۔ کھل کر یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ میری شکل آپ کو پسند نہیں۔'' وہ بھی دل کی بات زبان پر لے ہی آئی۔

''دیکھو تمکین بیگم! لوگوں کی باتوں پر توجہ نہیں دینی چاہئے۔ اپنی مرضی اور پسند سے زندگی گزارنی چاہئے۔'' وہ سامنے آکر بولا۔

''کون سے لوگ ..... مجھے کبھی کسی نے کچھ نہیں کہا۔ رہی بات مرضی اور پسند کی تو وہ حق آپ نے کب مجھے دیا ہے؟'' وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

''بیوی بنایا ہے تمہیں۔ اور کون سا حق چاہئے؟ شوہر کی مرضی اور پسند کیا بیوی کی مرضی اور پسند نہیں؟ میری مرضی سے اگر جیتی ہو تو اعتراض ہے کیا.....؟'' اس کی گہری براؤن آنکھوں میں چبھن ہی چبھن تھی۔

''یہ ہر وقت شوہر کی پسند، مرضی کا راگ آپ نجانے کیوں الاپتے رہتے ہیں۔'' وہ رخ موڑ کر بولی۔

''تو آزادی چاہئے تھی تمہیں، جیسے نازش بھابی آزادانہ گھومتی ہیں، ویسے؟''

''آہستہ بولئے، خدارا۔ نازش بھابی نے سن لیا تو برا ہو گا۔ آپ کسی سوال کا بھی مناسب جواب نہیں دیتے میں صرف آپ کی محبت اور توجہ چاہتی ہوں، باقی مجھے آپ کے کسی حکم پر اعتراض نہیں۔ مجھے خوشی چاہئے، آپ کا پیار چاہئے۔ میں جیسی ہوں، اب صرف آپ کی بیوی ہوں۔''

''تو کیا نہیں دیا میں نے تمہیں پیار؟ میری مژگاں تمہاری کوکھ سے پیدا ہوئی

ہے۔ میں تمہاری عصمت و پاکیزگی کی حفاظت کرتا ہوں۔ جہاں لے کر جاتا ہوں، اپنی بیوی کہہ کر متعارف کراتا ہوں۔ اور کیا چاہئے.....؟''

''آپ نے کبھی غور نہیں کیا کہ آپ کے تعارف میں، آپ کے پیار میں تضحیک کتنی ہوتی ہے۔ میری تذلیل کس قدر ہوتی ہے۔ آپ کی باتوں میں جھوٹ کہاں ہوتا ہے، آپ کی نظریں کب چوری کرنے لگتی ہیں ..... آپ میری ایک کمی کو آج تک قبول نہیں کر سکے۔ میں حسین نہیں ہوں اور یہ خامی آپ سے کیا کرواتی ہے، کیسے کیسے جھوٹ بلواتی ہے؟'' اس کا گلا رُندھ گیا۔

''اگر میں ایسا سمجھتا تو تمہیں پردہ کرنے کو کیوں کہتا؟ تم میں چھپانے کو کیا ہوتا؟ بولو۔ بلاوجہ خرافات سوچتی ہو۔ جب کوئی بے باک صورت دیکھ لیتی ہو، میں تمہیں جلاد دکھائی دینے لگتا ہوں۔ اور سنو..... یہ ماہیا سے متاثر ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ مجھے یہ لڑکی پسند نہیں۔'' وہ اس کے کندھے پکڑ کر بولتا چلا گیا۔

وہ آنکھیں پھاڑے کھڑی کی کھڑی رہ گئی ..... اس نے تو گویا کچھ بھی نہیں سنا تھا۔ وہ آندھی کی مانند جا بھی چکا تھا۔ وہ اپنے ہی قدموں پر پتھر کی مورت بنی کھڑی تھی۔

''قندھاری انار جیسی رنگت والی، کامنی سی ماہیا تمہیں پسند نہیں۔ واہ مشہد علی! کتنا سفید جھوٹ بولتے ہو؟ وہ تو کسی تصویر یا پتھر کے مجسمے کو بھی دکھا دی جائے تو وہ بول اٹھیں ..... تمہیں ماہیا پسند نہیں۔ تم ..... تم جھوٹ بولتے ہو۔ دراصل تم میری کم صورتی کے آئینے میں اپنی توہین برداشت نہیں کر سکتے ..... اس لئے تمہیں کوئی حسین لڑکی بنا عیب کے دکھائی نہیں دیتی۔''

وہ خاصی اونچی آواز میں بڑبڑائی اور مُردہ قدموں سے چلتے ہوئے دیو قامت شیشے کے سامنے کھڑے ہو کر بے ساختہ ہی اپنے ہاتھوں سے چہرہ ٹٹولنے لگی۔ انگلیوں کے تیز تراشیدہ ناخنوں سے جلد کھرچنے لگی۔

پورا چہرہ سرخ سرخ لکیروں سے بھر گیا ..... پھر بھی اسے قرار نہ آیا۔ انسان بعض اوقات کتنا بے بس ہو جاتا ہے۔ لوگوں کو خوش کرنے کے لئے اللہ کی بنائی چیزیں بھی الٹ پلٹ کر رکھ دیتا ہے ..... مگر ایسا ہوتا نہیں ..... جو اپنی کرشمہ سازی

سے قادر مطلق بنا دیتا ہے۔ اسے کوئی تبدیل نہیں کر سکتا ...... اگر کر سکتا تو تمکین جیسی لاکھوں، کروڑوں لڑکیاں تیز نوکیلے ناخنوں سے اپنا چہرہ کھرچ کر دوبارہ بنا لیتیں۔"

"سب کچھ بیکار ہے ...... صرف یہ پکا رنگ ہی پائیدار ہے۔ یہ مجھ سے جدا نہیں ہو سکتا۔" ڈریسنگ ٹیبل پر رکھی بہت سی نازک کانچ کی بوتلیں اور جار اس وقت اس کا منہ چڑا رہے تھے ...... کوئی کریم، کوئی لوشن اس کی توقیر میں اضافہ نہیں کرا سکا تھا۔ اس نے ہاتھ مار کر سب چیزیں پھینک دیں۔

"مشہد! تم کہتے ہو کہ کیا نہیں ہے میرے پاس ...... اور تمہیں میری معمولی شکل و صورت پر کوئی غصہ اور دکھ نہیں تو یہ غلط ہے ...... تم سمجھتے ہو کہ میں سمجھ نہیں سکتی، میرے اور تمہارے درمیان فاصلہ ہی میری شکل و صورت کا ہے جس کا اظہار تو تم کرتے رہتے ہو مختلف طریقوں سے، مختلف موقعوں پر ...... تمہیں تو اس کا احساس بھی شاید نہ ہو، مگر میں ...... میں تو کسی گہرے کھڈ میں جا گرتی ہوں ...... کسی قبرستان میں موجود کسی پرانی قبر میں دفن ہو جاتی ہوں جس کا نام و نشان تلک لوگ بھول چکے ہوں ...... کوئی اس کے دکھ کیا سنے جو دکھ ہی گونگے ہوں ...... کسی سے کچھ نہیں کہہ سکتے ہوں ...... میرے دکھ میرے اندر میری ہستی کا ماتم کرتے ہیں ...... دنیا میں ہر جاندار اور بے جان چیز اندر کے دکھ کو باہر نکال دیتی ہے۔ مگر انسان کتنا بے بس ہے کہ وہ آسمان نہیں جو برس پڑے، پہاڑ نہیں کہ پھٹ پڑے، گل نہیں جو مرجھا جائے ...... انسان کا دکھ تو انسان کے بدن کو کھا جاتا ہے ...... میں آہستہ آہستہ اور زیادہ بدصورت ہوتی جا رہی ہوں ...... اماوس کی رات بنتی جا رہی ہوں ...... مشہد! غور کرو ...... غور کرو ......"

وہ اور زور زور سے پھر چہرے پر ہاتھ پھیرنے لگی ...... رونے لگی۔

+++

یوں تو عشق میں سبھی کچھ آسان ہے مگر
قیامت بن کے گزرتے ہیں ہجر کے لمحات جاناں

ایک عجیب پُر اثر لمحہ تھا۔

ایک عجیب سا خمار تھا۔

وہ جس شے کی زد میں تھا ...... وہ اس کا پہلا پیار تھا۔

پہلا خیال اور پہلا خواب تھا ......!

جسے وہ پلکوں کی پالکی میں بٹھا کر سمندر پار لے گیا تھا ...... دل کی دھڑکنوں میں بسا کر پرائے دیس لے گیا تھا۔

جو لمحہ اس کے ساتھ رہ رہی تھی ...... کھلی آنکھوں سے ...... بند پلکوں سے ...... دھیمی مسکان سے ...... بے باک قہقہوں سے ...... بے تابیوں سے، بے قراریوں سے اس کے قریب رہی۔

چار سال محبت کی تپش کو ہوا دینے کے لئے کافی تھے۔

وہ پور پور ماہیا کی محبت کے چشمے میں بھیگ چکا تھا۔

اس وقت بھی وہ خیال میں اٹھلاتی، ننھی سی پیاری سی ناک چڑھاتی، ادا سے چلتی اس کے سامنے آ گئی۔

اسجد نے کہنیوں پر اٹھتے ہوئے چونک کر اسے دیکھنے کی کوشش کی۔

"آہا، ہا ...... اسجد تمہاری دیوانگی بھی خوب ہے ......" وہ جیسے ہنستے ہوئے اس کے دل کے تار بجا گئی۔

"میری دیوانگی تم ہو ماہیا ...... صرف تم!

میری زندگی کا نصاب ہو تم!

میری زندگی کی کتاب کا انتساب ہو تم ......!"

وہ سچ مچ اس کی بات کا جواب دینے کے لئے اٹھ بیٹھا۔

کمرے میں کوئی نہیں تھا ...... اندھیرا تھا، زیرو پاور کے بلب کی نیلی سی روشنی تھی۔

بے قرار دھڑکنوں کا شور تھا۔

محبت کی لو دیتی نگاہوں سے پھوٹنے والی روشنی کے اشارے تھے۔

شرارے تھے ...... محبوب کی موجودگی کا شدید احساس تھا ......

"ماہیا! تمہیں میری محبت کا جواب دینا ہوگا ......

مجھے چاہنا ہوگا ......"

''واہ......خوامخواہ......'' وہ ہلکے سے ہنسی۔

اسجد ایک ٹک اسے دیکھنے لگا......اس کا ذہن اسے محسوس کرنے لگا۔

اسے لگا کہ وہ مسکراتی ہوئی اس کے کندھے کے قریب کھڑی ہے ...... اس کی خوبصورت، چمکتی دمکتی قیمتی ہیروں جیسی آنکھیں بڑی شدید محبت کا احساس لئے اس پر جمی ہیں۔

''ماہیا! پلیز ایسا مذاق نہ کیا کرو ...... میں اپنے دل کا خالی کشکول لئے صرف تمہاری خیرات کا منتظر ہوں ......اس میں بھیک ڈال دو......اپنے حُسن کی۔

لبوں کی سرخیوں کی۔

نگاہوں کی مستیوں کی۔

اداؤں کے بانکپن کی۔

عمر بھر کے حسین ساتھ کی۔''

وہ بھیک مانگ رہا تھا ...... ایک ایسے بھکاری کی طرح جس کا محبوب حُسن و جمال کا بادشاہ ہے ...... جو دلکشی و رعنائی کے ایسے خزانوں کا مالک ہو کہ تھوڑی سی خیرات اگر دے بھی دے تو خزانے میں رتی برابر فرق نہ آئے۔

اس میں اس کا کچھ قصور تھا بھی نہیں ...... وہ تھی ہی ایسی کہ جو دیکھ لے، اس کا دم بھرنے لگے ...... اس کو اس گھر میں لانے کا جنون صرف اسجد کا ہی نہیں تھا، بیگم ادریس بھی محبت پاش نظروں سے اس کی نظر اتارتی تھیں ...... اسجد کی غیر موجودگی میں بھی وہ ماہیا کی پوری خبر رکھتی تھیں ...... بیٹے کی واپسی کا شدت سے انتظار تھا۔

پہلے وہ کوئی بات کرنا نہیں چاہتی تھیں ...... اسجد کی رائے معلوم کئے بنا کوئی فیصلہ کرنا قطعی نامناسب سمجھتی تھیں ...... لہٰذا اسجد کا دل ہی ماہیا پر نہیں آیا تھا ...... بیگم ادریس کو بھی وہ بہت پسند تھی۔

''ماہیا جی! میں بہت جلد تم سے محبت کا واضح جواب مانگوں گا۔''

یہ کہہ کر وہ اس کے خیالوں سے باتیں کرتا نیند کی دنیا میں پہنچ گیا۔

+++

احسن شام کو گھر لوٹے تو ماہیا کی سفید گاڑی گیٹ سے نکلتی دیکھ کر باہر ہی رک

گئے...... گاڑی کا بیک ڈور کھول کر وہ اس کی گاڑی کے قریب آ گئے۔ وہ انہیں اپنے سامنے یوں شیشے پر جھکا دیکھ کر ٹپٹا سی گئی ...... زبان جیسے ساتھ چھوڑ گئی۔ انہوں نے ڈرائیونگ سیٹ والے کھڑکی کے شیشے پر شہادت کی انگلی موڑ کر ہلکی سی دستک دی تو اس نے جلدی سے شیشہ نیچے کر کے بے ساختہ سلام کر دیا۔

''السلام علیکم بھائی جان......''

''یہ حسین سواری کہاں جا رہی ہے......؟'' انہوں نے گمبھیر دلنشین آواز میں پوچھا۔ اس طرح کے شگفتہ جملے پر وہ تحیر میں آ گئی۔

''کیوں بھئی ...... کیا ہمیں نہیں بتاؤ گی؟''

وہ سخت بوکھلا سی جاتی تھی ...... اس وقت بھی اس کی حاضر جوابی، زبان کی برق رفتاری سب جواب دے گئی تھیں ...... وہ تھوک نگلتے ہوئے فقط اتنا جھوٹ بول گئی۔

''وہ احسن بھائی! کچھ کارڈز اور کتابیں خریدنی تھیں۔''

''یہ تو اچھا اتفاق ہے۔'' وہ مختصراً کہہ کر اپنی گاڑی کے ڈرائیور کو اشارہ کرنے لگے۔ جس کا مطلب تھا کہ تم گاڑی گیٹ سے اندر لے جا کر لاک کر دو۔ وہ کچھ نہ سمجھ سکی۔ اس سے پہلے کہ کچھ پوچھنے کی جرأت کرتی، وہ دوسری طرف سے آ کر فرنٹ ڈور کھول کر بڑے اطمینان سے بیٹھ گئے۔

اس کے تو اوسان خطا ہو گئے...... احسن بھائی کی موجودگی میں گاڑی ڈرائیو کرنا اس کے لئے کس قدر مشکل ہو سکتا ہے، یہ اس وقت اس کے چہرے کی رنگت بیان کر رہی تھی۔ وہ بغور دیکھتے ہوئے محظوظ ہو کر بولے۔

''گاڑی اسٹارٹ کرو ......لوگ کیا کہیں گے......؟''

''جی...... وہ لیکن میں......''

وہ اعلیٰ انداز میں زیرِ لب مسکرائے۔

''مجھے بھی چند کتابیں اور ڈائریاں خریدنی تھیں، کافی دنوں سے پروگرام بنا رہا تھا، آج اچھا اتفاق ہے تمہارا ساتھ ہے ...... میرا مطلب ہے تمہاری پسند سے خرید لیں گے۔''

"جی...... جی احسن بھائی......"

وہ کانپتے ہاتھوں سے گاڑی ڈرائیو کرنے لگی۔

اس نے تو جان چھڑانے کو جھوٹ بول دیا تھا......اب چاٹ کھانے کا پروگرام کینسل کر کے نہ چاہتے ہوئے بھی کارڈز اور کتابیں خریدنی پڑیں گی ...... یہ سوچ کر اس نے اوسان بحال کیے۔

"میرے سامنے پریشان کیوں ہو جاتی ہو......؟" اچانک انہوں نے پوچھا۔

"نہیں تو ...... آپ تو بہت اچھے ہیں ...... میں تو آپ کی بہت تعریف کرتی ہوں۔"

"مجھے برا کون کہتا ہے......؟"

"کوئی نہیں ...... بس نیلو آپی، آپ کی مصروفیت اور سنجیدگی کی وجہ سے شاکی رہتی ہیں تو میں ان کو سمجھا دیتی ہوں، وہ مسکرا کر سمجھ جاتی ہیں۔"

ان کی نرم گوئی سے وہ کافی حد تک سنبھل چکی تھی ...... گاڑی بھی بہتر طریقے سے ڈرائیو کر رہی تھی۔ وہ دلچسپی سے تھوڑی تھوڑی دیر بعد اس پر نگاہ ڈال لیتے۔

"کیا سمجھاتی ہو نیلو کو......؟" معصومیت سے پوچھا گیا۔

"یہی کہ احسن بھائی بہت اچھے ہیں۔ بہت نائس ہیں۔"

"نائس بسکٹ ہیں...... ہا، ہا، ہا......" شرارت سے جملہ اچک کر وہ زور زور سے قہقہہ لگا کر ہنستے چلے گئے ...... وہ جھٹکے سے گاڑی روک کر حیرت سے ان کو یوں ہنستا ہوا دیکھنے لگی ...... وہ تو کبھی اس طرح نہیں ہنستے ...... پھر یہ آج اتنی تبدیلی......

"ارے بابا! گاڑی چلاؤ اور بتاؤ اور کیا کیا سمجھاتی ہو......؟" وہ ہنسی کے باعث آنکھوں میں آئی نمی ٹشو پیپر سے صاف کرتے ہوئے بولے۔

"جی...... آپ ہیں ہی بہت اچھے۔ اماں بھی تو آپ کی بہت تعریف کرتی ہیں۔" وہ مسکرانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے بولی اور دوبارہ گاڑی اسٹارٹ کی۔

"سنو...... خریداری بعد میں کریں گے، پہلے کچھ کھاتے پیتے ہیں۔ لہٰذا اس طرف گاڑی کا رخ کرو۔"

"تو ایسا کرتے ہیں احسن بھائی کہ واپس چلتے ہیں ...... دانیال، نیلو آپی اور اماں کو بھی ساتھ لے آتے ہیں ...... چائنیز چلتے ہیں......" اپنی دانست میں اس نے اچھا مشورہ دیا۔

"پھر سہی ...... فی الحال تو آپ اور میں ہی کچھ کھا لیتے ہیں...... وہ بھی آپ کی پسند سے......"

انہوں نے کچھ اس انداز میں فرمائش کی کہ وہ ہلکے سے مسکرا دی۔

اور پھر اس نے ان کی خواہش کے مطابق اپنی من پسند جگہ سے فروٹ چاٹ انہیں کھلائی ...... چاٹ کھانے کے دوران وہ ہلکی پھلکی گپ شپ کرتے رہے۔

ماہیا کے لئے حیرت کی ایک دنیا تھی ...... اس نے دل میں سوچا۔

'کتنا غلط سوچتے ہیں بسا اوقات ہم سب لوگ ...... کسی کی سنجیدگی کو، کم گوئی کو ہمیشہ کی عادت سمجھ لیتے ہیں...... ایسے افراد کو سڑیل، بد مزاج، تنہائی پسند، آدم بیزار، خود پسند اور نجانے کیا کیا القابات دے ڈالتے ہیں۔ ایسا ہی کچھ احسن بھائی کے ساتھ بھی ہو رہا ہے ...... نیلو آپی ہر وقت شاکی رہتی ہیں۔ لاپرواہ، لاتعلق، سخت مزاج، خود پسند کہہ کہہ کر اپنے دل کا بوجھ کم کرتی رہتی ہیں ...... دل کا بوجھ کم ہو کر ان کے سر میں جا ٹھہرتا ہے تو وہ پھر ہائے ہائے کرنے لگتی ہیں......'

نیلو آپی! آپ احسن بھائی کو سمجھنے میں غلطی کر رہی ہیں ...... یہ تو بظاہر نظر آنے والی شخصیت کے برعکس ہیں۔ اس وقت چٹخارے لے کر چٹ پٹی چاٹ کھاتے آپ دیکھ لیں تو حیرت سے مر جائیں۔

اس نے سوچتے سوچتے نیلو سے کہا ...... اس کی سرگوشی کچھ احسن کے کانوں سے ٹکرائی تو وہ بولے۔

"کس سے باتیں کر رہی ہو......؟"

"جی کسی سے نہیں ...... چلیں......؟" چاٹ کے خالی برتن اس نے گاڑی کی کھڑکی سے ویٹر کو پکڑانے کے بعد پوچھا۔

"جیسی آپ کی مرضی۔ وہ خریداری......؟" ایک دم انہوں نے کچھ یاد کرتے ہوئے سوالیہ انداز میں دیکھا۔

"وہ پھر کبھی کر لیں گے ...... اب واپس چلتے ہیں۔" وہ گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے ٹال گئی۔

+++

سیاہ شیفون کی ساڑھی کے ساتھ باریک نیٹ کے بلاؤز میں، بالوں کو کھلا چھوڑ کر اس نے ہلکا سا میک اپ کیا...... تو اسی اثنا میں ماہیا اور احسن کمرے میں داخل ہوئے۔

اس کے حسین سراپا پر چاہت بھری نگاہ ڈالتے ہوئے ماہیا چلائی۔

"واؤ...... بیوٹی فل ...... کس قدر خوبصورت لگ رہی ہیں آپ اس ساڑھی میں۔"

نیلو نے ماہیا کی تعریف سن کر فوراً خوشی کے ساتھ احسن کی طرف دیکھا۔ اصل پذیرائی تو اسے احسن سے چاہئے تھی۔ احسن سرسری نظر ڈال کر ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے ہوئے صوفے پر گر سے گئے۔

"کہاں کی تیاری ہے......؟"

"دانیال کی ضد تھی کہ ڈنر باہر کرنا ہے...... آپ دونوں کا انتظار کر رہے تھے۔ چچی اماں بھی تیار ہیں۔"

"سچ ...... میں بھی تیار ہوں...... احسن بھائی بھی تیار ہیں۔"

"سوری، میں تو فُل ہوں ...... کچھ اور کھانے کی گنجائش نہیں۔ آپ لوگ انجوائے کریں۔"

احسن حسب معمول سنجیدگی سے کہہ کر واش روم کی طرف بڑھ گئے۔ نیلو کا منہ لٹک گیا ...... ماہیا نے بھی محسوس کیا۔

"ارے، میں یہ تو بتانا بھول گئی کہ احسن بھائی نے کتنے مزے مزے کی باتیں کیں، فروٹ چاٹ کھائی...... سچ نیلو آپی! احسن بھائی ویسے نہیں ہیں جیسے دکھائی دیتے ہیں......"

ماہیا نے ہر ممکن کوشش کی احسن کے بہتر تاثر کے لئے۔ مگر نیلو کی ڈبڈبائی آنکھیں مطمئن نہ ہو سکیں۔

"وہ ایسے دکھائی نہیں دیتے، محسوس کرتے ہیں ہم ...... میں اور دانیال ان کے ساتھ رہتے ہیں ...... ہمارے لئے یہ وہی ہیں جو ہم محسوس کرتے ہیں۔"

"آپی ...... بی ریلیکس! آپ خود بھی کوشش کیا کریں انہیں کچھ چینج کرنے کی۔"

"ماہیا...... ماہیا! یہ تم کہہ رہی ہو ...... کیا نہیں کرتی میں ان کی خوشی کے لئے؟ ان کے پاس ایک لمحہ بھی نہیں ہے ہمارے لئے ...... دیکھا نہیں تم نے، ہماری یہ چھوٹی سی خوشی بھی وہ پوری نہ کر سکے۔"

"اچھا موڈ خراب نہ کریں، فی الحال ہم سب جا رہے ہیں۔ کدھر ہے دانیال؟ چلیں، مجھے تو بہت بھوک لگی ہے ...... چلیں پرس اٹھائیں۔"

ماہیا پوری طرح سے اس کا دل بہلانے کے لئے بولی اور اس کا ہاتھ تھام کر کمرے سے باہر نکل آئی۔

"دانیال!...... اماں!...... آ جائیں بھئی آپ دونوں۔" باہر نکل کر اس نے اونچی آواز میں دانیال اور بیگم سلیم الزماں کو بلایا ...... گاڑی کے قریب پہنچ کر نیلو کے لئے فرنٹ ڈور کھولا اور خود باہر کھڑی ہو کر ان کا انتظار کرنے لگی۔

"ہیلو، ہیلو...... ہم آ گئے ......" دانیال، بیگم سلیم الزماں کے ہمراہ چہکتا ہوا بولا۔

"جناب! ڈرائیور اور گاڑی حاضر ہے۔ چلئے......"

ماہیا نے بہت شرارت سے جھک کر غلام کے سے انداز میں اداکاری کی۔ دانیال نے اچٹتی سی نگاہ گاڑی میں بیٹھی نیلو پر ڈالی اور پھر کچھ تلاش کرتے ہوئے چاروں طرف دیکھنے لگا۔

"ماہیا خالہ! اور بابا......؟"

"وہ ...... وہ ان کے سر میں درد ہے، اس لئے پھر کبھی انہیں لے چلیں گے۔" نظریں چرا گئی۔

"ہنہ ...... آپ اس جھوٹ سے مجھے کوئی تسلی نہیں دے سکتیں۔" وہ غصے سے پھنکارتے ہوئے ایک طرف کھڑا ہو گیا۔

"او میری جان! آج معاف کر دو ...... آئندہ ہم کان پکڑ کر احسن میاں کو لے

چلیں گے ......" بیگم سلیم الزماں نے اسے سینے سے لگاتے ہوئے چمکارا ...... اور بازو کے سہارے گاڑی میں بٹھایا۔ وہ منہ پھلائے پھلائے بیٹھ گیا۔

"ذرا چہرہ تو دکھاؤ ...... اور تھوڑا سا مسکراؤ......"

ماہیا نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر دانیال کی طرف شیشہ سیٹ کر کے گانا شروع کر دیا تو وہ کھلکھلا کے ہنس پڑا۔ اس کی ہنسی میں نیلو اور بیگم سلیم الزماں کی ہنسی بھی شامل ہو گئی۔

بیگم ادریس کے لئے یہ بات حیران کن تھی کہ سب لوگ ناشتے کی میز پر جمع تھے سوائے تمکین کے۔

تمکین تو خود ناشتہ لگوانے والوں میں سے تھی ...... اپنی پسند سے وہ ہر روز مختلف چیزیں تیار کراتی تھی ...... پھر آج وہ خود کہاں تھی؟ یہ خیال ہی ان کے لئے پریشان کن تھا...... انہوں نے رانی کو بلا کر پوچھا تو اس نے جواب دیا۔

"چھوٹی بی بی مژگاں کو سلا رہی ہیں۔"

"بھئی مژگاں کو سلانے کا یہ کون سا وقت ہے؟ ......تم اسے سنبھالو، واکر میں بٹھا لاؤ۔ تمکین بی بی کو بلاؤ۔"

"ماما! آپ ناشتہ شروع کریں۔ آ جاتی ہے ابھی۔" مشہد نے اخبار پڑھنے کے بعد تہہ کر کے رکھتے ہوئے کہا۔

"کیسے شروع کریں ...... گھر کا اہم فرد نہ آئے۔ تم جا کر پتہ کرو کیا وجہ ہے؟" احمد بھائی نے ذرا تحکم سے کہا۔

"جی بہتر......" مشہد نے اٹھتے ہوئے کہا۔ مگر اس کے جانے سے پہلے اسجد نے قدم اٹھاتے ہوئے ہاتھ کے اشارے سے اسے بیٹھا رہنے کو کہا۔

"اسجد! بیٹا، جاؤ میری بچی کو بلا کر لاؤ۔ یقیناً کوئی وجہ ہو گی۔" بیگم ادریس خاصی متفکر ہو گئی تھیں۔

ان کے دل کو یقین ہو چلا تھا کہ رات مشہد نے کوئی ایسی ویسی بات کر دی ہو گی جس کی وجہ سے وہ کمرے میں کڑھ رہی ہے۔

اسجد بھی کمرے میں داخل ہو کر چونک اٹھا ...... اس کا چہرہ سرخ تھا ......

پورے چہرے پر سرخ سرخ لکیریں بن چکی تھیں ...... ایسا لگتا تھا کہ کسی نوکیلی چیز سے لکیریں لگائی گئی ہیں۔ مژگاں اپنی کوٹ میں پُرسکون سوئی ہوئی تھی۔ وہ اسجد کو دیکھ کر نظریں چرانے لگی۔

''یہ ...... یہ سب کیا ہے تمکین بھابی؟'' وہ حیرت و اضطراب سے چلا اٹھا۔

''یہ ...... یہ مژگاں نے کھیلتے ہوئے ناخن مارے ہیں۔'' وہ جلدی سے جھوٹ بول گئی۔

''اوہ ...... تمکین بھابی! یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ؟ یہ اتنی شرارتی بچی ہوگئی ہے ...... آپ نے اسے روکا ہوتا ...... ہماری جانو کی پٹائی لگائی ہوتی......'' اسجد نے کمال ضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کے جھوٹ کو سچ سمجھ لیا اور اس کی تسلی کی خاطر مصنوعی خفگی سے کوٹ پر جھک کر مژگاں کے پیارے پیارے گال چوم لئے۔

وہ کچھ اطمینان کی دنیا میں لوٹی۔ ورنہ اسے تو یہ پریشانی صبح سے چاٹ رہی تھی کہ کل کا جنون آج کی شدید ندامت بن جائے گا...... سب کی نظروں میں استفسار ہوگا اور پھوپھو کو کس قدر دکھ ہوگا۔

''آپ اطمینان سے میرے ساتھ ناشتے کے لئے چلئے ...... مجھ پر بھروسہ کر کے......''

''وہ پھوپھو......؟''

''پھوپھو بھی مژگاں کی پٹائی لگائیں گی۔ میں آپ کے ساتھ ہوں، آپ بالوں میں برش کریں اور مسکرا کر چلیں۔''

اسجد نے انتہائی محبت سے اسے تسلی دی۔ اس نے فوراً ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے ہو کر بال برش کیے۔

''آیئے......'' اسجد نے دانستہ مژگاں کو جگا کر گود میں اٹھا لیا تاکہ سب کی توجہ بٹ جائے۔

ایسا ہی ہوا ...... اس کو اس حال میں دیکھ کر بیگم ادریس تو کرسی سے کھڑی ہو گئیں۔ باقی سب بھی حیران ہو کر دیکھنے لگے۔

''لیجئے سنبھالئے اپنی لاڈلی پوتی کو ...... دیکھیں تو کتنے شارپ ہیں اس کے

ناخن۔ اپنی ماما کا سارا چہرہ زخمی کر ڈالا۔'' اسجد نے جھٹ ننھی گول مٹول سی مژگاں ان کو تھما دی۔

''یہ ...... یہ مژگاں نے ناخن مارے ہیں......؟'' غیر یقینی کیفیت میں وہ فقط اتنا کہہ سکیں۔

''کوئی دوائی لگائی یا نہیں؟'' احمد بھائی نے کہا۔

''میرے پاس ایک کریم ہے ...... فوراً اثر دکھائے گی......'' نازش بھابی نے پریشان ہو کر کہا۔

''شکر ہے کہ یہ کام مژگاں نے کیا ...... ورنہ الزام میرے سر ہی آتا۔'' مشہد نے شکر ادا کرتے ہوئے مسرت کا اظہار کیا۔

''آؤ ادھر، میرے پاس بیٹھو ...... لو مشہد! بچی کو تم سنبھالو۔'' بیگم ادریس اس وقت شدید دکھ سے گزر رہی تھیں۔ مشہد، مژگاں کو پکڑ کر اسے بالکل قریب کرسی کھینچ کر بٹھاتے ہوئے پیار سے اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔

''کیا آج ناشتہ صرف میز کی سجاوٹ کے لئے ہے یا کھایا بھی جائے گا......؟'' اسجد نے مکدر فضا کو خوشگوار کرنے کی غرض سے کہا تو سب ہی ناشتے کی طرف متوجہ ہوگئے۔

''چاچو! آپ ہمیں سکول چھوڑنے جائیں گے......؟'' زین نے موقع پا کر فرمائش کر ڈالی۔

''اوکے......''

''اور بچوں کو سکول چھوڑنے کے بعد فیکٹری کا چکر لگانا کیونکہ تمہیں اپنی ذمہ داریاں سنبھالنی چاہئیں۔'' مشہد نے سلائس پر جام لگاتے ہوئے گویا اسے اطلاع دی۔

وہ خاموشی سے ناشتے میں مگن رہا۔

+++

آج کافی دنوں بعد اس کا کچھ پینٹ کرنے کا موڈ تھا ...... اس نے بالکنی میں کھڑے ہو کر پوری طرح خود پر موڈ طاری کیا اور پھر برش اور رنگوں کی مدد سے

کینوس پر شام کے خوبصورت سائے پینٹ کرنے لگی۔ کمرے میں دھیمی آواز میں گلبہار بانو کی غزل کی کیسٹ اپنا جادو بکھیر رہی تھی۔

یہ مشغلہ ہے کسی کا نجانے کیا چاہے
نہ فاصلوں کو مٹائے نہ فاصلہ چاہے
ہزاروں ڈوبنے والے بچا لئے لیکن
اسے میں کیسے بچاؤں جو ڈوبنا چاہے
نہ فاصلوں کو مٹائے نہ فاصلہ چاہے

''یہ مشغلہ ہے کسی کا نجانے کیا چاہے؟...... نہ فاصلوں کو مٹائے......''

اسجد نے پشت سے آکر اس کے کان میں سرگوشی کے سے انداز میں کہا تو وہ تقریباً اچھل پڑی۔ ہاتھ سے برش دُور جا گرا...... وہ تو پوری طرح منہمک تھی، وہ جانے کب، کیسے آگیا اسے پتہ ہی نہ چل سکا۔

''کوئی کام تو سلیقے سے کر لیا کریں مسٹر اسجد......'' وہ حواس بحال کرتے ہوئے بولی۔

''سلیقے سے ہی تو کرنے کی کوشش کر رہا ہوں، اگر آپ ساتھ دیں تو......'' وہ نظروں میں شوخی و شرارت بھرتے ہوئے بولا۔

''کیسا ساتھ، کیسا سلیقہ؟ ...... میرے پاس فارغ دماغ لوگوں کے لئے وقت نہیں۔'' وہ برش اٹھا کر دوبارہ مصروف ہوگئی۔

''ماہیا، پلیز! انجان مت بنو ...... میری طرف دیکھو۔'' وہ ڈٹ کر اس کے سامنے آکھڑا ہوا۔

''کیا دیکھوں ...... دیکھنا آپ کو چاہئے کہ آپ کو کیا زیب دیتا ہے؟'' وہ اس روز کی بدمزگی کے احساس سے ہلکا سا طنز کر گئی۔

''کیا مطلب......؟'' وہ کچھ نہ سمجھا۔

''کچھ مطلب نہیں ...... آپ یہ بتائیں کیسے آنا ہوا......؟'' وہ موضوع بدل کر بولی۔

وہ جل بھن کر چلایا۔ ''بہت بیمار ہوں ...... دوا لینے آیا ہوں ڈاکٹر کے پاس۔''

''ہا، ہا، ہا...... آپ کی تو نظر بھی کمزور ہے...... آپ ڈاکٹر کے پاس نہیں ایک پینٹر کے پاس کھڑے ہیں۔'' وہ ہنستی چلی گئی ...... گلابی نازک ہونٹوں کی قید سے موتی ایسے دانت پوری آب و تاب سے اس پر بجلی گرا گئے ...... وہ ایک ٹک اُس موہن کی مورت کو دیکھتا رہ گیا۔

''ماہیا! تم تو خود تصویر ہو...... تمہیں تصویر بنانے کی کیا ضرورت؟''

''جانتی ہوں ...... کوئی نئی بات کرو۔'' وہ زچ کرنے کی خاطر سادگی سے بولی۔

''لیکن تمہاری اپنی تصویر کہاں کہاں سجی ہے، یہ تو نہیں جانتیں۔'' اس نے نگاہوں سے مستی چھلکائی۔

''ہمارے پورے گھر میں میری تصویریں سجی ہیں۔'' وہ بھی پوری طرح سے تیار تھی چڑانے کے لئے۔

''میں ان نگاہوں کے گھر کی بات کر رہا ہوں ...... خانۂ دل کی بات کر رہا ہوں۔'' اس نے بھی ہار نہیں مانی۔

''سنو! یہ شاعری کا شوق پھر کبھی پورا کر لینا ...... فی الحال نیچے چلو، میں اچھی ں کافی پلواتی ہوں......'' وہ برش رکھتے ہوئے بولی۔

''ماہیا! یہ لاتعلقی، یہ لاپرواہی کب تک چلے گی......؟'' وہ ایک دم جھنجھلا کے بولا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی، بوا آ گئیں ...... اور ماہیا کے لبوں پر شرارتی سی مسکان پھیل گئی۔

''بوا! آپ کتنی اچھی ہیں......'' اس نے دانستہ اسجد پر نگاہ ڈالتے ہوئے بوا کو ہاتھوں سے پکڑ کر کہا۔

''جی ہاں ...... سب اچھے ہیں سوائے ایک بدنصیب کے......'' وہ تنتناتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

''چلو بیٹا! سب نیلوفر کی طرف ہیں ...... وہیں میں نے چائے کا انتظام کرایا ہے۔''

''نیلو آپی کی طرف کیوں؟''

’’دراصل نیلو کے سر میں درد تھا ...... نازش، بچے اور بیگم جی وہیں اس سے ملنے کے لئے چلے گئے۔‘‘

’’اچھا ...... نازش آپی بھی آئی ہیں......‘‘ وہ خوش ہو کر بولی۔

’’ہاں ...... اب جلدی چلو۔‘‘ بوا نے کہا اور خود آگے آگے چل دیں۔

اس نے کمرے میں آ کر واش روم کا رخ کیا ...... جلدی جلدی ہاتھ منہ دھو کر بالوں میں برش کیا اور کمرے سے باہر نکل آئی۔

+++

اس کا چہرہ اب کچھ نارمل حالت میں آ چکا تھا ...... اس لئے اسجد تیار ہو کر سیدھا اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ مژگاں کے کپڑے الماری میں ترتیب سے رکھ رہی تھی۔

’’چھوڑ دیں سب کام کاج اور میرے ساتھ چلیں۔‘‘

’’کیا مطلب......؟‘‘ وہ چونکی۔

’’مطلب یہ کہ ہم دونوں شاپنگ کے لئے جائیں گے۔‘‘

’’کیوں ...... کس لئے؟‘‘

’’شاپنگ کیوں اور کس لئے کی جاتی ہے......؟‘‘ اس نے الٹا سوال کیا۔

’’میرا مطلب ہے، مجھے تو کچھ نہیں لینا ...... اور تم نے تو آج آفس پہنچنا تھا۔ مشہد کہہ کر گئے ہیں۔‘‘

’’جانتا ہوں ...... آپ اُن کی فکر نہ کریں، اُنہیں میں خود سنبھال لوں گا۔ بس آپ تیار ہوں اور چلیں۔‘‘

’’میں ...... اور مژگاں......؟‘‘

’’مژگاں، رانی کے پاس رہے گی۔‘‘

’’میں مشہد سے پوچھے بنا کیسے چلوں......؟‘‘ وہ سخت پریشان ہو گئی۔

’’آپ بالکل ویسے چلیں جیسے مشہد بھائی کے ساتھ جاتی ہیں۔ آپ کے گاؤن اور نقاب پر مجھے کوئی اعتراض نہیں، بس اعتماد اور خوشی کے ساتھ چلیں۔ اسے پردہ سمجھ کر اختیار کریں، شخصیت مسخ کرنے کے لئے نہیں۔ احساسِ کمتری کے لئے

نہیں۔‘‘ اس نے بڑے سلیقے سے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

’’مگر......‘‘ وہ جزبز ہونے لگی۔

’’اگر مگر بالکل نہیں ...... آپ تیار ہو کر فوراً باہر آئیں۔‘‘ وہ تحکم سے کہتا ہوا باہر نکل گیا ...... تمکین کچھ لمحے تو کھڑی سوچتی رہی، پھر مجبوراً تیار ہونے لگی ...... کیونکہ اسے یقین تھا کہ اسجد ویسے ٹلنے والا نہیں۔

جب وہ تیار ہو کر باہر آئی تو نازش بھی تیار تھی ...... حسب معمول ہنستی مسکراتی۔ جبکہ وہ جھجکی جھجکی سی تھی۔

’’ایسے ...... بالکل ایسے......‘‘ اسجد نے اس کا چہرہ مسکراتی نازش کی طرف کر کے بہت کچھ سمجھانے کی کوشش کی۔ وہ کچھ جھینپ سی گئی۔

’’یہ شرمانا چھوڑیں ...... بس خوش رہا کریں۔ آپ کسی سے کم نہیں ہیں۔‘‘

اسجد یہ کہتا ہوا گاڑی کی چابی لئے آگے آگے چل دیا۔ جبکہ نازش اور وہ پیچھے پیچھے باتیں کرتی ہوئی چلنے لگیں۔

اسجد اور نازش نے مل کر اس کے لئے وہ دن زندگی سے بھرپور بنا دیا۔

ان دونوں نے اپنی مرضی اور پسند سے اس کے لئے کپڑے، جیولری، نازک نازک سینڈل، بہترین قسم کا میک اپ کا سامان اور ڈھیر ساری ساڑھیاں خریدیں۔ وہ نہ نہ کرتی رہی مگر ان دونوں نے کچھ نہ سننے کی قسم کھا رکھی تھی۔ گاؤن اور نقاب میں بھی وہ اچھی طرح انجوائے کر رہی تھی۔

شاپنگ کے بعد ان تینوں نے ایک شاندار ہوٹل سے لنچ کیا ...... کافی پی اور پھر گھر کا رخ کیا۔

جس وقت وہ تینوں بڑے بڑے شاپنگ بیگ اٹھائے گھر پہنچے تو ماما ظہر کی نماز پڑھ رہی تھیں ...... بچے کھانا کھا کر سو چکے تھے۔ احمد اور مشہد ابھی تک فیکٹری سے لوٹے نہیں تھے۔

تمکین دھڑکتے دل کے ساتھ سب سامان لے کر تیز قدموں سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ اور پھر کچھ دیر بعد وہ نارمل ہو کر کافی اعتماد کے ساتھ واپس ماما کے کمرے میں آ گئی۔ اسجد اور نازش مزے لے لے کر ساری شاپنگ کی روداد سنا

رہے تھے۔

تمکین کے چہرے پر حقیقی خوشی پوری نہیں تھی لیکن تھوڑی سی ضرور تھی جسے دیکھ کر ماما کی آنکھیں خوشی سے جگمگانے لگیں۔

''بالکل ایسے میری جان! ایسے خوش رہا کرو۔'' انہوں نے اسے جائے نماز سے اٹھ کر گلے لگاتے ہوئے کہا۔

''پھوپھو! نازش بھابی اور اسجد نے نجانے کیا کیا خرید ڈالا ہے ...... حالانکہ میرے پاس ڈھیروں کپڑے، ساڑھیاں وغیرہ ہیں۔''

''جی ہاں! وہ سب ابھی کچھ دیر بعد رانی کو ملنے والی ہیں ...... آپ کے سب اثاثے رانی کے نام کچھ دیر میں ہو جائیں گے۔ اور یہ نئے کپڑے، نئی ساڑھیاں ان کی جگہ لے لیں گی۔'' اسجد نے ٹھہر ٹھہر کر کہا۔

''مشہد کی پسند کے کپڑے ہیں۔'' اس نے بتایا۔

''تو انہیں دے دیں ...... ہم سب لوگوں کو وہ پھیکے، بے رنگ، بد وضع قطع کپڑے پسند نہیں ہیں۔'' وہ بولا۔

''اسجد ٹھیک کہہ رہا ہے ...... ہم میں سے کسی نے بھی کبھی تمہارے ڈریسز پسند نہیں کیے۔ صرف مشہد کو پسند ہوتے ہیں۔ تم پر بالکل سوٹ نہیں کرتے۔'' نازش بھابی نے اسجد کی ہاں میں ہاں ملائی۔

''اب آپ صرف ہم سب کی پسند سے، اپنی پسند سے زندگی بسر کریں گی ...... مشہد بھائی کو آپ کی پسند اور مرضی قبول کرنی ہوگی۔ آپ کی ذات کو تسلیم کرنا ہو گا۔'' اسجد نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

''تمکین بیٹا! ہر انسان کی اپنی بھی شخصیت ہوتی ہے ...... مشہد اپنی ذات کی تسکین میں تمہیں بالکل نظر انداز کر دیتا ہے، یہ مناسب نہیں۔'' ماما نے دھیرے سے کہا۔

''پھوپھو! شاید مشہد بھی بے قصور ہیں ...... کہاں وہ اور کہاں میں ...... آپ نے یہ فیصلہ جذبات میں آ کر کر دیا......'' ان کی گود میں منہ چھپا کر وہ شکایت کر بیٹھی۔

''یہ اتنی بڑی بات نہیں ہے تمکین! کچھ فیصلے آسمان پر طے ہوتے ہیں ...... یہ صرف سوچنے کی بات ہے ...... مشہد نے اپنے رویے سے تمہاری شخصیت کا فطری حُسن، اعتماد سب چھین لیا ...... کیا تم وہی تمکین ہو جو شادی سے پہلے تھیں......؟'' ماما نے کچھ زیادہ ہی سنجیدگی سے کہا۔

''خیر ...... خیر اب ایک کام اور کرنا ہے نازش بھابی!'' اسجد نے موقع کی نزاکت کے پیش نظر فوراً نازش کو مخاطب کیا۔

''وہ کیا......؟''

''تمکین بھابی کے بھی زبردست سے بال کٹوائیں۔''

''ہونہہ......'' نازش بھابی نے 'ہونہہ' کو لمبا کھینچ کر حیرت زدہ سی تمکین کی طرف دیکھا۔ وہ وحشت زدہ سی دکھائی دے رہی تھی۔

''اسجد! کیا مشہد سے لڑائی کراؤ گے؟''

''اگر اپنی پسند کی زندگی کے لئے لڑنا بھی پڑے تو لڑنا چاہئے۔'' وہ کندھے اچکا کر بولا۔

''شوہر کی نافرمانی تو نہیں کی جا سکتی۔'' وہ نفی میں گردن ہلانے لگی۔

''کون کہہ رہا ہے کہ شوہر کی نافرمانی کریں ...... بھئی کسی بیمار کا علاج بھی تو ضروری ہوتا ہے ...... کچھ دن آپ مشہد بھائی کا علاج کریں گی اور پھر اس کے بعد فرمانبرداری۔''

''انہیں بہت غصہ آئے گا۔'' وہ سہم گئی۔

''یہ آپ ہم پر چھوڑ دیں۔''

''اسجد! بالوں کی کٹنگ کے متعلق زیادہ انفارمیشن ماہیا کے پاس ہوتی ہے ...... میرے بھی وہی سیٹ کراتی ہے۔'' نازش نے کہا۔

''اس کا مطلب ہے اب ماہیا جی کی منتیں کرنی پڑیں گی۔'' وہ دکھاوے کی اکڑ دکھاتے ہوئے بولا۔

''ہونہہ ...... اگر منتیں بھی کرنی پڑیں تو کرو۔'' ماما نے زیر لب مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ کرنے دیں تب نا......" وہ دھیرے سے بولا مگر ماما اور نازش نے سن لیا۔

"یہ تو کوشش کرنے والے پر منحصر ہے......" نازش نے جملہ اچھالا۔

"وہ تو خلوص سے جاری ہے۔ خیر اور اثر پیدا کرتے ہیں۔" اسجد معصوم سا منہ بنا کر بولا۔ وہ تینوں کھلکھلا کر ہنس پڑیں۔

+++

رات دھیرے دھیرے گہری ہو رہی تھی۔ وہ بیڈ پر تکیہ لگائے کوئی رسالہ پڑھ رہی تھی۔ احسن سٹڈی روم سے کمرے میں آئے تو اس نے رسالہ بند کر کے ان کی طرف توجہ کی۔

"ابھی جاگ رہی ہو......؟" انہوں نے سلیپر اتار کر بیڈ پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"روز انتظار میں سو جاتی ہوں ...... آج دانستہ جاگ رہی تھی۔" وہ نرم سی مسکان لٹاتے ہوئے ذرا سا ان کے قریب ہوگئی۔

"خیر ہے نیلو بیگم!" خلاف توقع انتہائی نرمی سے پوچھا گیا...... اس کی ہمت بڑھی، پوری کی پوری ان کے بازوؤں میں سما گئی۔

"احسن! روز ترستی ہوں میں آپ کے پیار کے لئے......" ان کے سینے سے سر ٹکا کر اس کی لجائی لجائی سی آواز اُبھری۔

"عورت ہو نا...... اس لئے ہمیشہ پیار کا ہی گلہ کرتی ہو۔" وہ ہلکے سے طنز سے بولے۔

"کیا آپ کے پیار پر میرے سوا کسی اور کا بھی حق ہے......؟" اس نے اچانک سوال داغا تو وہ بوکھلائے بنا پوری دل جمعی کے ساتھ بولے۔

"دل پر کسی کا اختیار نہیں ہوتا نیلو بیگم! یہ تو کسی پر بھی آ سکتا ہے۔"

"آپ کا دل بھی......؟" اسے یقین نہ آیا۔

"دل تو میرے سینے میں بھی ہے...... اور بے اختیار ہے...... لہٰذا یہ اپنی مرضی سے جس کو چاہے حق دے دے...... میں کیا کر سکتا ہوں؟" وہ اس کے بالوں سے اپنا چہرہ رگڑتے ہوئے دھیرے سے بولے۔

نیلو پر نشے کی سی کیفیت طاری تھی اس لئے وہ ان کے دل کی آواز نہ سن سکی۔

انہوں نے ہاتھ بڑھا کر لیمپ کی روشنی بھی رخصت کر دی۔ تب تو نیلو نہ ان کی نگاہوں کے اندر جھانک سکی اور نہ دل کے اندر...... بس ان کی محبت سمیٹتے سمیٹتے نیند کی وادی میں پہنچ گئی۔

کچھ دیر بعد احسن سگریٹ سلگا کر کمرے کی کھڑکی میں کھڑے دل کی گلیوں میں بھٹکنے والی اس خواش کے بارے میں سوچنے لگے جو لحہ بہ لحہ، ہر ساعت کے ساتھ انہیں اپنے دائرے میں سمیٹتی جا رہی تھی......

انہوں نے دھواں حلق سے کھینچ کر فضاؤں میں بکھیرتے ہوئے آسمان کی وسعتوں میں دیکھا تو وہاں بھی تاروں کے جھرمٹ میں وہی خواہش مسکراتی دکھائی دی۔ وہ بے چارگی کے عالم میں ہونٹ دانتوں تلے دبائے کھڑکی سے ہٹ آئے اور بے چینی، بے اطمینانی کے ساتھ ہلکے ہلکے ٹہلنے لگے۔

بیڈ پر نیلوفر گہری نیند سو رہی تھی جیسے سب کچھ پا کر، سب کچھ جیت کر کوئی پُرسکون ہو کر سو جائے...... دنیا و مافیہا سے بے خبر...... اس کے چہرے پر پھیلا اطمینان احسن کو بے اطمینان کر گیا۔

'یا خدا! میں اس خواہشِ لاحاصل کے گرداب میں کیوں پھنستا جا رہا ہوں؟ ...... سر سے پیر تک میرا وجود اس کی تڑپ اور بے قراری میں کیوں جل رہا ہے؟'

سر صوفے کی پشت سے ٹکا کر وہ سگریٹ کے کش لینے لگے۔

کبھی کبھی انسان کس قدر بے بسی اور بے چارگی کا شکار ہوتا ہے...... وہ جو نہیں کر سکتا، وہ بھی کرنا چاہتا ہے...... کوئی انجانی، گمنام سی بے چینی اسے بے چین کئے رکھتی ہے۔ ان کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی تھا...... وہ کچھ سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کر کر کے اب تقریباً نا امید ہو چکے تھے...... رات دن ان کے اندر اپنی اندھی خواہش سے جنگ جاری تھی۔ جس کی زد میں کہیں نہ کہیں سے نیلوفر آ جاتی تھی۔

انہوں نے ایک بار پھر سوئی ہوئی نیلوفر پر نظر ڈالی اور اپنی آنکھیں موند لیں۔

+++

"ماہیا! کبھی تو ڈھنگ سے ناشتہ کر لیا کرو...... اپنی صحت دیکھو، بیمار لگنے لگی

ہو۔" اماں نے ڈپٹ کر کہا۔

"اماں جانی! موٹاپا بری چیز ہے ...... آپ جو میرے لئے اتنی ساری چیزیں ناشتے میں بنوا لیتی ہیں، اگر کھانے لگوں تو پھٹ جاؤں۔" اس نے جلدی جلدی چائے کے گھونٹ بھرتے ہوئے کہا۔

"سب چونچلے ہیں تم نوجوان نسل کے ...... بڑھاپے میں جب یہ کمزوریاں ستائیں گی تو پتہ لگے گا۔"

"اماں! آپ کچھ بھی کہیں، فی الحال میرا یہ سب کچھ کھانے کا قطعی پروگرام نہیں ہے۔" وہ جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"جلدی کس بات کی ہے جو یوں ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو......؟" بوا نے بھی اپنا فرض پورا کیا۔

"بوا جی! میں نے دانیال اور نیلوفر آپی کے ساتھ دانیال کے سکول جانا ہے۔ فنکشن ہے ...... دیر ہو رہی ہے۔ ابھی تیاری بھی کرنی ہے۔" اس نے بوا کے گلے میں پیچھے سے بازو ڈال کر کہا اور تقریباً بھاگتے ہوئے کمرے کی طرف چلی گئی۔

کپڑوں کا انتخاب تو اس نے رات ہی کر لیا تھا۔ وائٹ اور لائٹ پرپل کنٹراسٹ، شائکش بیل باٹم میں کسی جاپانی گڑیا کی طرح گھوم کر شیشے میں اپنا جائزہ لینے کے بعد ہلکا سا میک اپ کر کے بالوں میں برش پھیرتے ہوئے اسے خود پر پیار آنے لگا۔

'یقیناً اللہ نے مجھے بہت محبت سے بنایا ہے اور صرف......' اتنا سوچ کر اسے اسجد کا جملہ یاد آ گیا۔

"صرف محبت کے لئے بنایا ہے ...... میری محبت کے لئے۔"

وہ اسجد کے خیال سے سرخ ہوگئی۔

کتنا تنگ کر رہی تھی وہ اسجد کو ...... جان بوجھ کر لاتعلق اور انجان بنی ہوئی تھی۔ اسے تنگ کر کے لطف اٹھاتی تھی ...... اس کے ہر سوال کو اِدھر اُدھر کی باتوں میں اُڑا دیتی۔ ایسا نہیں تھا کہ اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا...... مگر فوری طور پر وہ کوئی جواب چاہتی ہی نہیں تھی، یا یوں کہا جا سکتا ہے کہ ابھی پوری طرح تو اس

نے خود اپنے آپ سے، اپنے لئے بھی جواب لیا ہی نہیں تھا۔ اسے کوئی جلدی نہیں تھی۔ وہ عجلت میں دل ہارنا نہیں چاہتی تھی۔

اسجد چاہے جانے کے قابل ہے ...... اسے کوئی بھی لڑکی پا کر خود پر جتنا ناز کرے وہ کم ہے ...... اسجد کی چاہت بھی کھری تھی۔ مگر نجانے کیوں وہ اس موضوع پر، اس حوالے سے کچھ بھی نہیں سوچتی تھی۔

اس وقت بھی وہ اس لمحاتی خیال کو ذہن سے جھٹک کر پرس اٹھا کر نیلوفر کی طرف چل دی۔ ٹی وی لاؤنج میں احسن اپنا بریف کیس اٹھائے مل گئے۔ وہ سٹپٹا سی گئی۔

"السلام علیکم بھائی جان......" جلدی سے سلام کر ڈالا۔

"وعلیکم السلام......" انہوں نے سر سے پیر تک نگاہ ڈالتے ہوئے کہا۔

"بھائی جان! نیلو آپی کہاں ہیں......؟"

"اپنے کمرے میں......" انہوں نے مختصراً کہا۔ وہ ان کے قریب سے گزر کر نیلوفر کے بیڈ روم میں آ گئی۔

نیوی بلیو پلین ساڑھی میں چھوٹے چھوٹے ڈائمنڈ کے آویزے پہنے، لائٹ سے میک اپ میں وہ حد درجہ حسین لگ رہی تھی۔

"ماشاء اللہ......"

"میرے لئے یا اپنے لئے کہا ہے......؟" نیلوفر نے مسکرا کر پوچھا۔ آج اس کے چہرے پر گلال گھلا ہوا تھا ...... نگاہوں میں خمار تھا، ادا میں بانکپن تھا۔

"جناب! ہم اس گنتی میں کہاں ...... آج تو آپ آسمانی حور لگ رہی ہیں۔" ماہیا نے چھیڑا۔

"آج میں بہت عرصے کے بعد سچ مچ بہت خوش ہوں۔" نیلوفر اس کا ہاتھ تھام کر صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

"شکر ہے کہ آپ کو خوش ہونے کا احساس تو ہوا ...... ورنہ......"

"ماہیا! بہت عرصے کے بعد میں نے احسن کا پیار پایا ہے، انہیں قریب محسوس کیا ہے ...... اور میں خوشی سے لبالب بھر گئی ہوں۔ آج میری صبح اور ہی طرح

طلوع ہوئی ہے ...... میرے پاؤں زمین پر نہیں ٹک رہے۔" نیلوفر کی آنکھوں میں جگنوؤں کی چمک تھی۔

"نیلو آپی! آپ تو خوامخواہ احسن بھائی سے گلے شکوے کرتی رہتی ہیں۔ اب خود دیکھیں کہ وہ کتنا چاہتے ہیں آپ کو۔"

"میرے گلے شکوے بھی بے جا نہیں ہوتے ماہیا! عورت اور مرد کے درمیان جب فاصلے بڑھ جائیں تو محبت نہیں رہتی ...... احسن نے خود کو سمیٹ لیا تھا۔ وہ صرف اپنے لئے جیتے تھے۔ میرے پاس، ایک کمرے اور ایک چھت تلے بھی صرف اپنے لئے سوتے جاگتے تھے ...... میں ان کی محبت کی کمی کیسے برداشت کروں، بولو......" وہ بات کرتے کرتے ایک دم سنجیدگی سے پوچھنے لگی۔

"چلیں چھوڑیں پرانی باتیں ...... اب تو آپ کو ان کا پیار مل گیا۔" ماہیا نے شوخی سے کہا۔

"دعا کرو کہ احسن ہمیشہ ایسے ہی رہیں ...... وہ مجھ سے دور نہ ہوں۔" وہ خوفزدہ سی ہو کر بولی۔

"ارے آپی صاحبہ! آپ ابھی کچھ دیر پہلے کتنی خوش تھیں، اور اب پھر وہی خوف، وہی اداسی اور وہی بے یقینی آپ کے پاس ہے ...... احسن بھائی صرف آپ کے ہیں ......آپ وہم چھوڑ دیں۔"

"ماہیا! تمہیں ابھی یہ تجربہ نہیں ہوا کہ مرد اور شوہر کی محبت میں کیا فرق ہے، شوہر کب کتنے قریب ہوتا ہے اور کب کتنی دور ...... بہت پراسرار ہوتی ہے ان کی محبت۔"

نیلوفر کھوئی کھوئی سی بول رہی تھی اور ماہیا حیران تھی کہ سیدھی سادھی گھریلو سی نیلو آپی اتنا ڈھیر سارا فلسفہ بھی بول سکتی ہیں ......کیا محبت کے معاملے میں ہر انسان فلسفی بن جاتا ہے؟

نیلوفر نے گریجویشن کی تھی کہ اس کی شادی ہوگئی تھی۔ یونیورسٹی کا منہ نہیں دیکھ سکی۔ البتہ ذہین ہمیشہ سے تھی۔ گھر کی ساری ذمہ داریاں اس کے کندھوں پر تھیں ......اس کے باوجود محبت کے لئے اس کے اس طرح کے جذبات سن کر ماہیا سوچ

میں پڑ گئی۔

"نیلو آپی! کیا، کیا جا سکتا ہے، سوائے اس کے کہ جتنی اور جیسے محبت ملے اسے سمیٹ لیں، اس میں خوش رہیں۔ آپ کچھ دیر پہلے کی طرح خوش ہو جائیں۔ خدا کرے کہ احسن بھائی کا سارا پیار ہمیشہ ہمیشہ آپ کے لئے رہے ......آپ ان کی سچی محبت حاصل کرتی رہیں۔ آمین۔"

ماہیا نے خلوصِ دل سے دعا دی تو نیلوفر خوشی سے مسکرا دی۔

"تھینک یو ماہیا......!"

"اب جلدی سے اٹھیں اور چلیں ...... دانیال تو پہلے ہی جا چکا ہے۔"

"ہاں! بچوں کو تو بہت پہلے سے جانا تھا...... چلو کافی دیر ہو گئی ہے۔"

"احسن بھائی کو بھی جانا چاہئے تھا۔"

"جی ہاں! لیکن حسب معمول مصروفیت کا عذرد دانیال بے چارا خاموش ہو کر چلا گیا۔" نیلوفر نے کہا۔

"چلیں کوئی بات نہیں ...... پھر کبھی سہی۔" اس نے جواب دیا۔

+++

اس نے جلدی جلدی کھانے کا آخری جائزہ لے کر زبیدہ اور خانساماں کو برتن صاف کرنے کی ہدایت دے کر کمرے کا رخ کیا۔

نو بج رہے تھے۔ مشہد نے اپنے دوست صفدر کو رات کے کھانے پر انوائٹ کیا تھا ......شام چار بجے فیکٹری سے فون کر کے اس نے تمکین کو اطلاع دے دی تھی کہ بہت پُر تکلف سا کھانا بنوانا ہے اور وہ اس وقت سے بری طرح مصروف تھی۔ کچھ مدد نازش نے کی اور کچھ ملازمین کر رہے تھے۔ مگر پھر بھی ایک اچھے خاصے کھانے کا اہتمام مصروفیت طلب کام تھا۔

ابھی مہمانوں کے آنے میں کچھ وقت باقی تھا اور سب کچھ ریڈی تھا۔

وہ اطمینان سے کمرے میں پہنچ کر صوفے پر گر سی گئی۔ مژگاں، بیگم ادریس کے کمرے میں تھی ......رانی بھی اس کے پاس تھی۔

وہ بیٹھی ہی تھی کہ مشہد اور اسجد دونوں ایک ساتھ کمرے میں داخل ہوئے۔

مشہد، اسجد کو سختی سے کہہ رہا تھا۔

"مجھے حیرت ہے کہ تم ابھی تک نان سیریس ہو......"

"بھائی! نان سیریس آپ کسے کہتے ہیں......؟" وہ بڑے مزے سے کہتا ہوا تمکین کے برابر بیٹھ گیا۔

"تم جیسے انسان کو کہتے ہیں جسے ذمہ داریوں کا ذرا احساس نہیں۔ بچوں اور عورتوں میں ہنس کھیل کر وقت ضائع کرتے ہو۔" مشہد نے ٹائی کھول کر بیڈ پر ڈالی اور کالر کا بٹن کھولتے ہوئے طنزیہ کہا۔

"اوہ، اچھا ...... میں تو ڈر ہی گیا تھا، بچوں اور عورتوں کے ساتھ تو یہ جرم قابل قبول ہے۔" وہ شرارت سے بولا۔

"اسجد! میں مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں۔" وہ بیڈ کے کنارے پر بیٹھ کر جوتوں کے تسمے کھولتے ہوئے بولا۔

"تو موڈ بنا لیں ...... آپ کو کس نے روکا ہے کہ کھنچے کھنچے رہیں ...... خود پر جبر کریں۔ مشہد بھائی! آپ کو اللہ نے خوبصورت شخصیت دی ہے۔ اس کو سنجیدگی کی نذر کیوں کر رہے ہیں؟" اسجد کو تو موقع چاہئے تھا لیکچر دینے کا۔

"بس بس، فضول باتوں کی ضرورت نہیں ...... ابھی میرا دوست صفدر اور اس کی بیوی کھانے پر آ رہے ہیں ...... میں چینج کرنے جا رہا ہوں۔ اگر وہ پہلے آ جائیں تو ویلکم کرو ...... ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ۔" مشہد نے تیوری پر بل ڈال کر تحکم سے کہا۔

"جی بہتر......" اس نے فرمانبرداری سے کہا۔

مشہد نے اب کی بار تمکین کو مخاطب کیا۔ "تمکین! کھانا تیار ہے؟"

"جی ...... سب کچھ تیار ہے۔" تمکین نے جواب دیا۔

"تو آپ بھی تیار ہو جائیں۔ مہمان تو آنے والے ہیں۔" اسجد نے دانستہ مشہد سے ٹکر لی۔

"نہیں ...... اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ تمکین، صفدر سے پردہ کرتی ہے۔" مشہد نے گڑبڑا کر کہا۔

"ارے واہ ...... یہ کیا بات ہوئی۔ آپ تو دوست کی بیوی سے ملیں اور اپنی بیوی کو پردے میں رکھیں۔" اسجد نے پھر ضرب لگائی۔

"بعض بے غیرت مرد ہوتے ہیں اور بعض ہم جیسے غیرت مند۔ میں پسند نہیں کرتا کہ میری بیوی ہر ایک کو ملتی پھرے۔" غیرت کے نام پر جھوٹی ادا سے مشہد نے گردن اکڑائی۔

"مشہد بھائی! ایسے نہیں کہنا چاہئے ...... یہ مکمل آزادی اور مرضی کی بات ہے کہ کوئی کس طرح زندگی بسر کرتا ہے ...... آپ اپنے ہی دوست کو بے غیرت کہہ رہے ہیں۔ وہ نجانے آپ کو کیا کہتے ہوں......؟ دوسری بات یہ کہ آپ اگر ان کی بیوی کی عزت کرتے ہیں، احترام کرتے ہیں تو یقیناً وہ بھی تمکین بھابی کی عزت کریں گے۔"

"تم اپنی ٹرٹر بند کرو اور جو کام کہا ہے وہ کرو۔" مشہد نے ایک نہ سنی، تن کر واش روم میں گھس گیا۔

"اب اٹھیں اور اچھی طرح تیار ہوں ...... آپ ان لوگوں سے ضرور ملیں گی۔ میں اس منافقت کے سخت خلاف ہوں کہ اپنے لئے سب جائز، دوسروں کے لئے سب ناجائز۔" اسجد تنتنا کر بولا۔

"نہیں اسجد! میں بالکل کسی سے نہیں ملوں گی۔ کھانا لگوا کر میں کمرے میں رہوں گی ...... ویسے بھی مشہد کے سب دوست جانتے ہیں کہ میں پردہ کرتی ہوں۔" تمکین نے خوفزدہ ہو کر انکار کر دیا۔

"آپ ضرور ملیں گی ...... میرے ساتھ، ماما کے ساتھ چل کر۔ وہ اپنی بیوی کے ساتھ آ رہے ہیں۔ کیا ہم لوگوں کو یہ سلوک کرنا چاہئے؟ آپ ایک مہمان عورت کو یہ تاثر دیں گی کہ وہ اکیلی بیٹھے۔ کیا آپ عورتوں سے بھی پردہ کرتی ہیں؟" اسجد آگ بگولا ہو گیا۔

"تم اور ماما باقی سب لوگ انہیں اٹینڈ کریں ...... ان کے ساتھ ہی کھانا کھائیں گے۔ مگر میں......"

"مگر آپ کے شوہر جھوٹی عز -. اور کھوکھلی انا کی تسکین کے لئے ان کے

درمیان اِترائیں گے اور بڑھ بڑھ کر یہ اعلان کریں گے کہ وہ کس قدر مذہب پرست ہیں ...... اپنی بیوی کو با پردہ رکھتے ہیں۔" اسجد نے تمکین کے لہجے کی ہو بہو نقل اتاری۔

"اسجد......" وہ بے بس ہو گئی۔

"میں کچھ نہیں سنوں گا...... آپ تیار ہوں۔ ہم سب ان کے ساتھ اچھے ماحول میں کھانا کھائیں گے۔"

یہ کہہ کر وہ اٹھا اور وارڈ روب سے اس کے لئے کپڑوں کا انتخاب کرنے لگا۔

ڈائننگ ہال سے ملی جلی آوازیں آ رہی تھیں۔

احمد، نازش اور بچے تو شاپنگ کے لئے گئے ہوئے تھے ...... بیگم ادریس، مشہد اور صفدر، بیگم صفدر کی آوازیں باہر تک صاف سنائی دے رہی تھیں۔

خلافِ معمول مشہد کی آواز میں بے باکی، شوخی اور زندگی صاف محسوس ہو رہی تھی۔ باہر دھڑکتے دل اور لڑکھڑاتی ٹانگوں والی تمکین کے کان میں اسجد نے جھک کر سرگوشی کی۔

"غور کیا آپ نے ...... مشہد بھائی جیسے سنجیدگی پسند انسان کی آواز کیسی گونج رہی ہے ...... قہقہے کتنے بلند ہیں......؟"

"میرا تو دل گھبرا رہا ہے۔" ساڑھی کا پلو انگلی پر لپیٹتے ہوئے وہ ہکلائی۔

"سنبھالیں خود کو...... ہم نے مشہد بھائی کے چہرے سے یہ ماسک اُتارنا ہے ...... اندر چلیں۔ گو کہ وہ پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ "صفدر! تم تو جانتے ہو میری بیوی پردہ کرتی ہے اس لئے معذرت۔" اسجد نے کچھ دیر پہلے کہے مشہد کے جملے دہرا دیئے۔

"وہ بہت خفا ہوں گے ......" وہ دو قدم پیچھے ہٹی۔

"ہرگز نہیں ...... یہ بہتر موقع ہے۔ کبھی تو پہل کرنی ہے۔ اندر ماما کے سامنے، بیگم صفدر کے سامنے مشہد بھائی زیادہ کچھ نہیں کہہ سکیں گے ...... بعد میں دیکھی جائے گی۔ ایک بار جرأت کریں، میں آپ کے ساتھ ہوں۔ دیکھیں آپ کس قدر خوبصورت لگ رہی ہیں۔ یہ ساڑھی کا پیچ کلر آپ پر بہت جچ رہا ہے ...... اور یہ جیولری سیٹ بہت دلکش لگ رہا ہے۔"

اس نے ہر ممکنہ اس کی ہمت بندھانے کی کوشش کی۔

''اسجد......!'' اس نے تھوک نگلا۔

''اب آپ اندر قدم رکھیں ...... ورنہ میں اندر خود دھکا دے دوں گا۔'' اسجد نے اب دھمکی دے دی۔

چار و ناچار اس نے ہمت اکٹھی کی اور ڈائننگ ہال کا بھاری پردہ ہٹا کر دھیرے سے اندر قدم رکھ دیئے۔ ساتھ ہی اسجد بھی خوش ہو کر اندر داخل ہو گیا۔

''آداب......''

دروازے سے داخل ہوتے ہی سب کی نظریں ان کی جانب مرکوز ہو گئی تھیں۔ وہ کچھ نروس سی ہوئی مگر اسجد کی موجودگی سے کافی تسلی تھی۔

صفدر، بیگم صفدر، ماما کی نگاہوں میں حیرت کے ساتھ ستائش تھی اس کے لئے۔

وہ دھیرے دھیرے چل کر ٹیبل کے قریب پہنچی۔ وہ لوگ کھانا شروع کر چکے تھے۔ بیگم صفدر نے اُٹھ کر اس سے ہاتھ ملایا اور تعریف کی۔ ماما نے خوشی سے اسے اپنے قریب والی کرسی پر بیٹھنے کو کہا اور مشہد کی خشمگیں نگاہوں کی زد سے گھبرا کر وہ جلدی سے بیٹھ گئی۔

اسجد نے جلدی سے خود تعارف کرایا۔

''صفدر صاحب! اور مسز صفدر! یہ ہیں ہماری پیاری سی بھابی مسز تمکین مشہد۔''

''آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔'' بیگم صفدر نے کہا تو صفدر نے فوراً کہا۔

''خوشی کے ساتھ ساتھ حیرت بھی ہوئی ...... کیونکہ ہمارا دوست تو بس آپ کو سات پردوں میں چھپا کے رکھنا چاہتا ہے۔''

مشہد نے پہلو بدلا اور کھا جانے والے انداز میں پہلے تمکین اور پھر اسجد کو گھورا۔

''اگر آپ سے ملاقات نہ ہوتی تو بہت کمی سی رہتی۔'' بیگم صفدر نے مسکرا کر تمکین سے کہا۔

''یہ کیسے ممکن تھا...... بھابی پردہ کرتی ہیں، لیکن خواتین سے نہیں۔ آپ تو ہماری بھابی ہی لگیں، آپ سے کیسا پردہ......؟'' اسجد نے احسن طریقے سے مشہد

کے غصے میں کمی کے لئے بات بنائی۔ مگر اس کے چہرے کا تناؤ بدستور قائم رہا۔

''یہ بات تو ہم سب دوست مشہد کو کہتے رہتے ہیں کہ اس دور میں بھی تم نے بھابی کو قید میں رکھا ہوا ہے۔'' صفدر نے جلتی پر گویا تیل ڈال دیا۔

''دراصل مشہد نے کچھ سنجیدگی سے مذہبی کتابیں پڑھ لیں اور کچھ اس طرح کی شخصیات سے میل جول رکھے کہ اس پر یہ اثر بہت غالب ہے ...... پردہ بری چیز ہے بھی نہیں اس لئے ہم نے مشہد کی کبھی پردے کے لئے مخالفت نہیں کی۔''

ماما نے مؤثر انداز میں بات سنبھالی مگر مشہد کے دل سے غصے کی گرمی کو وہ بھی کم نہ کر سکیں۔

جیسے ہی تمکین نے کھانا شروع کیا، مشہد معذرت کر کے ڈائننگ ہال سے باہر نکل گیا۔ تمکین کے تو جسم سے جیسے جان نکل گئی۔ سامنے بیٹھے اسجد نے آنکھ کے اشارے سے اسے سمجھایا تو وہ بمشکل تمام کھانا زہر مار کرنے لگی۔

دوسری طرف ماما بھی کچھ پریشان تھیں اور کچھ خوش۔ کیونکہ تمکین کی اس طرح انٹری انہیں اچھی لگی تھی۔ اس سے پہلے تو ایسا کبھی نہیں ہوا تھا، آج یوں تمکین کا اچھی طرح تیار ہونا انہیں بہت اچھا لگا تھا ...... پریشانی اس بات کی تھی کہ مشہد کو یہ بات پسند نہیں آئی تھی اور یقیناً وہ اس کا اظہار ضرور کرے گا ...... مگر سوائے خاموشی کے اس بات کا حل کوئی نہیں تھا۔ وہ ذہنی طور پر تیار ہو کر کھانے میں مصروف ہو گئیں۔

+++

دروازے سے اندر داخل ہوتے ہی وہ ٹھٹکا۔

کمرے کی ہر چیز پُرزور طریقے سے اس کے شدید ردِعمل کا اظہار کر رہی تھی۔

صوفے کے کشن قالین کی زینت بنے منہ چڑا رہے تھے ...... ڈریسنگ ٹیبل کی تمام چیزیں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو چکی تھیں۔

''ہنہ، اونہہ......'' اس نے اپنی موجودگی کا احساس دلایا۔

کمرے کی کھڑکی سے باہر سگریٹ کے مرغولے اُڑاتے ہوئے اس نے شعلہ بار نظروں سے گھورا، پلٹا۔ اور دانت کچکچا کر غصیلی کیفیت کا اظہار کیا۔

اس سے اسجد کو کچھ خوف سا محسوس ہوا مگر وہ صاف چھپا گیا۔

''مسٹر اسجد! اب کون سی کمی رہ گئی ہے جو آپ پوری کرنے چلے آئے ہیں؟''

شدید طنزیہ جملہ اس کی طرف پھینک کر وہ سگریٹ کا ادھ جلا ٹکڑا ایش ٹرے میں مسلتے ہوئے صوفے پر بیٹھ گیا۔

''مشہد بھائی! مہمان کیا سوچیں گے......؟'' وہ تھوک نگلتے ہوئے قریب آ کر بولا۔

''شٹ اپ ...... جسٹ شٹ اپ اسجد! مہمان اب یہ سوچیں گے کہ مشہد گدھا ہے، پاجی ہے، ڈفر ہے، منافق ہے ...... اور وہ یہ سوچیں گے کہ وہ بکواس کرتا تھا، ڈھونگ رچاتا تھا ...... اپنے گھر والوں کا سوتیلا تھا اس لئے اسے ایسی بیوی لا کر دی گئی۔'' وہ بلند آواز میں چیخنے چلانے لگا۔

اسجد پریشان ہونے کی بجائے اس کے پاس آ کر جلدی سے ہاتھ پکڑ کر بولا۔

''کول ڈاؤن ...... مشہد بھائی! پلیز کول ڈاؤن ...... آپ اس طرح کیوں سوچتے ہیں؟ کیا آپ احساسِ کمتری میں مبتلا ہیں......؟''

''کک ...... کیوں ...... مجھ میں کس چیز کی کمی ہے جو میں احساسِ کمتری میں مبتلا ہو جاؤں؟'' وہ ہکلایا۔

''نہ آپ میں کوئی کمی ہے اور نہ ہی آپ کی لائف پارٹنر میں۔'' اسجد نے موقع پا کر دل کی بات کہہ ڈالی۔

''جی ہاں ...... جانتا ہوں میں ...... میں صرف اپنی مرضی کے مطابق اپنی بیوی کو دیکھنا چاہتا ہوں اور تم......''

''سنئے ...... سنئے مشہد بھائی! وہ بھی آپ ہی کی مرضی سے جیتی ہیں۔ لیکن اختلاف تو صرف ایک جگہ پر ہے کہ آپ انہیں جینے دیں، مُردہ نہ بنائیں۔ کسی بھی چھوٹی سی بات کو انا کا مسئلہ نہ بنائیں، نہ ظاہرداری سے کام لیں۔''

اسجد نے دھیرے دھیرے کہا تو اس نے خشمگیں نگاہوں سے گھور کر زور سے ہاتھ جھٹکا۔

''اپنے مشورے اپنے پاس رکھو ...... مجھے بے حیائی کی زندگی پسند نہیں۔''

''ہمیں بھی پسند نہیں ہے۔'' اس نے مسکرا کر کہا۔

''غور کرو کہ تمہیں کیا پسند ہے اور تم کیا چاہ رہے ہو......؟'' مشہد نے گہرے طنز سے اس کی توجہ ماہیا کی طرف مبذول کرائی۔

''مشہد بھائی! جیسا آپ سوچ رہے ہیں، ویسا نہیں ہے۔ خیر یہ بحث پھر سہی، فی الحال تو آپ باہر چلیں۔ صفدر بھائی کیا سوچ رہے ہوں گے......؟''

''باہر آپ کی چہیتی بھابی موجود ہیں ...... ماما کی لاڈلی بھتیجی صاحبہ......'' وہ پھنکارا۔

''پلیز! آپ بات سمجھیں، گھر آئے مہمانوں کی اس طرح ہتک نہیں کرتے۔'' اسجد نے حتیٰ الامکان کوشش کی۔

وہ کچھ نرم پڑ گیا ...... شاید موقع کی نزاکت کی خاطر۔

''ٹھیک ہے ...... آپ تشریف لے جائیں۔'' خاصے اُکھڑے اُکھڑے لہجے میں کہا گیا۔

''مشہد بھائی! وہ......''

''اچھا، اچھا...... بس زیادہ بزرگ بننے کی ضرورت نہیں۔ Now you can go'' اس نے درمیان سے ہی اس کا جملہ اچک کر بارش لہجے میں کہا۔

اسجد خاموشی سے باہر نکل آیا۔

''اسجد......!''

اسے کمرے سے باہر نکلتا دیکھ کر دور سے آتی تمکین نے آہستہ سے کہا۔

''جی ...... جی بھابی!'' وہ جلدی سے چونکتے ہوئے بولا۔

''کیا کہا مشہد نے......؟'' وہ سخت خوفزدہ تھی۔

''ارے کچھ بھی نہیں ...... آپ بالکل پریشان نہ ہوں۔''

''مگر......'' وہ ہکلائی۔

''اگر مگر کچھ نہیں ...... آپ ٹھیک رہیں ...... باقی سب ٹھیک ہو جائے گا۔ چلیں مہمانوں کے درمیان۔'' اس نے اچھے طریقے سے ہمت بندھائی۔ اسی اثناء میں رانی، مژگاں کو اٹھائے اسی طرف آ گئی ...... مژگاں رو رہی تھی۔

''بیگم صاحبہ جی! یہ جاگ گئی ہے...... کمرے میں لے جاؤں؟''

''نہیں ...... لاؤ، مجھے دے دو۔ تم اس کا فیڈر بنا کر لاؤ۔'' تمکین نے جلدی سے مژگاں کو گود میں لے لیا ...... رانی چلی گئی تو اسجد نے اسے ڈرائنگ روم کی طرف چلنے کو کہا۔

وہ دونوں ڈرائنگ روم کے دروازے پر تھے کہ مشہد بھاری قدموں سے چلتا ہوا ان کے قریب پہنچ گیا ...... ایک غصیلی نگاہ ان دونوں پر ڈال کر اندر چلا گیا۔

+++

''ہیلو......!''

''ہیلو......!'' ماہیا نے اس کی بھاری مسحور کن آواز پہچان کر کہا۔

''کوئی خوشی ہوئی ہے یا......''

''یا کیا......؟ اس وقت زحمت کیسے کی ہے؟'' اس نے تکیہ بیڈ کی پشت سے لگا کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''اس وقت کیا وقت ہے؟''

''رات کا ایک بج رہا ہے مسٹر......'' اس نے جمائی لیتے ہوئے کہا۔

''تم ہی بتاؤ کہ تم کون سا وقت میرے لئے نکال سکتی ہو ...... میرا خیال ہے کبھی نہیں۔'' وہ چڑ کر بولا۔

''کم از کم رات کے ایک بجے تو ہرگز نہیں نکال سکتی۔ ویسے کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ آپ کو میرے وقت سے کیا حاصل ہوگا......؟'' اس نے تنگ کرنے کی غرض سے کہا۔

''جو حاصل زیست ہو، وہ یہ پوچھے۔ بولو......'' اس نے انتہائی محبت آمیز لہجے میں پوچھا۔

''چلو بتاؤ، کیوں فون کیا ہے......؟'' اس نے کمال ہوشیاری سے اس کی بات کاٹ دی۔

''ماہیا! اتنی لاپروائی کس لئے؟ میری بات سن کر بھی ٹال دیتی ہو۔ کیا نہیں جانتیں کہ میں نے فون کیوں کیا ہے......؟'' محبت کی رم جھم میں بھیگا بھیگا انداز

ماہیا کو مسرور کر گیا لیکن پھر بھی وہ انجان بن کر بولی۔

''حد ہے بھئی ......فون کرنے والا ہی تو یہ بتاتا ہے کہ فون کیوں کیا ہے؟''

''تو پھر میں بتا دوں کہ فون کیوں کیا ہے؟'' بڑا جارحانہ انداز تھا۔

''فار گاڈ سیک اسجد! مجھے سخت نیند آ رہی ہے۔''

''میں اس وقت جاگ رہا ہوں ...... بلکہ مسلسل بے شمار راتوں سے جاگ رہا ہوں۔ اب تھک گیا ہوں، اس لئے فون کیا ہے۔'' وہ انتہائی تحمل سے سنبھل سنبھل کر بولا۔

''اوہ میرے خدا! اب کہہ بھی چکو'' وہ چڑ کر بولی۔

''ماہیا! مجھے تمہارا فیصلہ سننا ہے ......تمہارا ارادہ جاننا ہے ...... میں یکطرفہ اس لو دیتی آگ میں جل جل کر کہیں مر نہ جاؤں ...... اس لئے پلیز، مجھے بتاؤ کہ تمہارے دل میں میری کیا حیثیت ہے......؟''

''اسجد! لگتا ہے آپ کا دماغ چل گیا ہے ...... بھئی آپ اچھے انسان ہیں، صرف میرے لئے ہی خاص طور پر کیوں......؟''

''خاص تو تم میرے لئے ہو۔ ظاہر ہے، میں تم سے ہی پوچھوں گا۔''

''یہ باتیں صبح بھی تو ہو سکتی ہیں۔''

''نہیں، یہ فیصلہ آج، ابھی اور اسی وقت ہوگا۔'' وہ ڈٹ گیا۔

''بہت ضدی ہیں آپ ......اگر آپ ہیں ہی اچھے تو یقیناً میں بھی اچھا ہی سمجھتی ہوں۔''

''صرف اچھا سمجھنے سمجھانے کی بات نہیں ہے۔ مجھے تم سے شدید محبت ہے۔ اس کا جواب چاہئے۔'' وہ بے دھڑک کہہ گیا ...... دوسری طرف وہ کان کی لوؤں تک سرخ پڑ گئی۔

''بولو ...... کیا مجھ سے محبت کرتی ہو......؟'' وہ سر ہی پڑ گیا۔

''اس کا مجھے علم نہیں۔'' اس نے دھیرے سے کہا۔

''بنو مت ...... مجھے جواب چاہئے کہ ہاں کرتی ہوں۔''

''واہ بھئی ...... دھونس ہے کیا......؟''

"ماہیا! تم صرف میری ماہیا ہو، بس۔"

"میرا خیال ہے مجھے اسٹام پیپر پر لکھ کر دے دو۔"

"وہ تو لکھا ہی جائے گا...... فی الحال میرے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ تھینک ماہیا!" وہ خوش ہو کر بولا۔

"اللہ حافظ۔" اس نے کھٹ سے فون بند کر دیا۔

اس کے بعد مسلسل تین گھنٹیاں بجیں مگر اس نے فون نہیں اٹھایا......

خمار سے بھری آنکھوں میں نجانے ایک دم ہی اس کی صورت کیوں سما گئی۔ وہ بہت کچھ جو وہ اسے نہ کہہ سکی تھی، وہ سب باتیں سرگوشی کی شکل میں اس سے کہتی رہی...... دل پر جبر کے جو پہرے بٹھا رکھے تھے وہ سب کے سب جانے کہاں چلے گئے۔ وہ حیا بار پلکیں اٹھاتی گراتی، تن تنہا اس کے روبرو آ گئی...... بنا چھوئے بھی وہ اس کی گرمئی جذبات میں ڈوبی نگاہوں سے موم کی مانند پگھل کر نیند کی بانہوں میں سما گئی۔

+++

"احمد......!"

"جی ماما......؟" احمد نے فوراً اخبار تہہ کر کے رکھتے ہوئے بیگم ادریس کی جانب توجہ کی۔

"اسجد اگر ذمہ داری سنبھالنے لگا ہے تو اس کے بارے میں سوچنا چاہئے۔" انہوں نے کہا۔

"ماما! بس لاپرواہ ہے...... اور مشہد کو اس سے چڑ ہے۔" احمد نے جواب دیا۔

"مشہد کی بات چھوڑو...... وہ تو بلاوجہ جھلانے لگتا ہے۔"

"آپ کیا کہنا چاہ رہی ہیں؟" احمد نے پوچھا۔

"میں چاہتی ہوں کہ اسجد کے فرض سے بھی فارغ ہو جائیں۔"

"بات تو مناسب ہے...... لیکن اسجد سے پہلے مشورہ کرنا ضروری ہے۔"

"وہ بھی ہو جائے گا...... پہلے سے مجھے اندازہ ہے کہ وہ ماہیا میں دلچسپی لیتا ہے۔" بیگم ادریس نے گود میں سوئی مژگاں کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے

ہوئے کہا۔

"بہت اچھی بات ہے...... ماہیا ہر لحاظ سے اچھی لڑکی ہے۔"

"تم نازش سے کچھ رائے لو...... اس کی رضامندی ہو گی تو بات آگے بڑھائیں گے۔"

"میرا خیال ہے ماما! نازش کو کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔"

"بیٹا! نازش کو نہ بھی ہو، وہی ماہیا اور اپنی والدہ کی طرف سے ہمیں پوچھ کر بتا سکتی ہے۔ نہیں معلوم کہ ہم ایسا سوچ رہے ہیں، ان کے ذہنوں میں ایسی کوئی بات نہ ہو۔"

"ٹھیک ہے...... میں نازش سے بات کروں گا...... لیکن پہلے آپ اسجد سے مزید کنفرم کر لیں۔"

"کیا کنفرم ہو رہا ہے...... کس کے لئے ہو رہا ہے......؟" مشہد ٹی وی لاؤنج میں داخل ہوتے ہوئے بولا۔

"اسجد کے لئے سوچ رہے تھے کہ اب اس کی شادی کرنی چاہئے۔" بیگم ادریس نے کہا۔

"یہ تو اچھی بات ہے...... اسی طرح وہ دوسروں کے معاملات میں ٹانگ اڑانے سے باز آئے گا۔"

مشہد نے بظاہر لطیف انداز میں کہا لیکن ماما اس کا طنز صاف محسوس کر گئیں۔

"مشہد! دوسرے غیر نہیں ہیں اس کے۔ اپنے ہیں، جن کی بہتری ہم سب کو عزیز ہے۔" بیگم ادریس نے خاصی سنجیدگی سے کہا۔ مشہد کچھ شرمندہ سا ہو گیا۔

"ماما چاہتی ہیں کہ اسجد کی شادی ماہیا سے ہو جائے......"

احمد نے بتایا تو اسے گویا بچھو نے ڈنک مار دیا۔

"ماہیا سے......؟"

"کیوں...... کوئی خرابی ہے ماہیا میں......؟" احمد نے حیرت سے پوچھا۔

"اچھائی کون سی ہے اس میں؟ ...... ہمیں نہیں کرنی اسجد کی شادی اس سے۔"

وہ بہت نفرت آمیز لہجے میں بولا۔

"وجہ ......؟ یہ فیصلہ اسجد کا ہے اور اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔" ماما نے کہا۔

"ماما! مجھے آپ سے یہ امید ہرگز نہیں ہے ...... کیا با حیا، پردہ دار لڑکیوں کا کال پڑ گیا ہے......؟" وہ جھنجھلا کر کہتا ہوا اٹھ کر چلا گیا ...... احمد کے چہرے پر شدید تناؤ سا آ گیا ...... بیگم ادریس بھی چپ ہو گئیں۔ احمد، ماما کی وجہ سے چپ چاپ ایک بار پھر اخبار کی دنیا میں کھو گئے۔

"احمد...... احمد......!" اسی لمحے نازش، عروشہ کو گود میں اٹھائے آ گئی۔

"ہاں......"

"دیکھیں، عروشہ کو سنبھالیں ...... آج خوامخواہ کی ضد کر رہی ہے۔"

"کس بات کی ضد......؟" بیگم ادریس نے دلار سے عروشہ کے لئے بانہیں پھیلا دیں۔

"اسجد کے ساتھ باہر جانا ہے ...... زین سویا ہوا ہے۔ اگر اسے لے گئے تو وہ بہت شور مچائے گا۔ اس لئے اسے آپ سنبھالیں۔ ہم جلدی آ جائیں گے۔"

"ہم کون کون......؟" احمد نے پوچھا۔

"میں، اسجد اور تمکین جا رہے ہیں۔"

"تمکین...... اور مشہد صاحب؟" احمد نے شدید حیرت سے چونک کر پوچھا۔

"مشہد تو ابھی گاڑی لے کر کہیں چلا گیا ہے۔"

"اور بعد میں آ کر طوفان مچائے گا۔" ماما نے کہا۔

"یہی بات میں اور تمکین، اسجد کو سمجھا سمجھا کر تھک گئے ہیں مگر اس کی سمجھ میں کوئی بات نہیں آتی۔" نازش نے عروشہ کو احمد کے حوالے کرتے ہوئے بتایا۔

"جانا کہاں ہے......؟" بیگم ادریس نے آہستہ سے پوچھا۔

"نہیں معلوم۔ کہتا ہے سرپرائز ہے۔"

"اچھا ...... لیکن جلدی آ جانا۔ مشہد کے آنے سے پہلے۔" بیگم ادریس نے مزید کسی خرابی سے بچنے کے لئے کہا تو نازش اثبات میں گردن ہلا کر چلی گئی۔

+++

"اسجد! اس قیامت کے ذمہ دار تم ہو گے ...... سمجھ لو، تمہاری خیر نہیں ......"

نازش نے پالر سے باہر نکلتے ہی گاڑی میں بیٹھے اسجد کو کہا تو اسجد نے مسکراتی نظروں سے تمکین کی طرف دیکھا۔ تمکین، ماہیا کے ہمراہ چلتی ہوئی آ رہی تھی ...... اس کے لمبے بال کٹنے کے بعد بھی بہت خوبصورت لگ رہے تھے ...... بلکہ ایک نمایاں تبدیلی سی آ گئی تھی۔ شریر لٹوں کو ہاتھ سے سمیٹتی وہ بہت اچھی لگ رہی تھی ...... حد درجہ خوف اس کے چہرے پر نمایاں تھا۔

"زبردست......" وہ چلایا۔

"ہش...... سڑک پر کھڑے ہو۔" ماہیا نے اس کے چلانے پر کہا۔

"اسجد! مشہد تو نجانے کیا کر گزریں گے۔" تمکین تقریباً رو دی۔

"چھوڑیں، چھوڑیں...... بیٹھیں، اس خوشی کے موقع پر آپ کو چائنیز لئے چلتے ہیں۔" وہ لاپرواہی سے بولا۔

"جلدی چلو ...... میں نے برقع بھی نہیں لیا۔" تمکین گاڑی میں بیٹھتے ہوئے بولی۔

"فضول باتوں سے تینوں خواتین اجتناب برتیں ...... ورنہ کچھ بھی ہو سکتا ہے۔" وہ سخت حاکمانہ انداز میں کہہ کر گاڑی اسٹارٹ کرنے لگا۔

"مشہد بھائی سے اتنا خوف کیوں کھاتی ہیں آپ......؟" ماہیا نے تمکین سے پوچھا۔

"خوف کھانا چاہئے ......شوہر بڑی ڈراؤنی چیز ہوتا ہے۔" اسجد نے مزاح پیدا کرنے کے لئے کہا تو نازش کھلکھلا کے ہنس پڑی۔

"ڈراؤنی چیز لینی ہی نہیں چاہئے......" ماہیا نے جان بوجھ کر اسے ستایا۔ اس نے پلٹ کر گھورا اور کہا۔

"میں بالکل ڈراؤنی چیز نہیں ہوں۔"

ماہیا جھینپ گئی۔

"اسجد! میرا دل گھبرا رہا ہے ...... مشہد آ گئے ہوں گے۔" تمکین کو اپنی پڑی تھی۔

"اُف میرے خدا! آپ کی سُوئی وہیں اٹکی ہوئی ہے...... بھئی آ گئے ہوں گے تو کیا ہے، انتظار کر لیں گے ...... کیا شوہر انتظار نہیں کر سکتے؟" اس نے چائنیز ہوٹل کے سامنے گاڑی روکتے ہوئے قطعاً لاپرواہی سے کہا۔

"چھوڑو تمکین! تم نے مشہد کو نجانے کیا بنا دیا ہے ...... کوئی قیامت نہیں آنے لگی۔ چلو باہر آؤ، موڈ ٹھیک کرو۔" نازش نے گاڑی سے باہر آتے ہوئے کہا۔ وہ کچھ نہ کہہ سکی، باہر نکل آئی۔

"ویسے حیرت ہے کہ مشہد بھائی اس قدر مختلف فطرت کے مالک ہیں۔" ماہیا نے قدرے بیزاری کا مظاہرہ کیا۔

"اے، سنبھل کر۔ وہ آپ کے کچھ ہونے والے ہیں۔" اسجد نے برابر چلتے ہوئے کان کے قریب ہوتے ہوئے کہا۔

اس نے کھا جانے والی نظروں سے گھورا۔ "منہ دھو رکھئے مسٹر......!"

"اچھی طرح دھویا ہے ...... آپ فکر ہی نہ کریں۔" اس نے برجستہ شریر انداز میں جواب دیا تو ماہیا مسکرا دی۔

+++

کھلے گیٹ سے بنا کچھ پوچھے، زن سے گاڑی اندر داخل کر کے اس نے بغور کوٹھی کا جائزہ لیا۔

خوبصورت سفید پتھروں سے بنی جدید اور قدیم فن تعمیر کا شاہکار۔

اس نے داد بھری نظروں سے دیکھا، دل ہی دل میں کوٹھی کے مکینوں پر رشک کرنے لگا۔ مزید کچھ سوچنے سے پہلے، غصیلے لہجے میں چلاّتے ہوئے چوکیدار کا سامنا کرنا پڑ گیا۔ سیاہ مرسڈیز کے ڈرائیونگ سیٹ والے دروازے کی طرف آ کر اس نے کھڑکی کے شیشے کو پیٹ ڈالا۔

"ارے...... ارے خان صاحب! کیا شیشہ توڑنا ہے......؟" اس نے جلدی سے شیشہ نیچے اتارتے ہوئے کہا۔

"اوئے، تم کون اے ...... اور یوں اندر کیوں آیا اے......؟" داد گل نے فوراً حملہ کیا۔

"کھلے گیٹ سے آیا ہوں اور......"

"اور تم کو اجازت لینا چاہئے تھا ...... ام بلاتا اے صاحب لوگ کو......"

چوکیدار اس کی سنے بغیر ہی زور زور سے چلاّنے لگا۔

"چھوٹی بی بی ...... چھوٹی بی بی......"

وہ اتنی زور سے چلاّ رہا تھا کہ لان کے پچھلے حصے میں ایکسرسائز کرتی ماہیا کو فوراً آنا پڑا۔

"داد گل...... کیا ہو گیا ہے؟" ٹریک سوٹ میں وہ تیزی سے بھاگتی ہوئی آئی تو اجنبی نے سیاہ عینک کے شیشوں سے گھور کر اسے دیکھا اور جھٹ دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔

"یہ تمہارا صاحب ہے؟...... تمہارے ہاں عورتیں صاحب ہوتی ہیں؟"

اجنبی نے شرارت سے داد گل سے پوچھا تو ماہیا نے سنجیدگی سے معاملے کو سمجھنے کی کوشش کی۔

"کون ہیں آپ......؟"

"چھوٹی بی بی! بنا اجازت لئے طوفان کی طرح گاڑی اندر لے آیا۔ ام......"

"تم چپ رہو داد گل......" ماہیا نے اسے خاموش کرا کے، شریر مسکراہٹ ہونٹوں پر لئے اونچے لمبے، وجیہہ نوجوان سے پوچھا جو سیاہ پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ دیئے دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"میں ایک شریف، مہذب آدمی ہوں۔"

"اسی لئے بنا اجازت اندر داخل ہو گئے ہیں۔"

"گیٹ پر کوئی تھا ہی نہیں ...... اور مجھے ویسے بھی اجازت لینے کی عادت نہیں ہے۔ میں کچھ بھی کرنے کے لئے کسی کی اجازت لینا پسند نہیں کرتا۔" وہ عینک اتارتے ہوئے ایک ٹک اسے گھورتے ہوئے بولا۔ اس کی براؤن چمکیلی نگاہوں میں دور تک بے باکی تھی۔ وہ گڑبڑا سی گئی۔

"آپ فضول باتوں میں وقت ضائع نہیں کریں ...... یہ بتائیں، کون ہیں؟ کس سے ملنا ہے؟ اور......"

"اور کب کب ملنا ہے، اس کا بھی اضافہ کر لیں۔"

"پلیز مسٹر!"

"یہ دانیال کا گھر ہے......؟"

"جی ہاں۔"

"میں دانیال کے دوست عاطف کا چچا شہریار ہوں۔"

"اوہ......آئی سی آپ رکیں، میں ملواتی ہوں آپ کو۔" یہ کہہ کر ماہیا نے ملازم کو آواز دی۔ کچھ دیر میں الٰہی بخش آ گیا تو اس نے کہا۔

"الٰہی بخش! انہیں دانیال سے ملنا ہے۔ لے جاؤ، ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ۔"

"جی چھوٹی بی بی......" الٰہی بخش نے کہا اور شہریار کو چلنے کا اشارہ کیا......مگر وہ ذرا سا ماہیا کی جانب جھک کر بولا۔

"آپ کا نام چھوٹی بی بی ہے یا......"

"یا کچھ نہیں۔" وہ چڑ کر بولی تو وہ معصوم سی شکل بنا کر الٰہی بخش کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ وہ دوبارہ سے ایکسر سائز کرنے کے خیال سے پلٹی تو وہ پیچھے سے بولا۔

"سنیئے......"

اس نے پلٹ کر دیکھا۔

"کیا آپ کچھ دیر میرے ساتھ نہیں بیٹھ سکتیں؟" بڑی معصومیت سے پوچھا گیا۔

"میں......لیکن کیوں؟ آپ کو دانیال سے ملنا ہے اور بس......" وہ کچھ حیرت اور کچھ تلخی سے بولی۔

"پلیز! آپ کے ساتھ ایک کپ چائے ہی ہو جاتی......" وہ پھر انتہائی معصوم سا چہرہ بنا کر بولا۔

"الٰہی بخش! انہیں چائے اور ساتھ میں کچھ کھانے کو بھی دینا۔" اس نے کا اونچی آواز میں کہا۔

الٰہی بخش جو کہ آگے آگے چل رہا تھا، اس نے پلٹ کر اثبات میں گردن ہلا کر جواب دیا۔

"فار گاڈ سیک! آپ اب ایک لفظ بھی نہیں بولیے گا۔" وہ کھا جانے والے انداز میں کہہ کر ایکسر سائز کا ارادہ ترک کر کے اندر کی طرف چلی گئی۔ جبکہ وہ بادل نخواستہ منہ لٹکائے چل دیا۔

+++

خلاف توقع صورتحال سامنے آئی۔

مشہد نے کسی قسم کے شدید غصے کے باعث چیخ و پکار اور توڑ پھوڑ کا ثبوت نہیں دیا۔ تمکین کو سر سے پیر تک دیکھنے کے بعد اس نے چند لمحے کچھ سوچا اور پھر فقط اتنا کہا۔

"تمکین! تم جو ضروری سامان اٹھانا چاہو وہ اٹھا لو اور فوراً میرا کمرہ خالی کر دو۔ اتنے ڈھیر سارے چاہنے والے اس گھر میں موجود ہیں......ان میں سے جس کے ساتھ چاہو رہ لو۔"

اس شدید ردِعمل پر وہ بھونچکا سی رہ گئی۔

"مشہد! میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ وہ......"

"دیکھو، بات نہ بڑھاؤ......فی الحال میں کچھ سننے کے موڈ میں نہیں ہوں۔" یہ کہہ کر وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔

بڑی دیر سے مژگاں رو رہی تھی۔ رانی اس کا فیڈر بنا کر لائی تو اسے بھی روتے دیکھا......اس کی پلکوں سے بے اختیار آنسو بہہ رہے تھے......رانی پریشان ہو کر بیگم ادریس کو بتانے کے لئے دوڑی......وہاں اسجد بھی موجود تھا۔ رانی کے بتانے پر بھاگتا ہوا ان کے کمرے میں آیا۔

"کیا......کیا ہوا......؟"

"وہی جو تم چاہتے تھے......نجانے کیوں تم میرا گھر تباہ کرنے پر تلے ہو۔" وہ سسکیاں لیتے ہوئے بولی۔

بیگم ادریس نے تڑپ کر اسے سینے سے لگا لیا۔

"کیا ہوا ہے میری جان......؟" انہوں نے پیار سے پوچھا تو روتے روتے اس نے ساری بات بتا دی۔

''اس میں رونے کی کوئی بات نہیں ہے......تم میرے ساتھ آؤ۔'' بیگم ادریس اسے لئے باہر نکل آئیں۔ اسجد، مژگاں کو اٹھائے پیچھے آ گیا۔

''پھوپھو! میں نے اسجد کو منع بھی کیا تھا، بتایا تھا کہ مشہد خفا ہوں گے۔'' وہ چھوٹی سی بچی کی طرح شکایتیں کر رہی تھی۔

''چپ کرو میری جان...... کچھ نہیں ہوتا...... میں اس کا دماغ ٹھیک کرتی ہوں ......آرام سے بیٹھو۔'' انہوں نے اپنے بیڈ پر اسے بٹھایا اور رانی کو چائے لانے کو کہا۔

''میں بات کرتا ہوں بھائی سے ...... آپ فکر نہ کریں۔ کوئی پرواہ کرنے کی ضرورت نہیں۔'' اسجد نے کہا۔

''کوئی جرم نہیں ہے بال کٹوانا۔'' بیگم ادریس نے سختی سے کہا۔

''رات گزار کر انہیں خیال آیا کہ کمرے سے نکال دو۔'' اسجد نے محظوظ ہوتے ہوئے کہا۔

''رات میں نے اچھی طرح بال لپیٹ رکھے تھے۔'' تمکین نے بتایا۔

''چلو، ابھی آئیں گے تو بات کرتا ہوں۔ میرا قصور ہے، مجھ سے بات کریں۔'' اسجد نے سنجیدگی سے کہا۔

''اسجد یار! تم کیوں مشہد سے الجھتے ہو؟...... جب وہ اپنی مرضی سے سب کچھ کرتا ہے تو تمہیں اس کے معاملات میں ٹانگ اڑانے کی کیا ضرورت ہے؟'' عین اسی وقت احمد بھائی اور نازش آ گئے۔ احمد نے کچھ سختی سے اسجد کو کہا۔

ضرورت ہے احمد بھائی! تمکین بھابی بیوی ہیں ان کی، غلام نہیں ...... ان کی اپنی زندگی اور شناخت بھی ہے، انہیں قیدی بنا کر کیوں رکھا گیا؟ آپ سب نے کبھی اس بات پر توجہ دی کہ تمکین بھابی اس پڑھے لکھے گھر سے تعلق رکھنے کے باوجود کمرے اور کچن تک پابند کیوں ہیں......؟ ان کی سادہ، پُرکشش شخصیت کو پردے کے نام پر کسی احساسِ کمتری کی چادر میں لپیٹ دیا جاتا ہے...... نازش بھابی بھی اسی گھر کی فرد ہیں، آپ کی بیوی ہیں، ان کے ساتھ ایسا برتاؤ کیوں نہیں ہوتا؟...... بولئے......'' اسجد پھٹ پڑا۔

''صاف سی بات ہے کہ مجھے اپنی بیوی کو اسی طرح دیکھنا اچھا لگتا ہے۔ میں کیوں چھپاؤں؟ کسی چیز کی کمی ہے مجھ میں یا میری بیوی میں؟'' احمد بھائی تیزی سے بولے۔

''جی ہاں......کوئی کمی نہیں ہے...... اسی لئے تو آپ اپنی بیوی کو ہر طرح سے خوش رکھتے ہیں۔ اس کا مطلب تو احمد بھائی! صاف صاف یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں مردوں کی خود مختار انا کا راج ہے۔ کہیں مرد اپنی بیوی کو آزادی سے جینے کا حق دے کر اپنی انا کو تسکین دیتا ہے اور کہیں پردے کے نام پر۔ دونوں صورتوں میں اپنی بڑائی اور عظمت کے گن گاتا ہے۔ عورت بے چاری تو کہیں بھی اپنی مرضی کے مقام پر نہیں ہے...... ہنہ! لعنت ہے ایسے منافقانہ رویوں پر۔''

اسجد دھواں دھار لہجے میں زہر فشانی کر کے چلا گیا اور سب پر جیسے سحر طاری ہو گیا......فسوں طاری ہو گیا...... سب ہی لاجواب ہو کر ایک دوسرے کا منہ دیکھ رہے تھے۔ احمد علی خفت بھرے انداز میں اپنا نچلا ہونٹ کاٹنے لگے...... اسجد کیا کہہ گیا تھا......؟

سیاہ جینز کے ساتھ سیاہ ہی ہائی نیک میں تیز قدموں کے ساتھ کمرے سے باہر آئی تو اماں کے پاس احسن بھائی کو بیٹھا دیکھ کر اسی طرف آ گئی۔

''السلام علیکم احسن بھائی!''

''وعلیکم السلام ...... آؤ بیٹھو......'' وہ سر سے پیر تک اس کا جائزہ لینے کے بعد بولے۔

''شکریہ، دراصل میں نازش آپی کی طرف جا رہی ہوں۔'' اس نے بتایا۔

''اچھا، تو پھر دانیال کو بھی ساتھ لے جاؤ۔ وہ بور ہو رہا ہے۔'' وہ بولے۔

''نیلو آپی کیا کر رہی ہیں......؟''

''ان کے سر میں درد ہے۔'' وہ سگریٹ کا کش لیتے ہوئے بولے۔

''اوہ...... میں پھر پہلے انہیں دیکھ لوں، پھر جاؤں گی......'' وہ ہمیشہ کی طرح پریشان ہو گئی۔

''ماہیا...... ماہیا! نیلو کو بھی ساتھ لے جاؤ۔ صبح سے کمرے میں پڑی ہے، ذرا بہل جائے گی۔'' اماں نے کہا۔

''احسن بھائی! آپ نیلو آپی کو لے جاتے...... میرا مطلب ہے ڈاکٹر کے پاس۔'' وہ کہتے کہتے بات ٹال گئی۔ دراصل ان کی نگاہوں کے سامنے وہ گڑبڑا جاتی تھی۔

''ماہیا! میں اماں کو حساب کتاب دینے آیا ہوں...... میرے پاس بے کار وقت نہیں ہے۔''

''جی...... جی......''

''احسن میاں! نیلو بٹی کو تو تمہیں ہی وقت دینا ہے، وہ کس سے جا کر کہے گی؟'' بوا نے چائے بنا کر انہیں دیتے ہوئے کہا۔

''بوا! جو کچھ میرے بس میں ہے اس کے لئے، وہ اسے ضرور دے دیتا ہوں۔ جس پر میرا اختیار ہی نہیں وہ کیسے دوں......؟'' انہوں نے کپ ہونٹوں سے لگاتے ہوئے گہری نگاہ اس پر ڈالی تو وہ بوکھلا کر فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔

''میرا خیال ہے ماہیا! نیلو اور دانیال کو ساتھ لے جاؤ۔ کافی عرصے سے نیلو بھی نازش کی طرف نہیں گئی۔'' اماں نے مشورہ دیا۔

''جی بہتر۔''

''ماہیا! اچھی لگ رہی ہو۔'' وہ بے ساختہ کہہ گئے تو وہ اور زیادہ پریشان ہو کر بھاگی ...... لیکن دو قدم ہی اٹھائے تھے کہ دادگل پھولی ہوئی سانس کے ہمراہ اندر آ گیا۔

''چھوٹی بی بی...... وہ...... وہ...... اسجد آئی ہے، تم کو بلاتی ہے، بہت جلدی اے اس کو......'' وہ ایک ہی سانس میں کہہ گیا۔

''اسجد......اندر بلاؤ۔'' اس نے کہا۔

''نہیں، وہ بولتی اے کہ بی بی کو ایک منٹ میں بلاؤ، جانا اے۔''

''سنا نہیں دادگل کہ انہیں اندر بلاؤ۔ بی بی کو کام ہے اندر۔'' اُس سے پہلے احسن انتہائی سخت لہجے میں بولے۔

دادگل دوڑ کر فوراً چلا گیا۔ ماہیا اپنے قدموں پر ساکت کھڑی رہ گئی ...... جبکہ کچھ ہی دیر بعد گاڑی کے جانے کی آواز سنائی دی ...... وہ جا چکا تھا ...... ماہیا کو اچھا نہیں لگا۔ با دلِ نخواستہ وہ مُردہ قدموں کے ساتھ نیلو آپی کو ملنے کے لئے چلی گئی۔

ان کے بیڈ پر بیٹھی تو نیلو آپی نے آنکھیں کھول دیں ...... ان کی آنکھیں سرخ تھیں اور بوجھل تھیں ...... سر پر دوپٹہ سختی سے باندھے ہوئے تھیں ......

خلافِ معمول اس کو چپ چپ دیکھا تو نیلو نے محسوس کیا۔

''ماہیا! کیا بات ہے؟''

''کچھ نہیں ...... آپ کی طبیعت کیسی ہے؟'' اس نے مسکرانے کی کوشش کی جس

میں ناکام رہی۔ نجانے کیوں اندر دھواں سا بھر گیا تھا ...... اسجد کے لئے دل کی اس بے ایمانی پر وہ خود بھی پریشان تھی۔

"ماہیا! کیا بات ہے ......تم ہم سب کی جان ہو، تمہاری ہر بات سے ہم اچھی طرح واقف ہیں۔" نیلوفر نے اصرار کیا۔ ماہیا نے ہلکے پھلکے انداز میں بتا دیا۔

"یہ تو جہالت ہے ماہیا! اس کو کوئی پرابلم ہو سکتی ہے۔ کم سے کم اس کی بات سنی چاہئے تھی۔"

"دراصل احسن بھائی نے......" وہ رک گئی۔

"ماہیا! کیا احسن بھائی، تمہیں خود عقل سے کام لینا چاہئے تھا۔" نیلوفر نے کچھ برہمی سے کہا۔

"سوری!"

"سوری اسجد سے کرنا...... وہ کیا سوچے گا؟"

"اچھا، میں اس سے بات کر لوں گی، لیکن آپ یہ بتائیں کہ آپ نے کوئی دوا لی ہے یا نہیں؟"

"بس وہی سر درد کی گولیاں لی ہیں ......مگر اب تو کوئی فرق ہی نہیں پڑتا۔"

"تو آپ کسی سپیشلسٹ سے رجوع کیوں نہیں کرتیں ...... کوئی سیریس مسئلہ نہ کھڑا ہو جائے۔"

"کہا تھا احسن کو ......مگر اُن کے پاس میرے لئے وقت ہی نہیں ہوتا۔ ابھی بھی صرف گھورتے ہوئے چلے گئے۔"

"اس وقت ان کی کوئی مصروفیت تو نہیں تھی، ہنہ! عجیب انسان ہیں۔ ایک طرف شائستہ، مہذب انسان بنتے ہیں، ملوں فیکٹریوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ دوسری طرف ایک بیوی اور بیٹا توجہ سے محروم ہیں۔" وہ جل کر بولی۔

"شکر ہے کہ تمہیں بھی یقین آیا کہ تمہارے احسن بھائی کتنے مہذب انسان ہیں۔"

"بہر حال آپ اٹھیں، میں آپ کو ڈاکٹر احسان الدین کے پاس لے کر چلتی ہوں ...... وہ نیورو سپیشلسٹ ہیں۔"

"مگر......"

"اگر مگر چھوڑیں، دانیال کو بھی ساتھ لے لیتے ہیں۔ واپسی پر کھانا بھی اچھی سی جگہ سے کھائیں گے۔" نیلوفر کی دلجوئی کی خاطر وہ خوش دلی سے بولی۔

"اور وہ اسجد؟"

"اوہو ...... نیلو آپی! آپ کی سوئی ایک ہی جگہ پر کیوں رک جاتی ہے، میں اس سے مل لوں گی۔ کوئی اتنا بھی اہم نہیں ہے وہ۔"

"اہم تو ہے ......نہیں یقین تو اپنے دل سے پوچھو۔" نیلوفر نے اٹھتے ہوئے کہا تو وہ مسکرا دی۔

+++

"اماں! میں بہت پریشان ہوں ...... نیلو آپی کے اتنے ڈھیر سارے ٹیسٹ کرائے ہیں، میرے ذہن میں بالکل نہیں تھا ...... ڈاکٹر صاحب کچھ متفکر سے دکھائی دے رہے تھے۔"

"کیوں......؟" وہ ان کی گود میں سر رکھے لیٹی تھی ...... اماں نے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا۔

"اماں! یہی تو پتہ نہیں کہ کیوں ...... وہ ناراض ہو رہے تھے کہ اتنے عرصے سے آپ سر درد میں مبتلا ہیں اور اپنے طور پر علاج کرتی رہیں۔"

"کئی بار تو میں نے نیلو کو ڈاکٹر کے پاس جانے کو کہا مگر اس نے ہر بار یہ کہا کہ احسن فارغ ہو جائیں گے تو لے جائیں گے۔"

"ہنہ...... احسن بھائی فارغ ہو جائیں گے اور انہیں لے جائیں گے۔ خوش فہمی ہے ان کی۔"

"اب اس وقت تو وہ سو رہی ہے ......آرام ہے شاید۔"

"نیند کی دوا ہے، اس کی وجہ سے سو رہی ہیں۔ اور احسن بھائی کہاں ہیں؟"

"وہ تو کہیں باہر گیا ہوا ہے۔"

"چھوڑیں اماں! ان کی بات۔ ابھی میں ان کی رپورٹیں لینے جاتی ہوں ...... اللہ سے دعا کریں کہ سب کچھ ٹھیک ہو۔" اس نے سنجیدگی سے احسن کا ذکر ٹالتے

ہوئے کہا۔

"اللہ کرے میری بچی ٹھیک ٹھاک ہو جائے......" اماں نے خلوصِ نیت سے دعا کی۔

"ویسے اماں! احسن بھائی کا رویہ نیلو آپی کے ساتھ واقعی ٹھیک نہیں ہے۔"

"ارے نہیں بچی! وہ بس سنجیدگی پسند ہے۔ رات دن بزنس میں مصروف رہتا ہے۔ ورنہ کون بیوی کے پلو سے بندھ کر نہیں رہنا چاہتا۔" اماں نے ہمیشہ کی طرح احسن کی طرف داری کی۔

"نہیں اماں! وہ بالکل توجہ نہیں دیتے ...... نیلو آپی ٹوٹ کر انہیں چاہتی ہیں اور وہ ایسے شو کرتے ہیں کہ شوہر لگتے ہی نہیں۔"

"ارے گڑیا! خوشخبریاں ان کی توجہ کے بغیر کیسے آ سکتی ہیں......" بوا نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"اللہ مبارک کرے......" اماں نے بھرپور خوشی سے کہا۔

"کون سی خوشخبریاں......؟" وہ اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولی۔

"ارے پہلے دانیال اور اب دوسری خوشی آ جائے گی۔" بوا نے ہنس کر بتایا۔

"کیا...... نیلو آپی...... مگر ان کی صحت ٹھیک نہیں ہے۔" وہ حیران ہوتے ہوئے بولی۔

"ارے اللہ خیر خیریت رکھے گا...... تم یہ دیکھو کہ بچے میاں بیوی کے پیار کی نشانی ہوتے ہیں۔"

"آپ کچھ بھی کہیں، مگر میں اب احسن بھائی کے رویے سے افسردہ ہوں۔" وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔

"تو احسن کو سمجھاؤ، بتاؤ۔" اماں نے کہا۔

"میں...... توبہ کریں، آپ دونوں سمجھائیں۔" وہ کانوں کو ہاتھ لگا کر بولی۔

"بلاوجہ خوف کھاتی ہو اس سے۔ حالانکہ وہ تم سے اچھی طرح بات کرتا ہے۔" اماں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"بس مجھے معاف رکھیں...... میں تو ان کی طرف ٹھیک سے دیکھ نہیں پاتی۔"

"ماہیا! بیٹا مارکیٹ جاؤ تو میری دوا بھی لے کر آنا۔" بوا نے یاد دلایا۔

"آپ نے اچھا کیا یاد دلا دیا...... میں تیار ہو کر جا رہی ہوں۔" اس نے بتایا۔

"کتنی دیر میں آ جاؤ گی؟"

"اماں! دو تین گھنٹے تو لگ جائیں گے۔ ڈاکٹر صاحب کو نیلو آپی کی رپورٹس دے کر کچھ دیر کے لئے نازش آپی کی طرف جاؤں گی۔"

"بچوں کو لے آنا۔"

"ٹھیک ہے......لیکن آپ نیلو آپی کے پاس جائیں۔ اور بوا! آپ انہیں سُوپ بنا کر پلائیں، پھل کاٹ کر دیں۔ کوئی سنجیدہ بات نہیں کرنی۔" اس نے کہا۔

"بے فکر ہو کر جاؤ۔" بوا نے کہا تو وہ اپنے کمرے کی طرف چل دی۔

+++

دوسرا دن تھا، تمکین کسی معصوم چھوٹے سے پرندے کی طرح بیگم ادریس کی گود میں منہ چھپائے لیٹی تھی ...... قریب ہی زین، عروشہ اور مژگاں کھیل رہے تھے۔ نازش صوفے پر بیٹھی بیگم ادریس اور تمکین سے باتیں کر رہی تھی کہ زین نے دادی سے مل کر گلے شکوے شروع کر دیے۔

"دادی! آپ دیکھ رہی ہیں چاچو کتنے بدل گئے ہیں؟"

"ہیں ...... کیا ہوا چاچو کو، کیا سینگ نکل آئے ہیں؟" بیگم ادریس نے ہنس کر پوچھا۔

"وہ ہمارے ساتھ کھیلتے بھی نہیں ہیں ...... کہیں باہر بھی نہیں لے کر جاتے۔"

"اور ڈانٹتے ہیں......" ننھی عروشہ نے بھی شکایت لگائی۔

"ارے واہ! چاچو کے ہم کان کھینچ لیں گے ...... ہماری گڑیا کو کیوں ڈانٹتے ہیں؟" انہوں نے جھٹ حمایت کا اعلان کیا تو وہ دونوں جیسے اکڑ سے گئے۔

"چاچو کو آپ دونوں بہت تنگ کرتے ہو اس لئے انہوں نے ڈانٹا ہوگا......" نازش نے کہا۔

"نہیں ماما! ہم نے آج تنگ نہیں کیا۔" وہ دونوں یک دم بولے تو بیگم ادریس

کو ٹوٹ کر ان کی معصومیت پر پیار آ گیا۔

''کہاں ہیں چاچو؟''

''اپنے کمرے میں۔'' زین نے کہا۔

''نازش! یہ رات سے اسجد کا موڈ بھی آف لگ رہا ہے۔ رات کھانے کے لئے بھی نہیں آیا۔'' انہوں نے تفکر آمیز انداز میں پوچھا۔

''جی! لگتا تو ایسا ہی ہے۔''

''لیکن کیوں؟ کیا ہو گیا ہے اس گھر کے مکینوں کو ...... کیوں سلگا رہے ہیں؟ مشہد کو دیکھو تو اس نے الگ زندگی اجیرن کر رکھی ہے۔ اب ذرا دیکھو، دوسرا دن ہے جو مشہد کو شرمندگی ہوئی ہو۔ مجھے اور مژگاں تک کو نہیں ملنے آیا، کمرے کا ہو کر رہ گیا ہے ...... میری سمجھ سے باہر ہے کہ کیا چاہتا ہے......؟''

''ماما! میں خود بہت پریشان ہوں۔ احمد بھی چپ چپ ہو کر رہ گئے ہیں۔ بلاوجہ بچوں کو ڈانٹنے لگتے ہیں۔ نہیں معلوم ہمارے گھر میں کیا ہو گیا ہے؟'' نازش بھی حد درجہ سنجیدگی سے بولی۔

تمکین جو چپ چاپ سب کچھ سن رہی تھی، ایک دم رونے لگی۔

''یہ سب میری وجہ سے ہے ...... مشہد مجھے پسند نہیں کرتے۔ آپ سب لوگ میری وجہ سے پریشان ہیں۔''

''ارے، ارے ...... یہ کیا کہہ رہی ہو جاناں! تمہارا کوئی قصور نہیں۔ مشہد کو اپنی غلطی پر نادم ہونا پڑے گا......'' بیگم ادریس نے تڑپ کر اسے سینے سے بھینچ لیا۔

''تمکین! ہم سب تمہاری اور مشہد کی بہتری چاہتے ہیں ...... ہنستا مسکراتا دیکھنا چاہتے ہیں۔ تمہیں خود ساختہ بنائے گئے گرداب سے نکالنا چاہتے ہیں۔''

''لیکن بھابی! مشہد کو یہ سب پسند نہیں ...... کاش میں نے بال نہ کٹوائے ہوتے۔'' وہ سسکی۔

''ٹھیک کہہ رہی ہو ...... لیکن کٹوا لینے پر یہ رویہ کیوں؟ کوئی جرم تو نہیں کیا۔ تمہیں اس طرح کیوں رکھنا چاہتا ہے مشہد۔ ہم صرف اس رویے کے خلاف ہیں۔ واقعی بال نہ کٹواتے۔ لیکن اگر کٹوائے ہیں تو مشہد نے یوں ایشو کیوں بنایا؟ بیوی کو

ہر طرح کی غلامی میں کیوں رکھنا چاہتا ہے وہ؟ ...... یہ بال تو دانستہ کٹوائے گئے ہیں تاکہ وہ چیخے، چلائے اور پھر ہتھیار پھینک دے۔'' نازش بولتی چلی گئی۔

''لیکن بھابی! کوئی تبدیلی ممکن نہیں۔''

''نہیں ...... تبدیلی ضرور آئے گی ...... مشہد کو اپنا رویہ بدلنا ہو گا۔ تمہارے چہرے پر حقیقی خوشیاں رقص کریں گی ...... تم بھی مشہد کے ساتھ قہقہے لگاؤ گی۔'' بیگم ادریس نے محبت پاش نظروں سے تمکین کو دیکھا تو وہ سچ مچ پُر امید ہو گئی۔

+++

''ہیلو!''

اجنبی آواز پر اس نے دائیں طرف مُڑ کر دیکھا تو بھنا سی گئی۔

''جی! فرمایئے۔ مگر یاد رہے کہ یہاں آپ کی ملاقات دانیال سے نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا آپ معذرت قبول کریں۔'' وہ آگے چل دی۔ مگر وہ بھی حاضر جواب تھا۔ جھٹ سامنے آ گیا۔

''سنئے! آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے، مجھے آج دانیال کی آنٹی سے ملنا ہے۔''

''دیکھئے مسٹر......''

''مسٹر شہریار۔'' وہ جملہ اُچک کر بولا۔

''جی شہریار صاحب! مجھے بے تکلفی پسند نہیں ہے ...... اس وقت میں ویسے بھی جلدی میں ہوں۔''

''آپ غلط نہ سمجھیں ...... میں کوئی برا انسان نہیں ہوں۔'' وہ برابر چلتے ہوئے بولا۔

''جی، یہ بھی میں جاننا نہیں چاہتی۔ کیونکہ میرے پاس وقت نہیں ہے۔ لیبارٹری سے رپورٹس لے کر فوراً ڈاکٹر صاحب سے ملنا ہے۔'' وہ خونخوار نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔ خوبصورت بڑی بڑی آنکھوں میں شدید غصہ بھی غضب ڈھا رہا تھا۔ ایسے میں شہریار بیگ کا دل چاہا کہ......

اسے پلکوں کی پالکی میں بٹھا لے جائے۔

دل کے آنگن میں چھپا لے۔

پھر عمر بھر شاہکار حسن کی پرستش میں محو رہے...... کھویا رہے...... ڈوبا رہے......

''اے، پلیز گھر جا کر خواب دیکھو۔'' یہ کہتے ہوئے اس نے چٹکی بجا کر اسے جگایا اور لیبارٹری میں داخل ہونے کے لئے سیڑھیاں چڑھتی چلی گئی۔

شہریار کو ایسا لگا کہ ساری روشنی وہ اپنے ہمراہ لے گئی...... وہ بت کی مانند وہیں کھڑا رہ گیا۔ بیس منٹ بعد وہ تیزی سے باہر نکلی تو اسے وہیں کھڑا دیکھ کر وہ ٹھٹکی...... اس کے چہرے پر شدید پریشانی نمایاں تھی۔

''پلیز شہریار صاحب! میں بہت اپ سیٹ ہوں...... آپ پریشان نہ کریں۔''

یہ کہہ کر وہ تقریباً بھاگتی ہوئی اس طرف چلی گئی جہاں اس نے گاڑی پارک کی تھی۔ اب کی بار وہ بھی کچھ پریشان سا ہو گیا کہ کس کی رپورٹس ہیں؟ اور کیا ہیں؟ پہلی ملاقات سے اب تک جتنا وہ اس کے لئے سوچ چکا تھا وہ بہت کافی تھا کہ وہ اس کی پریشانی پر اس سے زیادہ پریشان ہو...... وہ سخت پریشان سا خود بھی بنا شاپنگ کئے اپنی گاڑی کی طرف چل دیا۔

+++

''مس ماہیا! میں پہلے ہی فکرمند تھا کیونکہ اس طرح مستقل سر درد کی کیفیت ٹھیک نہیں تھی۔ حیرت اس بات پر ہے کہ آپ جیسے پڑھے لکھے لوگوں نے معمولی سر درد جان کر کوئی اہمیت نہیں دی۔''

''اب کیا ممکن ہے ڈاکٹر صاحب...... بلکہ آپ کو ٹھیک کرنا ہوگا۔'' وہ ٹپ ٹپ برستے آنسوؤں پر ذرا بھی کنٹرول نہ کر سکی۔

''ٹھیک تو بی بی اللہ کی ذات کرتی ہے...... ہم تو محض کوشش کرتے ہیں۔ ٹیومر افزائش کر گیا ہے۔ تاہم اسپیشلسٹس کا بورڈ بٹھا کر مشورہ کرتے ہیں کہ کیا ممکن ہے...... آپ مریضہ کو کل صبح لے کر آئیں...... ابتدائی میڈیسن کا آغاز تو کریں...... آگے اللہ بہتر کرے۔'' ڈاکٹر احسان الدین نے بتایا۔

''کتنے دن لگیں گے......؟'' وہ بے تابی سے بولی۔

''علاج میں......؟''

''نہیں، جو میڈیکل بورڈ آپ بٹھانے کی بات کر رہے ہیں۔''

''دیکھیں، کوشش تو جلد سے جلد کی کریں گے، آگے ان ڈاکٹر صاحبان کے شیڈولز کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا...... اس پر خرچہ بھی بہت آئے گا۔''

''آپ خرچے کی فکر نہ کریں، بس میری آپی کو بچا لیں۔'' وہ سسکیاں لینے لگی۔

''اللہ بہتر کرے گا...... آپ ہمت سے کام لیں۔ بلکہ مریضہ کو بالکل لاعلم رکھیں...... ان کے شوہر کو بھی ساتھ لائیے گا، ایسے میں ان کی بھرپور توجہ اور دیکھ بھال اچھا کام کرے گی۔''

''جی بہتر...... اور وہ پریگننسی رپورٹ کا کیا ہوگا؟''

''وہ بہت بڑا مسئلہ ہے...... اتنی شدید دوائیوں کی موجودگی میں بچے کا رہنا ممکن نہیں۔ اگر ابتدائی دن ہیں تو اچھی سی گائناکالوجسٹ سے مشورہ کریں اور ابارشن کرا لیں۔''

''لیکن اس کے لئے انہیں راضی کیسے کریں؟''

''ایسا کئے بنا دونوں کے لئے بچنا ممکن نہیں۔''

''ڈاکٹر صاحب! باہر لے جائیں آپی کو؟''

''کیوں نہیں...... لیکن بورڈ کے فیصلے کے بعد۔ بلکہ ہم باہر کے لئے بھی مکمل گائیڈ لائن ترتیب دیں گے۔'' ڈاکٹر احسان الدین نے انتہائی خلوص سے کہا۔

''شکریہ ڈاکٹر صاحب! ہم کل صبح حاضر ہوں گے۔''

''بہتر۔''

''او کے، اللہ حافظ۔'' وہ اپنا پرس اٹھاتے ہوئے بولی۔

''آپ نیلو بی بی کے شوہر کو بتا دیں تاکہ وہ ان کا اچھی طرح خیال رکھیں۔''

''کاش! وہ ان کا خیال رکھ سکتے۔'' بھرائی ہوئی آواز میں اس نے دھیرے سے کہا۔ ڈاکٹر احسان الدین سمجھ نہ سکے۔

''جی...... کیا کہا آپ نے؟''

''کچھ نہیں، خدا حافظ۔''

یہ کہہ کر وہ تیزی سے باہر نکل آئی...... دل قابو میں نہیں تھا۔ آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا رہا تھا...... جی چاہا کہ چیخیں مار مار کر روئے۔ سڑک پر پکار پکار کر سب

سے کہے کہ میری پیاری سی، بھولی سی آپی کی صحت یابی کے لئے دعا کرو۔

''اے اللہ! ایسا نہ کرنا۔'' آسمان کی طرف ڈبڈباتی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے اس نے شدت سے دعا کی۔

''اسجد......!''

''جی ماما......!'' وہ باہر جا رہا تھا، بیگم ادریس کی آواز سن کر ٹی وی لاؤنج میں آ گیا۔

''کیا مسئلہ ہے...... کیوں موڈ آف ہے......؟'' انہوں نے تحکم سے پوچھا۔

''کچھ نہیں...... کوئی ایسی بات نہیں ہے۔''

''مشہد کا دماغ ساتویں آسمان پر ہے اور آپ کا آٹھویں پر۔''

''ماما! میرے لئے آپ ایسا نہ سوچیں۔ مشہد بھائی بھی وقتی طور پر ناراض ہیں۔ ٹھیک ہو جائیں گے۔''

''جانتی ہوں...... لیکن تم تو تمکین اور مژگاں کی دلجوئی کرو، زین اور عروشہ کو بھی شکایت ہے کہ کہیں لے کر نہیں جاتے۔''

''ماما! ابھی لے جاتا ہوں...... اٹھیں تمکین بھابی!'' صوفے پر بیٹھی رسالہ دیکھتی تمکین سے اس نے کہا تو اس نے فوراً ہاتھ جوڑ دیئے۔

''نہ بابا! مشہد کو اور ناراض نہیں کرنا۔''

''کوئی ناراض ہوتا ہے تو ہوتا رہے...... بغیر کسی وجہ کے اس کا ناراض ہونا ہمیں پسند نہیں۔'' بیگم ادریس کو شدید غصہ آیا ہوا تھا۔

''آپ تیار ہوں، رانی کو کہیں کہ مژگاں کو اٹھا لے۔ میں زین، عروشہ کو بلاتا ہوں۔''

''شاباش بیٹا! نازش سے بھی پوچھ لینا۔''

''ماما! نازش بھابی اور احمد بھائی نیلو آپی سے ملنے گئے ہیں۔''

''اچھا، بچوں کو بھی لے جاتیں۔''

''بچوں کو پڑھانے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ بھابی کی امی کا فون آیا تھا کہ

نیلو آپی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔'' تمکین نے بتایا۔

''اللہ خیر کرے، کیا ہو گیا نیلوفر کو......؟''

''یہ معلوم نہیں۔''

''میرا خیال ہے ہم بھی وہیں چلتے ہیں...... اسجد بیٹا! تم گاڑی اسٹارٹ کرو، ہم سب چلتے ہیں۔'' بیگم ادریس نے کہا تو وہ خاموشی سے گردن ہلا کر چلا گیا۔

اسجد وہاں جانا نہیں چاہتا تھا، مجبوراً گیٹ تک گیا...... وہیں سب کو اتار کر بہانے سے گاڑی واپس موڑ لی۔

نیلوفر کے کمرے کی کھڑکی سے ماہیا نے اسے جاتا دیکھا اور ہونٹ کاٹ کر رہ گئی...... وہ سمجھ گئی کہ وہ ناراض ہو گا۔ اب تک وہ اس سے رابطہ نہیں کر سکی تھی...... کس قدر پریشان اور بے بس تھی وہ۔ نیلو آپی کے پاس سے ایک لمحہ بھی دور نہیں ہونا چاہتی تھی، جو دکھ اسے اندر سے کھا رہا تھا وہ کسے بتاتی...... سب کچھ اپنے اندر چھپائے وہ ہنس بھی رہی تھی، مسکرا بھی رہی تھی۔

کس کے ساتھ اپنا غم شیئر کرتی...... اماں تو یہ صدمہ برداشت نہیں کر سکتی تھیں۔ دانیال بچہ تھا، اسے پریشان کرنے سے کیا حاصل ہوتا...... بوا بھی کمزور دل ہیں، نیلو آپی کا غم وہ بھی برداشت نہیں کر سکتیں۔ اس لئے انہیں بھی کچھ نہ کہہ سکی۔

احسن بھائی تو ابھی تک گھر لوٹے ہی نہیں تھے...... اس لئے اس نے رپورٹس کے ٹھیک آنے کا جھوٹ بول کر اپنے اندر ہی یہ بڑا صدمہ چھپا لیا تھا۔

بظاہر نیلو آپی کے ساتھ کھانا کھایا، چائے پی، گپیں لگائیں، نازش آپی اور احمد بھائی کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کر رہی تھی...... کسی کو ہلکا سا بھی شائبہ نہیں ہونے دیا تھا۔ نازک سے وجود کو بمشکل وہ سنبھال پا رہی تھی۔

'اسجد! میں تمہیں کیسے بتاؤں کہ میں شدید درد کی اذیت کس طرح برداشت کر رہی ہوں...... تنہا لڑ رہی ہوں...... اس وقت مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ کاش! تم آ جاتے۔'

اس نے شدت سے سوچا۔ مگر وہ تو سخت خفا تھا اسی لئے بنا ملے ہی لوٹ گیا۔

اس کا دل بجھ سا گیا۔

+++

رات گئے وہ سب لوٹے تو مشہد کو ٹہلتے پایا۔ ان کو دیکھتے ہی وہ آگے بڑھا اور رانی کی گود سے مژگاں کو جھپٹ کر بولا۔

''میری بیٹی کو مجھ سے دور رکھنے کی کوشش نہ کریں آپ سب ...... یہ میرے ساتھ میرے کمرے میں رہے گی۔''

''سنو مشہد! میری بات سن کر جاؤ ...... اپنے بیمار ذہن کا علاج کراؤ۔ کون تم سے تمہاری بیٹی کو جدا کر سکتا ہے ......تم ہی رشتوں کا احترام بھول گئے ہو۔ نجانے کون سے جذبے کی تسکین کے لئے اپنی زندگی اجیرن بنا رکھی ہے ...... کون سا احساسِ کمتری ہے جس کی وجہ سے تم نے اپنے آپ پر خوشیوں کے راستے بند کر رکھے ہیں؟'' بیگم ادریس اس کے اس طرح کے رویے پر مشتعل ہو گئیں۔

سب خاموشی سے ٹی وی لاؤنج میں بیٹھ گئے اور مشہد کی طرف دیکھنے لگے۔

''ماما! مجھے کوئی اعتراض نہیں ...... آپ مجھ سے زیادہ خوشیاں اور پیار تمکین کو دے سکتی ہیں تو ضرور دیں ...... مگر میں اپنی بیٹی کو اپنے سے علیحدہ نہیں کر سکتا۔''

''کون علیحدہ کر رہا ہے ...... آپ خود اسے اور اپنی بیوی کو اپنے سے دور رکھے ہوئے ہیں، خول میں بند ہیں۔'' اسجد کب خاموش رہنے والا تھا، بول پڑا۔

اس کے بولتے ہی مشہد غصے سے پاگل ہو گیا۔

''شٹ اپ! تم کون ہوتے ہو میری بیوی کو بدظن کرنے والے ...... اس کو بے راہ روی دکھانے والے، بے پردہ گھمانے پھرانے والے اور اس کے شوہر سے پوچھے بنا بال کٹوانے والے ...... بولو......؟''

''سوری! مگر یہ سب آپ کے خلاف ہونے کے لئے نہیں کیا۔ محض تمکین بھابی اور آپ کو زندگی کی خوشیاں دینے کے لئے صرف شرارت ہے۔''

''تم کو کس نے کہا کہ ہم خوش نہیں ہیں......؟'' اس نے دیدہ دلیری سے پوچھا۔

''یہ آپ اپنے دل سے پوچھیں ...... کیا تمکین بھابی خوش ہیں؟ ...... ان کے

چہرے پر پھیلی اُداسی، خاموشی، بے بسی کبھی غور سے دیکھی آپ نے؟ آپ تو نام نہاد پردے کی آڑ میں انہیں قید کئے ہوئے ہیں۔ کسی احساسِ کمتری کو تسکین دے رہے ہیں......''

اسجد نے بھی گویا حساب کتاب برابر کرنے کی ٹھان رکھی تھی۔ مشہد کا چہرہ تن گیا تو ایسے میں بیگم ادریس نے بات سنبھالی۔

''چھوڑو پرانی باتیں ...... موڈ ٹھیک کرو۔ بیوی، بچی کے ساتھ ہنستی مسکراتی زندگی بسر کرو۔''

''آوارگی، بے پردگی کو آپ ہنستی مسکراتی زندگی کہہ رہی ہیں......؟'' وہ طنز سے پھنکارا۔

''یار مشہد! تم ذہنی مریض بن گئے ہو ...... ایک نارمل، مہذب لائف اسٹائل آوارگی اور بے پردگی کہاں سے ہو گیا؟...... مختصر سی زندگی میں ہنس کھیل کر جو وقت گزرے وہ گزارو ...... کیا ہر وقت پردہ، پردہ کی تقریر لگائے رکھتے ہو...... اطمینان رکھو کہ کہیں نہیں جاتی تمہاری بیوی۔''

احمد بھائی جو بڑی دیر سے سب کچھ سن رہے تھے اسے کندھے سے پکڑ کر بٹھاتے ہوئے بولے۔

''آپ کو بیوی کی نمائش اچھی لگتی ہے، مجھے نہیں۔'' وہ بولا۔

''اوہ یار! اس طرح سطحی انداز میں کیوں سوچتے ہو ...... میرے خیال میں بیویوں کو پردے کے نام پر قید میں رکھنا بھی انسانیت نہیں ہے۔'' احمد بھائی بہت نرمی سے بولے۔ اس کا سطحی لہجہ بالکل نظرانداز کر گئے۔

''دراصل یہ آپ دو مردوں کا مسئلہ نہیں ہے ...... ہمارا معاشرہ ہی ایسا ہے۔ ہم مردوں کا معاشرہ جس میں ہماری حکومت ہے۔ کہیں ہم عورت کے باعث عزت اور نام بناتے ہیں اور کہیں عورت سے عزت اور وقار کے جانے کا خوف ہمیں ذہنی مریض بنا دیتا ہے۔ دونوں رویے ہی منافقانہ ہیں۔'' اسجد نے طنز سے کہا۔

''میرا خیال ہے اسجد! آپ کا دماغ الٹ گیا ہے۔'' مشہد نے کھولتے ہوئے کہا۔

"اچھا، فی الحال اس بحث کو چھوڑو، اپنے رویے میں لچک پیدا کرو۔" نازش نے بھی مشہد کو نرمی سے کہا۔

"میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔" وہ یہ کہتا ہوا اٹھ کر چلا گیا۔ ننھی مژگاں بھی اس کے سینے سے لگی ہوئی تھی۔ تمکین کی روح تک اس کے ساتھ لپٹ کر چلی گئی ...... وہ بے قرار ہو کر اٹھی اور تیزی سے اس کے پیچھے پیچھے بھاگی۔

+++

"کیوں آئی ہو...... جاؤ......"

وہ جانتا تھا کہ تمکین رہ نہیں سکے گی۔

"مشہد! پلیز مجھے غلط نہ سمجھیں۔" وہ منت آمیز لہجے میں بولی تو وہ مژگاں کو بیڈ پر لٹا کر پلٹا۔

"تمکین بیگم! میں نے تمہیں قید میں رکھا ہوا ہے...... تمہیں رہائی چاہئے۔"

"خدا نہ کرے...... ایسا تو کوئی بھی نہیں چاہتا...... آپ دراصل حد سے زیادہ پابندی کرتے ہیں، اس وجہ سے مجھ میں ہی کوئی کمی رہ جاتی ہے۔"

"کوئی کمی رہ جاتی ہے، یہ تو بتاؤ کہ تمہارے پاس ہے کیا؟ آج بتا ہی دو۔ کیا دکھاؤں میں لوگوں کو؟...... مذاق اُڑواؤں اپنا؟" وہ طنزیہ ہنستا ہوا اس کے قریب آ کر بولا۔

"میں مذاق ہوں...... تماشا ہوں...... تو کہئے نا مشہد! کہ آپ مجھے بدصورت سمجھتے ہیں اس لئے چھپاتے ہیں۔ منہ سے اس کا اظہار کریں۔ کہیں تو۔ خاموش رہ کر یہ سلوک کیوں کر رہے ہیں......؟" وہ سرتاپا احتجاج بن گئی۔

"میری خاموشی، کمزوری نہیں بھرم ہے تمہارا تمکین بیگم......!" وہ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔

"میرا بھرم...... کون سا بھرم......؟ میں بدشکل ہوں، بدصورت ہوں...... اور آپ نقاب میں میرا بھرم چھپا کر رکھتے ہیں...... یہی کہنا چاہتے ہیں آپ......؟" وہ بھی اس کی شرٹ کھینچتے ہوئے بولی۔

"جو میں نہیں کہتا اسے بھرم کی شکل میں رہنے دو...... میرے بولنے سے کچھ باقی نہیں بچے گا...... سب کی باتوں میں آ کر جس راہ پر چلنا چاہ رہی ہو اس کی کوئی منزل نہیں۔"

"مشہد علی! کتنے بڑے منافق ہو تم...... میں ماں ہوں تمہاری...... تمہیں خوب پہچانتی ہوں...... اس کو کیا کہتے ہو؟ جو آج تمہارا رویہ ہے وہ کبھی تمہاری ذات کا حصہ نہیں رہا۔"

بیگم ادریس دروازے سے لگی کھڑی تھیں، ایک دم اندر آ کر پُر رعب لہجے میں بولیں تو وہ ٹھٹکا۔

"ماما! کیا میں اب تبدیل نہیں ہو سکتا...... میں اپنی بیوی کو اپنی مرضی سے رکھنا چاہتا ہوں۔" وہ ایک دم ان کے قریب آ کر نرمی سے بولا۔

"تبدیل ہو سکتے ہو...... بیوی کو بھی تمہاری مرضی سے ہی رہنا ہے، لیکن بچے! وہ خرابی درمیان سے نکال دو جو ہنسی خوشی کی زندگی کے بیچ حائل ہے۔" بیگم ادریس نے بھی شفقت بھرے لہجے میں کہا۔

"ماما! وہ خرابی کیا ہے...... کیوں ہے؟...... شاید میں نہیں جانتا، جان سکا تو دور کرنے کی کوشش کروں گا۔" وہ سر کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے بولا۔

"میری جان! چھوٹی چھوٹی خامیوں اور کمزوریوں کی وجہ سے زندگی کا اصل حُسن ماند نہیں پڑنا چاہئے۔" بیگم ادریس نے محبت سے اسے گلے لگا لیا۔

وہ چھوٹے سے بچے کی طرح ان کے بازوؤں میں سما گیا۔

تمکین نے وقتی طور پر تشکر آمیز نگاہوں سے چھت کی طرف دیکھا جس کا صاف مطلب تھا کہ وہ اللہ کا شکر ادا کر رہی ہے۔

بیگم ادریس بظاہر تو مسکرا کر باہر نکلیں لیکن اندر سے وہ بہت پریشان تھیں۔ ایک نہ حل ہونے والا معمہ بن گیا تھا۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس طرح تمکین اور مشہد کے بیچ پیدا ہونے والا خلا پُر کریں۔ یہ عارضی اطمینان تھا جسے لئے وہ اپنے کمرے میں پہنچیں۔

+++

گیٹ پر گاڑی کی ہیڈ لائٹس پڑتے ہی وہ کھڑکی سے ہٹ گئی۔

سیاہ شال شانوں پر پھیلا کر وہ اپنے کمرے سے باہر نکلی ...... ٹی وی لاؤنج میں وال کلاک پر نظر ڈالتی ہوئی دبے قدموں سے باہر آ گئی۔

رات کا ایک بج رہا تھا۔ چوکیدار گاڑی اندر آنے کے بعد گیٹ بند کر چکا تھا۔ احسن گاڑی لاک کر کے اندر کی طرف جا رہے تھے۔ وہ پیچھے پیچھے اندر داخل ہوئی تو قدموں کی آہٹ پر انہوں نے پلٹ کر دیکھا اور متحیر رہ گئے ...... جلدی سے رسٹ واچ پر نگاہ ڈالی۔

''وہ میں ......احسن بھائی......''

ہمیشہ کی طرح وہ ہکلائی۔ وہ پُر شوق نگاہوں سے اس کی گھبراہٹ دیکھتے ہوئے محظوظ ہوئے۔

''زہے نصیب کہ آپ اس وقت میرے سامنے ہو۔''

''وہ احسن بھائی! آپ سے ضروری بات کرنی تھی۔'' وہ انگلیاں مروڑتی ہوئی جلدی سے بولی۔

''ہوں......لیکن اس طرح کھڑے ہو کر نہیں۔ اچھی سی کافی بناؤ، پھر بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔'' وہ مسکرائے۔

''جی ......آپ بیٹھیں، میں کافی بنا کر لاتی ہوں۔''

یہ کہہ کر وہ کچن کی طرف بڑھ گئی اور احسن نے کوٹ اتار کر ٹائی ڈھیلی کی، صوفے پر ایزی موڈ میں بیٹھ گئے۔

اس نے بھاپ اٹھتے کافی کا مگ اُن کی طرف بڑھایا تو انہوں نے بھرپور تشکر آمیز مسکراہٹ دی۔ وہ دوسرے صوفے پر بیٹھ گئی۔

''ہوں ...... بہت مزیدار ہے۔'' انہوں نے ایک سِپ لیا۔

''احسن بھائی! نیلو آپی کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہو چکی ہے۔'' انہیں ریلیکس موڈ میں دیکھ کر وہ اصل موضوع کی طرف آ گئی۔

''Nothing new for me'' وہ کافی سے لطف اندوز ہوتے ہوئے بولے۔

''جانتی ہوں ......لیکن احسن بھائی! بات اب سنجیدگی کا رخ اختیار کر گئی ہے۔''

وہ دھیرے سے بولی۔

''ماہیا! اتنے خوبصورت ماحول میں آپ نے یہ بات کرنی ہے......؟'' عجیب سی سوالیہ نظروں سے انہوں نے دیکھا تو وہ ہکلائی۔

''احسن بھائی! نیلو آپی ہم سے دور ہوتی جا رہی ہیں ...... ان کی رپورٹس ٹھیک نہیں ہیں۔ ڈاکٹر نے صبح آپ کو اور انہیں بلایا ہے ...... انہیں برین ٹیومر ہے ...... آخری مراحل میں ہیں۔'' یہ کہتے کہتے وہ رو پڑی۔

''ہوں ...... اچھا......'' انہوں نے نارمل لہجے میں کہا۔ کوئی حیرت، کوئی دکھ، کوئی تڑپ نہیں تھی ان کے لہجے میں۔ وہ ششدر رہ گئی۔

''ماہیا! ہونی کو تو کوئی نہیں ٹال سکتا...... یہ لو، آنسو صاف کرو۔'' انہوں نے اپنی جیب سے تہہ کیا ہوا رومال نکال کر اس کی طرف بڑھایا۔ ان کی بے حسی پر وہ حیران ہو کر صرف دیکھتی رہ گئی۔

''ایسے کیا دیکھتی ہو؟...... دیکھو، ہم اس کا علاج کرائیں گے۔ صبح ڈاکٹر سے مل لیں گے لیکن ......لیکن آگے اللہ کی مرضی۔''

''احسن بھائی! انہیں علاج کے ساتھ آپ کی توجہ کی ضرورت ہے، محبت کی ضرورت ہے۔''

''میں سب کام کاج چھوڑ کر ان کے سرہانے بیٹھ جاتا ہوں۔'' آخری سپ لے کر وہ بڑے تحمل سے بولے۔ وہ جل سی گئی۔

''احسن بھائی! آپ کی توجہ نہ ملنے کی وہ ہمیشہ شکایت کرتی ہیں ......لیکن اب وہ بہت بیمار ہیں ...... انہیں آپ کی بہت زیادہ توجہ چاہئے۔''

''ماہیا! بار بار ایک ہی بات کب سے دہرانے لگی ہو؟ میں نے سن لیا ہے کہ انہیں توجہ دینی ہے۔'' وہ کچھ چڑ کر بولے۔

''اور انہیں اپنے مرض کے بارے میں کچھ پتہ نہیں ہونا چاہئے۔'' وہ ڈرتے ڈرتے بولی۔

''اوکے! بس یا اور کچھ......؟'' اس کے ڈرتے ڈرتے انداز پر وہ کچھ نرمی سے بولے۔

"صبح ڈاکٹر صاحب سے اپائمنٹ ہے۔"

"ٹھیک ہے۔"

"او کے ...... اللہ حافظ......" وہ ایک دم کھڑی ہو گئی۔

"کیا ......بس یہی باتیں کرنی تھیں......؟"

"جی! رات کافی ہو گئی ہے ...... میں چلتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے جناب......" وہ گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولے تو وہ جلدی سے باہر نکل گئی ...... احسن کی آنکھوں میں ہزارہا جگنو بھر گئے۔ لبوں پر تبسم پھیل گیا ......کافی عرصے بعد وہ کافی خوشی محسوس کر رہے تھے ......

کس بات کی......؟

کیوں......؟

اور کس لئے......؟

یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔

وسیع و عریض ڈائننگ ٹیبل پر ہمیشہ کی طرح پانچ آدمی موجود تھے۔

حیات بیگ، بختیار بیگ، شہریار بیگ، نائلہ بختیار، عاطف بختیار۔

روزانہ جیسی خاموشی کو حیات بیگ ہی نے توڑا۔

"بھئی میاں صاحب زادے! آپ نے پھر کیا سوچا ہے شائلہ کے لئے؟"

"جی ...... وہ ...... مم...... میں نے ڈیڈی! بتایا تھا۔" چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے اس نے کہا۔

"ڈیڈی! شہریار نے صاف انکار کر دیا ہے شائلہ کے لئے۔" نائلہ نے طنزیہ لہجے میں جتلایا۔

"کیوں......؟"

"اسے شائلہ پسند نہیں ہے......" نائلہ نے ہی دوبارہ کہا تو بختیار پہلو بدل کر بولے۔

"نائلہ بیگم! بہتر ہے کہ آپ شہریار کو بتانے دیں۔"

"بتا تو دیا ہے شہریار نے ...... ہزار کیڑے نظر آتے ہیں میری بہن میں۔" نائلہ نے تنک کر شوہر کو کہا۔

"بھئی نائلہ بیٹی! تم کچھ دیر چپ رہو۔" حیات بیگ صاحب نے بہو کو ٹوکا۔

"ڈیڈی! آپ نے میری پسند پوچھی تھی تو میں نے بتا دیا کہ مجھے شائلہ پسند نہیں ہے۔" شہریار دوٹوک لہجے میں بولا۔

"پھر خود کو جو پری پسند ہے، اس کا نام بتا دو۔" نائلہ پھر چڑ کر بولی۔

"عنقریب بتا دوں گا۔" شہریار نے چڑایا۔

"بہرحال جو بھی لڑکی پسند ہے، فوراً بتاؤ۔ ہمیں یہ گھر کی خاموشی اچھی نہیں لگتی۔ عاطف کے بعد کوئی اور آواز ہم نے نہیں سنی۔"

حیات بیگ نے دوستانہ طرز میں دونوں کی تربیت کی تھی کہ انتہائی دھیمے لہجے میں انہوں نے بات مکمل کر دی۔ نائلہ کے چہرے پر سلوٹیں پڑ گئیں۔

"ڈیڈی! یہ تو کوئی بات نہ ہوئی ...... آپ نے تو یہ بھی نہیں پوچھا کہ کیا خرابی ہے میری بہن میں۔"

"نائلہ بیٹی! جب کوئی کسی کے لئے رائے دینے میں بولنا تو دور، خاموشی بھی اختیار کر لے تو فوراً خاموش ہو جانا چاہئے کیونکہ یہ اس شخص کی ہتک ہوتی ہے جس کے بارے میں رائے مانگی جائے۔" حیات بیگ صاحب نے بڑے احسن طریقے سے بہو کو سمجھایا۔

"دادا! ایسی باتیں ماما کی سمجھ میں نہیں آتیں......" عاطف نے ہمیشہ کی طرح ماں کی کم عقلی کا اعلان کیا۔

"آپ چپ رہو...... ہنہ......" نائلہ، عاطف کو ڈانٹ کر لال پیلی ہوتی ناشتے کی میز سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ شہریار اور عاطف نے ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکراہٹ کا تبادلہ کیا۔

"اوں ہنہ...... بری بات ...... ماں سے ایسے پیش نہیں آتے۔" حیات بیگ نے عاطف کو سرزنش کی اور اخبار اٹھا کر گھڑی پر نگاہ ڈالی ...... بختیار کو بھی آفس سے دیر ہو رہی تھی، وہ بھی فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔

"شہریار! آفس سے دیر ہو رہی ہے......" حیات بیگ نے اشارہ کیا۔

"جی ڈیڈی! بس میں جا رہا ہوں۔" شہریار نیپکن سے ہاتھ صاف کر کے اٹھا تو عاطف نے سرگوشی کی۔

"چاچو! اپنی پسند تو بتاتے جائیں۔"

"ہش! پھر بتائیں گے......" عاطف کا کان کھینچ کر کہتا ہوا وہ باہر نکل گیا۔

عاطف نے جلدی سے بیگ اٹھایا اور بختیار کے پیچھے دوڑا۔

ساری زندگی حیات بیگ صاحب نے پوری دیانت داری سے محکمہ انہار میں

ملازمت کی۔ دو سال پہلے ریٹائر ہو کر فارغ ہوئے تھے۔ بختیار بیگ سول انجینئرنگ کی ڈگری لینے کے بعد ہائی وے میں چیف آفیسر کے عہدے پر فائز ہو گئے۔ باپ کی طرح وہ بھی بہت دیانت دار، ذمہ دار، وقت کے پابند تھے۔

شہریار نے ایم بی اے کرنے کے بعد ایک ملٹی نیشنل کمپنی جوائن کر لی تھی۔

حیات بیگ صاحب نے اصول پرست انسان ہونے کے ناطے دونوں بیٹوں کی تربیت بھی بڑے اچھے طریقے سے کی تھی۔ وہ باپ بھی بنے، ماں بھی اور اچھے دوست بھی ...... بیوی کے اچانک انتقال کے بعد وہ بچوں کے اور زیادہ قریب ہو گئے تھے۔

بختیار کی شادی انہوں نے سالی کی بیٹی نائلہ سے کی ...... نائلہ خوش شکل، پڑھی لکھی ضرور تھی مگر تھوڑی سی تنک مزاج تھی۔ لیکن بدتمیز نہیں تھی۔ سب اس کا مزاج سمجھ کر ٹال دیا کرتے تھے۔

چند روز سے نائلہ کے کہنے پر وہ شائلہ کے لئے شہریار سے پوچھ رہے تھے۔ پہلے تو شہریار ٹالتا رہا لیکن دو روز پہلے اس نے نائلہ سے صاف انکار کر دیا۔ وہ تاؤ کھا کے رہ گئی لیکن بولی کچھ نہیں۔ کیونکہ شہریار کی تیز طرار زبان سے خوب واقف تھی۔ اس کے دل سے ناواقف تھی جس میں چند دن پہلے ہی کوئی مکمل طور پر قابض ہو گیا تھا۔

+++

رات بہت دیر سے سونے کی وجہ سے وہ صبح دیر تک سوئی رہی۔

نو بجے تو بوا اُسے جگانے کمرے میں آ گئیں۔ وہ کمرے میں داخل ہی ہوئی تھیں کہ اس کا موبائل شور مچانے لگا ...... اس نے سر پر تکیہ رکھ لیا مگر اس کی بیل مسلسل ہو رہی تھی۔

"ماہیا بیٹا! فون تو سن لو۔"

"اُف ...... صبح صبح کس کو پریشانی ہو گئی......؟" اس نے جھنجھلا کر موبائل کان سے لگایا۔

"ہیلو! صبح بخیر......" اجنبی آواز کان سے ٹکرائی تو وہ چونکی۔

”کون......؟“

”جی! بندۂ ناچیز شہریار بات کر رہا ہوں۔“

”جی......آپ اور میرا نمبر......؟“ وہ جھلا اُٹھی۔

”آپ کا نمبر آپ کے ہمسایوں سے نہیں لیا، دانیال سے ابھی لیا ہے۔“ بڑے تحمل سے کہا گیا۔

”لیکن کیوں......؟“

”مس ماہیا! آپ کیا پوچھ رہی ہیں یہ سوال، پہلے اپنے آپ سے پوچھیں۔“

”پلیز! مجھے بے تکلفی بالکل پسند نہیں۔“

”بے تکلفی تو ابھی ہوئی ہی نہیں۔“ بڑے شریر انداز میں جواب دیا۔

”آپ پاگل ہیں......“ یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔

”ارے کون تھا...... کس کا دماغ خراب ہے......؟“ بوا نے اس کے بگڑے تیور دیکھ کر پوچھا۔

”ہے ایک پاگل...... چھوڑیں آپ۔“ وہ نارمل ہوتے ہوئے بولی۔

”چلو اٹھو...... بہت دیر ہو گئی ہے۔“ بوا نے پیار سے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیریں تو وہ اچھل پڑی۔

”او مائی گاڈ! اتنی دیر ہو گئی، ہم نے تو ڈاکٹر صاحب کے پاس جانا ہے...... بھاگو، جا کر دیکھو نیلو آپی تیار ہوئی ہیں کہ نہیں؟ اور ہاں، احسن بھائی کو بھی ہمارے ساتھ جانا ہے......“

وہ سلیپر پہن کر واش روم میں گھس گئی۔ بوا اس کی بات سنتے ہی کمرے سے باہر چلی گئیں۔

وہ تولیے سے منہ صاف کرتی ہوئی باہر نکلی تو بوا واپس آ چکی تھیں...... وہ باہر بیگم سلیم الزماں کے پاس آ گئی۔

”ماہیا! احسن میاں تو سو رہے ہیں، نیلوفر تیار ہے۔ تمہیں وہی بلا رہی ہے۔“ بوا نے بتایا۔

”کیا احسن بھائی ابھی سو رہے ہیں؟“

”آرام سے۔ کوئی بات نہیں۔ آپ بھی ناشتہ کرو۔ میں اسے جا کر اٹھاتی ہوں۔“ اماں نے آرام سے کہا اور چلی گئیں۔

”بوا! نیلو آپی نے بھی کچھ کھایا کہ نہیں؟“ جلدی جلدی بالوں میں برش کرتے ہوئے اس نے پوچھا۔

”میں نے خود اسے ناشتہ کرایا ہے...... میں صبح سے نیلوفر کے پاس ہی تھی۔“

”شکریہ بوا......آپ آپی کی دیکھ بھال کیا کریں۔“ وہ بولی۔

”اچھا، میں تمہارے لئے ناشتہ لاتی ہوں۔“

”نہیں......صرف ایک کپ چائے۔“ اس نے کہا۔

بوا اس کے لئے چائے لینے چلی گئیں۔ وہ نیلوفر کی طرف چلی آئی۔

”ہیلو ڈیئر آپی......“ پیار سے مسکرا کر اس نے نیلوفر کے گلے میں بازو ڈال دیئے۔

”ماہیا! اتنا پیار نہ کیا کرو......“ نیلوفر کا لہجہ بجھا بجھا سا تھا۔

”یہ کیا بات کی؟ اپنی آپی سے پیار نہ کروں؟ لیکن کیوں......؟“ اس نے خفگی سے پوچھا۔

”کیونکہ بعد میں تم دُکھی ہو جاؤ گی۔“ نیلوفر کے لہجے کی تڑپ اسے دہلا گئی۔

”کیا مطلب......؟“

”کچھ نہیں...... میرا مطلب ہے شادی ہو کر دور ہو جاؤ گی تو ہماری دوری دُکھی کرے گی۔“ نیلوفر نے بھرپور مسکرا کر اسے چھیڑا۔ اس نے اطمینان کا سانس لیا۔

”اگر آپ دور ہوں گی تو ہم شادی ہی نہیں کریں گے۔“ اس نے بڑے ضبط سے رندھے ہوئے گلے پر قابو پایا۔

”خدا نہ کرے......“ نیلوفر نے تڑپ کر ہاتھ اس کے لبوں پر رکھ دیا۔

”فی الحال آپ ڈاکٹر کے پاس جائیں۔“ اماں نے یاد دلایا۔

”ہاں! اور وہ احسن بھائی کہاں ہیں......؟“

”وہ واش روم میں ہیں...... ویسے ہم خواہ مخواہ ہی ڈاکٹر کے پاس جا رہے ہیں۔“ نیلوفر نے بجھے بجھے لہجے میں کہا۔

"خواہ مخواہ ہی سمجھیں...... بس آپ کا سر درد ٹھیک ہو جائے۔" اس نے جواب دیا۔

"ماہیا! کیا یہ سر درد ٹھیک ہو جائے گا......؟" نیلوفر نے مایوس نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا تو وہ گڑبڑا سی گئی۔

"ہاں ...... تو کیوں نہیں......؟"

"ماہیا! مگر......"

"آپ اگر مگر چھوڑیں ...... چلیں دیر ہو رہی ہے۔" اس نے ٹالتے ہوئے کہا۔

نیلوفر آنکھوں میں آئی نمی صاف چھپا گئی۔

+++

"آپ نے بلایا تھا ماما......؟" اسجد نے ان کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں ...... آؤ میرے پاس بیٹھو۔" انہوں نے بیڈ پر اپنے بالکل قریب اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"جی ماما!"

"اسجد! کیا بات ہے ...... تم چپ چپ ہو؟"

"ماما! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" اس نے پیار سے ان کا نرم، گداز ہاتھ تھاما۔

"بیٹے! میں آپ کی ماں ہوں ...... بخوبی جان سکتی ہوں کہ آپ خوش ہو یا ناخوش۔"

"ماما! آپ وہم نہ کریں ...... میں بہت خوش ہوں۔" اس نے ٹالا۔

"ہرگز وہم نہیں ہے ...... یہ تو یقین ہے۔ آنکھیں دیکھو، سوئے نہیں، اس بات کا اعلان کر رہی ہیں ...... ماہیا کے گیٹ سے واپس لوٹ آنا کیا ہے......؟" وہ بہت سمجھدار خاتون تھیں، فوراً اصل بات تک پہنچ گئیں۔

"وہ مصروف بہت ہوتی ہیں ...... میں ڈسٹرب کرنا نہیں چاہتا تھا۔"

"ہوں ...... اس کا مطلب ہے کہ ہمارا شریر بیٹا ماہیا سے خفا ہے۔"

"ماما! خفا ہونے کا تو اس نے حق ہی نہیں دیا ہے......" گلہ اس کے لبوں سے

پھسل گیا۔

"ارے واہ! ہمارے بیٹے کو حق نہیں ملے گا تو کسے ملے گا ...... تم ایک بار ہاں کرو، ہم کل ہی اس کا ہاتھ مانگنے جائیں گے۔"

"میری ہاں اس کی ناں کو تو نہیں بدل سکتی ...... پہلے مجھے اس کی مرضی پوچھ لینے دیں۔"

وہ بہت سنجیدہ تھا۔ بیگم ادریس کچھ فکرمند سی ہو گئیں۔

"بیٹا! میرا خیال ہے وہ تمہیں ناپسند نہیں کر سکتی۔"

"مجھ میں ایسی کون سی خوبی ہے؟ ...... وہ بے مثل ہے، لاجواب ہے ...... اسے رشتوں کی کمی نہیں ہے۔" وہ سچ مچ اُداس اور دلگیر ہو رہا تھا۔

"نہیں میری جان! تم جیسا تو اسے ڈھونڈے سے بھی نہیں ملے گا ...... میں کل بیگم سلیم الزماں سے فون پر اجازت لے کر جاؤں گی۔" انہوں نے اس کی پیشانی چومتے ہوئے کہا ......

وہ تو خود بہت جلد ماہیا کو اپنے گھر لانا چاہتی تھیں۔ بیٹے کو بجھا بجھا دیکھ کر وہ فوراً سمجھ گئی تھیں کہ یقیناً ماہیا اور اسجد کے بیچ کوئی ناراضگی ہے۔

"ماما! ایک بار میں اس سے بات کر لوں پھر۔"

"تو کرو ...... کب کرو گے؟"

"جب اسے فرصت ملے گی۔"

"اسجد! پھر تم خود چلے جاؤ ...... محبت میں اتنی جلدی ناامید نہیں ہو جاتے۔"

"تھینک یو ماما!"

"آئی لو یو میری جان!" بیگم ادریس نے پھر اس کا چہرہ چوم لیا۔

"آئی لو یو ٹو ماما!" وہ خوشی سے بولا۔

"چلو، اب جاؤ ...... ماہیا سے کھل کر بات کرو۔ کہیں باہر لے جانا یا جیسے مناسب لگے۔"

"اوکے ...... میں جاتا ہوں۔"

"خوشی خوشی لوٹنا، اچھا۔"

"اللہ حافظ۔" وہ مسرور ہو گیا۔ ساری کوفت، تھکن اور اُداسی دور ہو گئی ...... ہلکا پھلکا ہو کر شوخ سی دُھن بجاتا وہ پورچ کی طرف بڑھ گیا۔

راستے بھر وہ اس سے گفتگو کرتا رہا۔ کبھی شرارت سے، کبھی ادا سے اسے ستاتا رہا...... وہ کبھی آنکھیں دکھاتی، کبھی لجاتی اور کبھی چھوئی موئی بن کر اقرارِ وفا کرنے لگتی ......

اپنے ہی حسین خیالوں میں جب اس نے گیٹ پر ہارن دیا تو چوکیدار نے پوری طرح پہچاننے کے بعد اس کے لئے گیٹ کھول دیا۔

گاڑی لاک کر کے وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا اندر آ گیا۔

وہ ہیٹر کے قریب ایزی چیئر پر آنکھیں موندے کسی سوچ میں غلطاں تھی ...... اس کے دائیں ہاتھ والی ٹیبل پر کافی کا مگ رکھا تھا جس سے بھاپ اٹھ رہی تھی۔ براؤن ہائی نیک اور بلیو جینز پر اس نے سیاہ شال ایک کندھے پر پھیلا رکھی تھی ...... اسجد ایک ٹک اس کے مسحور کن حُسن کو نگاہوں کے ذریعے دل میں اتارتا رہا ...... پھر آہستہ سے چل کر اس کے قریب گیا اور ہولے سے پکارا۔

"ماہی ...... ماہیا......!"

محبت سے چور آواز پر اس نے فوراً آنکھیں کھول دیں۔

"تم......!" ایک لمحے کے لئے اس کی آنکھوں میں خوشی کی چمک آئی لیکن اگلے ہی لمحے وہ نارمل ہو چکی تھی۔

"مجھے دیکھ کر خوشی نہیں ہوئی......؟" وہ سامنے صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"تمہارے خیال میں ہوئی ہے یا نہیں......؟"

"ابھی اتنے قریب آنے ہی کہاں دیا ہے کہ......"

"پلیز اسجد! یہ باتیں پھر کبھی کے لئے رکھ لو۔"

"ماہیا! تمہارے سرد رویے کے باوجود میں دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر آیا ہوں۔" وہ ایک دم سنجیدہ ہو گیا۔

"اُس دن کے رویے کے لئے سوری ...... لیکن اس میں میرا کوئی قصور نہیں تھا۔"

"میں نے اس کا گلہ محض اس لئے کیا ہے کہ میں تمہیں اپنی ذات کا حصہ سمجھتا ہوں، تم سے شدید محبت کرتا ہوں۔" اس نے سادگی سے کہا۔

"دراصل میں نیلو آپی کی وجہ سے پریشان ہوں ...... بلکہ ہمارے سب گھر والے ہی پریشان ہیں ...... اس وقت انہیں سخت توجہ کی ضرورت ہے۔"

"اوہ! ویری سیڈ...... کیا ہوا انہیں......؟" وہ بھی پریشان ہو گیا۔

"آپ کو نہیں معلوم......؟"

"سر درد کے بارے میں علم ہے۔"

"ہاں! سر درد ہی لمبا ہو گیا ہے ...... خیر میں تمہارے لئے کافی منگواتی ہوں۔ بوا اور اماں نیلو آپی کی طرف ہیں...... خانساماں کو کہتی ہوں۔"

وہ چند لمحوں کے لئے اٹھ کر گئی اور پھر واپس آ گئی۔

"جانتی ہو مجھے آج ماما نے تمہارے پاس بھیجا ہے۔"

"کیوں......؟"

"یہ بتانے کے لئے کہ محبت کا احساس آسمان سے اترتا ہے۔ یہ دلوں کو جکڑ لیتا ہے۔ میرا دل اس لافانی جذبے کے ہاتھوں اسیر ہو گیا ہے ...... کیا تم بتا سکتی ہو کہ تمہارے دل میں کیا ہے......؟" پوری طرح نگاہوں کی زد میں لاتے ہوئے پوچھا گیا۔

"اسجد! کیا ابھی تک آپ کو کوئی رسپانس نہیں ملا......؟" کافی کا مگ لبوں سے لگاتے ہوئے اس نے سوال کیا۔

"مجھے ماما کو جا کر صاف صاف بتانا ہے کہ تمہیں میرے ساتھ زندگی بسر کرنے میں کوئی عذر نہیں۔"

"اسجد! ایسا فیصلہ اس وقت کرنا مناسب نہیں ...... تم نہیں سمجھ سکتے کہ میں کس اذیت میں مبتلا ہوں ...... کون کون سی جاں سوز اذیتیں میرے اندر قیامت برپا کئے ہوئے ہیں۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔

اسی لمحے خانساماں کافی اور گرم گرم شامی کباب لئے آ گیا۔

ماہیا نے ٹرالی اس کے سامنے کرنے کو کہا۔

خانساماں چلا گیا تو وہ بولا۔

"کیا میں وہ اذیتیں شیئر نہیں کر سکتا......؟"

"میں شاید کسی سے بھی شیئر نہیں کر سکتی۔"

"ماہیا! یہ حق تو دے دو کہ میں تمہارے دُکھ سُکھ شیئر کر سکوں۔"

"نہ مانگو اسجد! وہ حق جس میں اذیتوں کا سہنا مشکل ہو جاتا ہے...... میں آج کل شدید کرب سے گزر رہی ہوں۔" وہ کرب ناک لہجے میں اسے سخت دکھی کر گئی۔

"کیا میں تمہیں اذیت میں دیکھ سکتا ہوں؟"

"پلیز، میں آزمانا نہیں چاہتی اور اس موضوع پر کوئی بات کرنا بھی نہیں چاہتی۔تم کافی پیو۔" اس کا لب ولہجہ ایک دم سپاٹ سا ہو گیا۔

"تو پھر میں ماما کو یقین دلا دوں......؟"

"میں نے کہا نا کہ یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے۔"

"مگر میں اپنی محبت کا یقین لے کر ہی جاؤں گا۔" وہ بھی ڈٹ گیا۔

"محبت کے ہوتے ہوئے بھی تمہیں یقین کی ضرورت ہے، حیرت ہے اسجد!" وہ تعجب بھری نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

"یقین اپنی محبت پر تو ہے۔ضرورت تمہاری محبت کے یقین کی ہے۔"

"خیر، فی الحال سب کچھ خاطر جمع رکھو۔نیلو آپی کی صحت یابی کے بعد ہی میں کچھ کہہ سکوں گی۔"

"ہرگز نہیں ...... میں نے تو صرف ایک بات پکی کرنے کی بات کی ہے۔ ماما کل ہی شادی تو نہیں کر دیں گی۔تم سمجھنے کی کوشش کرو۔" وہ کچھ سختی سے بولا۔

"اسجد! پھر جو دل میں آئے کرو...... میرا دماغ الجھن کا شکار ہے۔" وہ بیزاری سے بولی۔

"تمہیں میں پسند تو ہوں نا......؟" اس نے محویت سے دیکھا۔

"مجبوری ہے......" مصنوعی ناگواری شکل بنا کر وہ مسکرائی تو وہ کھل اٹھا۔

"تھینکس گاڈ! کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے۔"

"اچھا اب جاؤ...... میں نے نیلو آپی کو گائنا کالوجسٹ کے پاس لے کر جانا ہے۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اوہ......کوئی خوشخبری ہے......؟" وہ آنکھ دبا کر بولا۔

"کاش! ان کے دامن میں خوشیاں بھر جائیں......" اس نے صدقِ دل سے دعا کی۔

+++

گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے کئی بار اس نے برابر والی سیٹ پر بیٹھی نیلوفر کو دیکھا۔ چند ہی دنوں میں وہ اور زیادہ مرجھا سی گئی تھی۔

بظاہر سر درد کچھ کنٹرول ہو گیا تھا مگر اس کی آنکھوں میں دور تک گہرا سناٹا تھا۔ لبوں پر ایک چپ سی لگ گئی تھی۔

ڈاکٹر احسان الدین کے سامنے بھی اس نے کسی قسم کی پریشانی کا اظہار نہیں کیا تھا، کچھ پوچھنے یا بتانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ ڈاکٹر احسان الدین نے ہی گائنا کالوجسٹ شبانہ فراز سے ملنے کا کہا۔ تب بھی وہ چپ رہی...... کوئی احتجاج یا کوئی اعتراض کسی بھی قسم کا نہیں کیا۔ جو کھانے کو دو، وہ کھا لیتی۔ جو دوا تھما دی وہ نگل لی...... یہ سب باتیں ماہیا ہی شدت سے نوٹ کر رہی تھی۔

"نیلو آپی!"

"ہوں......" دُور سے لوٹتے ہوئے کہا۔

"آپ آج کل کیا سوچتی رہتی ہیں......؟"

"کچھ نہیں......"

"آپ کچھ بھی نہیں کہتیں، کچھ نہیں پوچھتیں۔"

"کیا پوچھوں......؟" وہ دھیرے سے بولی۔

"آپ کو معلوم ہے کہ ہم کہاں جا رہے ہیں......؟"

"ڈاکٹر شبانہ فراز کے پاس۔" بہت سنجیدگی سے کہا گیا۔

"اور کیوں جا رہے ہیں......؟" ماہیا اس کی سنجیدگی سے خوف زدہ سی ہو گئی تھی۔

''ویسا سب کچھ کرنے جیسا احسن چاہتے ہیں۔''
''کیا، احسن بھائی......؟ نہیں نیلو آپی! ہم ڈاکٹر احسان الدین کے کہنے پر جا رہے ہیں۔'' اس نے اپنی دانست میں اس کی اصلاح کی۔
''ایک ہی بات ہے۔''
''ایک ہی بات نہیں ہے آپی! احسن بھائی تو آپ کی بہتری کی وجہ سے راضی ہوئے ہیں۔'' گاڑی کی رفتار آہستہ کرتے ہوئے اس نے کہا۔
''تم نہیں سمجھ سکتیں۔'' وہ دکھ سے مسکرائی۔
''آپ ...... ناخوش ہیں......؟''
''نہیں......''
''خوش ہیں......؟'' ماہیا لحہ بہ لحہ اس کے مختصر، سنجیدہ جوابات سے پریشان ہوتی جا رہی تھی۔
''نہیں۔''
''تو پھر......؟'' جھٹکے سے گاڑی ایک طرف روک کر اس نے شدید حیرت سے پوچھا۔
''میں ہار گئی ہوں ...... احسن کہتے ہیں کہ مجھے ہارنا ہی تھا ...... اور میں ہار گئی ہوں۔''
''کب ...... کب ایسا کہا احسن بھائی نے......؟'' اس کے یخ بستہ ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر وہ بے چینی سے بولی۔
''وہ تو ...... وہ تو اکثر مذاق میں کہہ دیتے ہیں ......تم گاڑی چلاؤ۔'' نیلوفر نے مسکرانے کی ناکام کوشش کی۔
''آپ ہار نہیں سکتیں...... ڈاکٹر صاحب نے یقین دلایا ہے کہ آپ ریکوری کریں گی۔ انشاء اللہ۔ سر درد کوئی خطرناک مرض نہیں ہے۔''
''ہاں، ہاں ......تم سچ کہتی ہوں۔ چلو، گاڑی تو چلاؤ۔'' اس نے سر پر چپت لگاتے ہوئے کہا۔
''نیلو آپی! احسن بھائی آپ سے محبت کرتے ہیں ...... آپ کی وجہ سے،

پریشان ہیں۔'' اس نے اس کے دل میں چھپے مایوس کن لمحے کو امید میں بدلنے کی بھرپور کوشش کی۔
''میں جانتی ہوں میری جان! وہ بہت محبت کرتے ہیں ...... بہت شدید محبت ہے ان کے دل میں۔ لیکن کس کے لئے؟ یہ تو کوئی نہیں جانتا۔''
''یہ کیا بات ہوئی؟''
''یہی کہ کسی کے دل کی محبت کا کسی کو کیا اندازہ کہ وہ کسے کتنا چاہتا ہے؟''
''نیلو آپی! ہم کسی کی نہیں، احسن بھائی کی بات کر رہے ہیں۔''
''ماہیا! مرد کی محبت صرف مرد کی ہوتی ہے۔ اس کا جو چاہے، نام رکھ لو۔'' وہ لمبی سانس بھرتے ہوئے بولی۔
''آپ وسوسوں کا شکار نہ ہوا کریں۔'' وہ بھرپور قوت یکجا کر کے بولی۔
''اسی لئے تو کہہ رہی ہوں کہ گاڑی چلاؤ۔''
''میری نیلو آپی بہت بہادر ہیں۔'' یہ کہہ کر اس نے گاڑی اسٹارٹ کی۔

+ + +

ماسوائے اسجد کے، بیگم ادریس نے رانی کے ذریعے سب کو اپنے کمرے میں بلایا اور رانی کے حوالے مژگاں کو کر دیا۔ زبیدہ کو کافی بنا کر لانے کو کہا۔
سب متجسس نظروں سے انہیں دیکھ رہے تھے ...... وہ بہت خوش اور ہشاش بشاش نظر آ رہی تھی۔
''یہ زین اور عروشہ کہاں ہیں......؟'' ان دونوں کو وہاں نہ پا کر انہوں نے پوچھا۔
''ماما! عروشہ تو سو رہی ہے، زین کمپیوٹر کے سامنے بیٹھا ہے۔'' نازش نے بتایا۔
''اچھا......''
''ماما! اسجد نہیں آیا۔'' احمد نے انہیں یاد دلایا۔
''اس کی ضرورت بھی نہیں ہے۔'' وہ مسکرائیں۔
''خیریت ہے ماما......؟'' مشہد نے پوچھا۔

"ہاں ...... دراصل میں نے اسجد کی شادی کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اسجد کی رضامندی لے لی ہے ......اب تم سب سے مشورہ کرنا ہے کہ رشتہ طے کرنے کب جائیں۔"

"ماما! لیکن رشتہ طے کرنا کس سے ہے؟" مشہد نے سب سے زیادہ حیرت کا مظاہرہ کیا۔ دراصل باقی نازش، احمد اور تمکین کو تو کچھ کچھ اندازہ تھا۔

"بھئی مجھے تو اسجد کے لئے ماہیا پسند تھی اور ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ وہ بھی ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔" بیگم ادریس نے خوش دلی سے کہا۔

"واٹ...... ماہیا......؟ وہ آزاد خیال لڑکی آپ نے اسجد کے لئے پسند کی ہے......؟" مشہد مضحکہ خیز حد تک چلایا۔

"مشہد! اخلاق میں رہ کر بات کیا کرو۔" احمد کو مشہد کا انداز پسند نہیں آیا۔ نازش نے بھی بمشکل ضبط کیا۔

"مشہد! تمہارا جذباتی ہو جانا بہت احمقانہ حرکت لگتی ہے۔" بیگم ادریس نے بیزار ہو کر کہا۔

"ماما! لڑکیوں کا کال پڑ گیا ہے کیا ...... ہمیں سلجھی ہوئی، مہذب اور باپردہ لڑکی چاہئے۔ ماہیا اچھی لڑکی ہے لیکن ہمارے لئے مناسب نہیں......" مشہد نے درمیان میں توقف کیا اور چور نظروں سے نازش کی طرف دیکھا ...... وہ اس مرتبہ لال ہو گئی تھی۔

"بس بہت ہو گئی مشہد! میری بہن کے لئے اب ایک لفظ نہ کہنا۔"

"مشہد! تم توہین کر رہے ہو ماہیا کی...... وہ ناز ونعم میں پلی بڑھی ضرور ہے، مگر تعلیم یافتہ، مہذب اور سلجھی ہوئی لڑکی ہے۔" احمد بھی سخت غصے سے بولے۔ نازش تو بیگم ادریس سے اجازت لے کر فوراً اپنے کمرے میں چلی گئی۔ جبکہ احمد ماں کے اشارے پر بیٹھ گئے۔

"مشہد! تمہیں میں کیا کہوں ...... تمہیں اچھے برے کی پہچان بھی کھو گئی ...... اپنی ہی عینک سے سب کو دیکھتے ہو...... ماہیا جیسی خوب صورت، خوب سیرت لڑکی تمہیں بے کار دِکھتی ہے......" بیگم ادریس اشتعال میں آ گئیں۔

"جی ہاں ...... میری بیوی کو کیا سے کیا بنانے میں اس کا ہاتھ ہے ...... وہ اس گھر میں آئی نہیں، پہلے ہی اتنا بگاڑ پیدا کر دیا ...... آ گئی تو جانے کیا سے کیا کر دے۔" وہ بھی بولتا چلا گیا۔

"مشہد! تم سچ مچ ذہنی مریض ہو۔ تاہم ماہیا کے بارے میں سن لو۔ اسجد اسے پسند کرتا ہے، اس سے شادی کرنا چاہتا ہے۔"

احمد نے چبا چبا کر ہر لفظ ادا کیا۔

"آپ کچھ بھی کہیں احمد بھائی! اسجد نادان ہے، اسے سمجھایا جا سکتا ہے۔ اس کے لئے کوئی شرمیلی سی، باپردہ لڑکی ہونی چاہئے۔"

"کیا باپردہ، باپردہ کی رٹ لگا رکھی ہے ......تمہارے ذہن پر تو بھوت سوار ہو گیا ہے ...... بلاوجہ کی مخالفت سے کچھ حاصل نہیں۔" بیگم ادریس نے چڑ کر کہا۔

"آپ جو چاہیں، سوچیں ...... مگر میری مخالفت، حمایت میں نہیں بدل سکتی۔"

مشہد یہ کہتا ہوا کمرے سے چلا گیا ...... اس کے پیچھے ہی تمکین سہمی سہمی سی بیگم ادریس سے اجازت لے کر چلی گئی۔ صرف احمد اور بیگم ادریس رہ گئیں۔

"ماما! آپ فکر نہ کریں ...... ویسا ہی ہو گا جیسا آپ اور اسجد چاہتے ہیں۔ مشہد کو سمجھا لیں گے۔" احمد نے ماں کے چہرے پر پھیلے فکر کے سائے دیکھ کر تسلی دی۔

"ہنہ...... لیکن میں کل جانا چاہتی تھی۔"

"تو جائیں...... آپ کو کس نے روکا ہے......؟" وہ ہنسا۔

"اور نازش......؟"

"اسے میں سمجھا دوں گا...... آپ جانتی ہیں کہ نازش برا نہیں مان سکتی۔" احمد نے یقین دہانی کرائی تو انہیں واقعی یقین آ گیا۔

+++

"میں پوچھتی ہوں احسن! ایسا کیا ہوا کہ نیلو کو اس تکلیف سے گزرنا پڑا......؟"

بیگم سلیم الزماں جو گزشتہ چھ گھنٹے سے مسلسل ذہنی اذیت میں مبتلا تھیں، احسن کے آتے ہی پھٹ پڑیں۔

"وہ چچی اماں! کچھ پیچیدگی تھی ...... اس وجہ سے نیلوفر نے ڈاکٹر شبانہ فراز کی

بات مانی ہے۔"

"آخر کو پیچیدگی ہوگئی نا ...... اسی لئے کہتی تھی کہ دانیال کے بعد بڑا لمبا عرصہ ہوگیا ہے۔" بیگم سلیم الزماں، بے بسی اور لاعلمی کے سبب بولنے لگیں۔

"خیر کوئی مسئلہ نہیں، مجبوری تھی۔" احسن جانتے تھے کہ اگلا حملہ ان کی لاپرواہی پر ہونا ہے اس لئے جلدی سے بولے۔

"نجانے کیسی طبیعت ہے میری بچی کی ...... ماہیا کو فون تو کرنا چاہئے تھا۔"

"احسن میاں! آپ جا کر پتہ کرو۔" بوا نے احسن کو کہا۔

"بوا! فکر کی کوئی بات نہیں ...... میری بات ہوئی ہے ماہیا سے ...... وہ ایک گھنٹے تک آجائیں گی۔"

"اللہ خیر خیریت رکھے۔" انہوں نے دعا کی۔

"ویسے ماہیا بہت پریشان سی ہے ......آپ سے کوئی بات کی اس نے......؟" بوا نے احسن سے پوچھا۔

"شاید نیلوفر کی وجہ سے پریشان ہو ......خواتین چھوٹی چھوٹی باتوں پر پریشان ہو جاتی ہیں۔" وہ یکسر ٹالنے کے انداز میں بولا۔

"ارے بیٹا! نیلو بھی پیلی زرد ہوگئی ہے ...... چپ سی لگ گئی ہے اسے۔" بیگم سلیم الزماں نے کہا۔

"آپ فکر نہ کریں ......کوئی ایسی بات نہیں ہے۔" احسن یہ کہہ کر اپنے کمرے میں چلے گئے۔

"نجانے میرا دل کچھ پریشان ہے بوا......" ان کے جانے کے بعد بیگم سلیم الزماں نے اپنا خدشہ ظاہر کیا۔

"اللہ خیر کرے گا ...... میں ذرا دانیال کو کھانا دے آؤں۔" بوا نے کہا اور کچن کی طرف چلی گئیں۔

بیگم سلیم الزماں نیلوفر کے لئے جانے کیا کیا سوچنے لگیں۔

کافی دیر اسی طرح گزر گئی کہ فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ نہ چاہتے ہوئے بھی انہوں نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔

"ہیلو! اماں ......" دوسری طرف نازش تھی۔

"ہاں! نازش بیٹا......"

"اماں! نیلوفر کی طبیعت کیسی ہے؟"

"نہیں معلوم ...... وہ ابھی تک گھر نہیں آئی۔"

"اچھا، خیر آپ فکر نہ کریں ...... میں اور احمد جا کر دیکھتے ہیں۔"

"احسن کہتے ہیں کہ اس کی ضرورت نہیں، وہ گھنٹے تک آجائیں گی۔"

"جیسے ہی وہ پہنچیں، مجھے فون پر بتا دیجئے گا۔"

"ٹھیک ہے ...... بچے کیسے ہیں؟"

"بالکل ٹھیک ......فی الحال تو میں نے یہ بتانے کے لئے فون کیا تھا کہ ماما، اسجد کے لئے ماہیا کا رشتہ لینے آنا چاہتی ہیں ......آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں؟"

"ارے بیٹا! یہ تو تم بتاؤ کہ تمہیں تو کوئی اعتراض نہیں ہے......؟" انہوں نے الٹا سوال کر دیا۔

"نہیں اماں! مجھے کیا اعتراض ہو گا ...... اسجد بہت اچھا لڑکا ہے، ماہیا کو پسند کرتا ہے۔" نازش نے جواب دیا۔

"اعتراض تو مجھے بھی کوئی نہیں ہے ...... البتہ نیلوفر کی طبیعت اچھی نہیں ہے ...... میں ذہنی طور پر اس کے لئے فکرمند ہوں۔"

"اماں! ایسی فکر والی تو کوئی بات نہیں ہے ...... ماہیا کہتی ہے کہ رپورٹس ٹھیک ہیں۔ نیلوفر کے پاس بیٹھ کر اس کے سامنے ہی آپ ماما سے بات کر لیجئے گا۔"

"اچھا! ٹھیک ہے ...... کب آنا ہے......؟" وہ کچھ سوچتے ہوئے بولیں۔

"کل جو وقت آپ دیں۔"

"پھر دوپہر کا کھانا آپ سب لوگ یہیں کھائیں ہمارے ساتھ۔"

"اماں! احمد اور اسجد وغیرہ تو فیکٹری ہوں گے ...... ہم لوگ آجائیں گے۔"

"چلو جو مناسب سمجھو۔"

"او کے......! نیلوفر کے آتے ہی فون ضرور کر دیجئے گا۔" نازش نے یاد دہانی کرائی۔

''اوکے جاناں! اللہ حافظ۔''

''اللہ حافظ۔''

+++

نیلوفر کو جونہی ڈاکٹر شبانہ فراز نے گھر جانے کی اجازت دی تو ماہیا کی جان میں جان آئی۔ کافی دیر سے وہ اللہ سے دعا کر رہی تھی۔

نیلوفر کا چہرہ زرد اور پھیکا پھیکا تھا ...... ماہیا نے دل کا کرب چھپا کر بڑی خوشگوار سی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائی۔

''آپی! اللہ آپ کو ڈھیر ساری خوشیاں عطا کرے گا انشاء اللہ......''

اس کی بات سن کر وہ چپ رہی۔

''چلیں......؟''

''ہوں......''

''سر میں درد تو نہیں ہو رہا......؟''

''پتہ نہیں۔''

''آپی! یہ کیا بات ہوئی......؟'' جوس کا ٹن پیک کھول کر دیتے ہوئے اس نے کہا۔

''مجھے نہیں پینا ...... بس گھر چلو۔'' نیلوفر نے کہا تو ماہیا کے لبوں سے مسکان کہیں دور چلی گئی۔

''احسن بھائی کا فون آیا تھا ...... میں نے انہیں تسلی دے دی تھی اور آنے سے منع کر دیا تھا۔'' وہ دلجوئی کی خاطر بولی۔

''ماہیا! گھر چلو ...... میرا دانیال مس کر رہا ہو گا۔'' وہ اس کی بات کو یکسر نظرانداز کر گئی۔

''چلیں اٹھیں ...... پہلے آپ کو گاڑی میں بٹھاتی ہوں، پھر یہ دوائیں اور سامان لے جاؤں گی۔'' اس نے بازو پکڑ کر سہارا دیا۔

''میں ٹھیک ہوں ...... چل سکتی ہوں۔'' دھان پان سی نیلوفر میں نجانے کہاں سے اتنی ہمت آ گئی تھی کہ وہ اس سے بازو چھڑا کر چلنے لگی۔

گاڑی کے فرنٹ ڈور کا لاک کھول کر اس نے نیلوفر کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود واپس سامان اٹھانے گئی ...... اسی لمحے کندھے پر جھولتے بیگ میں موبائل بولنے لگا۔ اس نے رک کر موبائل نکالا اور بات کے لئے کان سے لگایا۔

''ہیلو، ماہیا جی......!'' انتہائی محبت آمیز آواز میں کہا گیا تو وہ فوراً پہچان گئی۔

''پلیز شہریار صاحب! اس وقت میں بہت ڈسٹرب ہوں اور ایسی سچویشن میں ہوں کہ آپ کی آواز بھی ناگوار لگ رہی ہے۔'' وہ انتہائی بدتمیزی سے صاف، بے باک انداز میں بول گئی۔

''مس ماہیا! انتہائی افسوس کی بات ہے کہ آپ اس طرح بھی بات کر سکتی ہیں۔'' اس نے دکھ سے گلہ کیا۔

''میں معذرت چاہتی ہوں ...... لیکن آپ نہیں جانتے کہ میں کہاں ہوں، کس حال میں ہوں......؟''

''اللہ خیر کرے ...... آپ ہر وقت ایمرجنسی میں ہی کیوں ہوتی ہیں......؟''

''آپ کے طنز کا جواب پھر کسی وقت دوں گی۔'' وہ چڑ کر بولی۔

''سوری! یہ طنز نہیں ہے، میں آپ کے لئے فکرمند ہوں کہ آپ کو کیا مسئلہ درپیش ہے......'' وہ معذرت کرنے لگا۔

''مسئلہ مجھے نہیں، میری آپی کو ہے ...... اس وقت بھی میں پرائیویٹ کلینک کے باہر کھڑی ہوں ...... وہ مریضہ گاڑی میں میرا انتظار کر رہی ہیں۔'' وہ اس کی تکرار پر ایک ہی سانس میں بولتی چلی گئی۔

''اوکے ...... اوکے ...... آپ پریشان نہ ہوں، میں پھر فون کر لوں گا۔'' وہ جلدی سے بولا۔

''بڑی مہربانی......'' اس نے جلدی سے کہا اور موبائل آف کر دیا۔

کافی دیر سے ہیٹر آن تھا...... جس کی وجہ سے بیڈ روم کا ماحول بہت گرم ہو چکا تھا......

نرم، نفیس سے کمبل میں لپٹی نیلوفر کا سر بیگم سلیم الزماں نے اپنی گود میں رکھا ہوا تھا...... پیروں میں دانیال بیٹھا اس کے پیر دبا رہا تھا۔ ماہیا چینج کرنے کی غرض سے اپنے کمرے میں گئی ہوئی تھی۔ بوا خانساماں کی مدد سے رات کا کھانا بنوا رہی تھیں...... احسن تیار ہو کر کہیں باہر جا رہے تھے۔

بیگم سلیم الزماں، نیلوفر کی خاموشی کے باعث سوچ میں گرفتار تھیں کہ بیگم ادریس کے آنے کا ذکر کریں یا نہیں...... پھر وہ کچھ سوچ کر چپ ہو گئیں۔

''او کے اماں! میں جا رہا ہوں...... کھانا میں رات کا باہر ہی کھاؤں گا۔'' احسن نے جانے سے پہلے بتایا۔

''بیٹا! ماہیا کہہ رہی تھی کہ نیلوفر کی نئی میڈیسن لانی ہیں۔''

''مجھے نسخہ دے دیں...... منگوا لوں گا...... یا پھر ڈرائیور کو بھیج کر منگوا لیں۔''

''احسن بھائی! ڈاکٹر صاحب نے ضروری دوائیں لکھ دی ہیں...... وہ سونے سے پہلے دینی ہیں۔'' ماہیا نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

''لاؤ نسخہ دے دو......'' وہ نرمی سے بولے۔

ماہیا نے نسخہ نیلوفر کے پرس میں سے نکال کر انہیں تھما دیا۔ وہ کلون کی تیز خوشبو اُڑاتے کمرے سے نکل گئے۔ نیلوفر نے پلکیں موند لیں...... دروازہ بند ہونے پر دوبارہ آنکھیں کھول دیں۔

''کیسی طبیعت ہے آپی......؟'' وہ قریب ہی کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔

''مجھے کیا ہوا ہے؟''

''ہاں! میری بیٹی کو کچھ نہیں ہو سکتا۔'' بیگم سلیم الزماں نے اس کی پیشانی چومتے ہوئے کہا۔

''ماما کو کیا ہوا ہے ماہیا آنٹی؟'' دانیال نے پوچھا۔

''کک...... کچھ نہیں میری جان...... بالکل ٹھیک ہیں۔''

''اور دوائیں......؟''

''دوائیں اس بدتمیز سر درد کی ہیں...... آپ کی ماما کو ہر وقت سر کا درد تنگ کرتا تھا...... اس لئے ہم نے سوچا کہ مستقل علاج کرا لیں۔'' ماہیا نے مسکرا کر صاف جھوٹ بول دیا۔ دانیال مطمئن ہو کر پیر دبانے لگا۔

''بس کرو دانی......!'' نیلوفر نے کہا اور بانہیں پھیلا دیں۔ دانیال جلدی سے اس کی بانہوں میں سما گیا۔ وہ دیوانہ وار اس کے بال چومنے لگی۔

''نیلو......!''

''جی چچی اماں......!''

''کل بیگم ادریس، ماہیا کا رشتہ لینے آ رہی ہیں...... تمہارا کیا خیال ہے؟''

''اسجد کے لئے......؟'' وہ خوشی سے کہنیوں کے بل اٹھتے ہوئے بولی۔ ماہیا نے حیرت سے ماں کو دیکھا۔

''ہاں...... اسجد کے لئے۔''

''بہت اچھی بات ہے...... آپ فوراً ہاں کر دیجئے گا۔''

''اماں! کیا آپی کی صحت یابی کے بعد یہ کام نہیں ہو سکتا......؟'' ماہیا نے تڑخ کر کہا۔

''میں بالکل ٹھیک ہوں...... یہ کام میرے سامنے ہو گا۔'' نیلوفر نجانے کس خیال میں کہہ گئی۔ ماہیا کا دل بیٹھنے لگا۔

''تو آپ کہاں جا رہی ہیں......؟'' وہ تڑپ کر بولی۔

''کہیں نہیں...... ویسے ہی کہہ دیا۔''

''آپ فی الحال انہیں منع کر دیں اماں!''

"ہرگز نہیں ...... ابھی تو وہ صرف آ رہی ہیں......" نیلوفر نے کڑک دار آواز میں کہا...... وہ چپ ہوگئی ...... محض اس کی خوشی کے لئے۔

"ویسے بھی، احسن سے مشورہ کرنا ہے ...... پھر جیسا اس کا مشورہ ہوگا، میں وہی کروں گی۔" بیگم سلیم الزماں نے کہا......

یہ ان کی محبت، شفقت اور اعتماد تھا کہ وہ احسن پر سگے بیٹوں سے زیادہ بھروسہ کرتی تھیں ...... یا پھر یوں کہہ لیجئے کہ احسن بھی ہر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی بات کا مشورہ ان کو دیتے تھے ...... ان سے لیتے تھے۔ نیلوفر نے بے بسی سے ہنس کر ان کی ہاں میں ہاں ملائی۔

+++

"مشہد!"

"جی......" کوٹ کے بٹن بند کرتے ہوئے وہ ان کے قریب آ گیا۔

"بیٹا! تم کس طرف جا رہے ہو......؟" بیگم ادریس نے پوچھا۔

"ماما! آفس۔"

"تو ہمیں چھوڑتے ہوئے جاؤ۔"

"کہاں......؟"

"ماہیا کی طرف۔"

"ماما! آپ نے وہاں کس لئے جانا ہے......؟" اس نے ابرو چڑھا کر پوچھا۔

"بھئی ضروری کام ہے۔ رانی! بلاؤ نازش بی بی اور تمکین بی بی کو۔" بیگم ادریس اسے ٹال کر رانی سے مخاطب ہوئیں۔

"ماما! معذرت کے ساتھ ...... تمکین تو نہیں جائے گی اور ماہیا بھی اس گھر میں نہیں آئے گی۔" وہ فیصلہ کن انداز میں بولا۔

"مشہد! احساس کمتری سے نکل کر فیصلہ کیا کرو۔"

"ماما! پلیز میں تمکین کا زیادہ باہر آنا جانا پسند نہیں کرتا۔"

"بھئی وہ پردے میں جائے گی ...... برقعہ پہن کر جائے گی۔" بیگم ادریس غصے سے بولیں۔

"مژگاں کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے......" وہ کچھ نرمی سے بولا۔

"خدا کے لئے مشہد! ہماری زندگی حرام نہ کرو۔"

"نازش! آ جاؤ ...... دیر ہو رہی ہے۔" انہوں نے نازش کو آواز دی۔

"چلیں ماما!" نازش، عروشہ اور زین کے ہمراہ آ گئی۔

"مشہد! تمکین کو جانے دو ...... اس کا دل نہ دکھایا کرو۔" ماما نے آخری مرتبہ مشہد سے کہا۔

"ماما! اس میں دل دکھانے کی کیا بات ہے؟ ہر وقت، ہر گھڑی عورتوں کا باہر جانا کوئی ضروری نہیں ہے......" وہ یہ کہہ کر آگے آگے چل دیا۔ بیگم ادریس نے دور کھڑی تمکین کو دیکھا، جس کے چہرے پر خاموش بے بسی تھی۔ بیگم ادریس افسردگی کے ساتھ باہر آ گئیں۔

گاڑی میں سر سیٹ کی پشت سے لگائے وہ سوچ رہی تھیں کہ انہوں نے کیا، کیا ...... معصوم تمکین کے حق میں کتنا غلط فیصلہ کر لیا۔ کاش! مشہد سے بہتر کسی انسان کا انتخاب کیا ہوتا ...... کیا مقدر ہے تمکین کا ...... سب کچھ ہوتے ہوئے بھی وہ مشہد کے ذہنی مرض کا شکار ہے ...... زندگی کی ہر نعمت میسر ہے، پھر بھی خوشیوں سے دور ہے۔

نازش نے دھیرے سے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا جس کا مطلب ہمدردانہ تسلی تھی ...... انہوں نے ساڑھی کے پلو سے آنکھوں میں آئی نمی صاف کی اور ہولے سے گردن ہلا کر اپنے ٹھیک ہونے کا ثبوت دیا ...... اس کے علاوہ وہ کر بھی کیا سکتی تھیں؟ کس سے احتجاج کریں اور کس سے لڑیں ...... کچھ ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا ...... صرف اللہ سے دعا گو تھیں کہ وہ مشہد کو ہدایت عطا فرمائے۔

+++

"اس کا مطلب تو یہ ہوا، ڈاکٹر برہان! کہ ٹیومر میچور ہو چکا ہے۔" ڈاکٹر ناظم حسین نے کیس ہسٹری فائل پڑھتے ہوئے کہا۔

"ہاں ...... کسی حد تک ...... مگر مریضہ کافی سٹرانگ قوتِ برداشت کے باعث مرض سے لڑتی رہی ہیں۔"

"اور موجودہ صورتحال کیا ہے......؟"

"مستقل سر درد ہے ...... گزشتہ ہفتہ سے باقاعدہ مرض کی دوائیں دی جا رہی ہیں۔"

"کچھ افاقہ ہوا......؟" ڈاکٹر ناظم نے ڈاکٹر احسان الدین سے پوچھا۔

"بس معمولی سا......شدت سے درد نہیں ہو رہا ...... دراصل مریضہ امید سے تھیں۔ کل کامیاب ابارشن کرایا گیا ہے۔ اب آپ سب کے مشورے سے جو بھی میڈیسنز تجویز ہوں گی، وہی دی جائیں گی۔ یہ بھی خیال رہے کہ کیا آپریشن ممکن ہے، پاکستان سے باہر کے رزلٹس کیا ہوں گے......؟"

"ڈاکٹر احسان! ٹیومر کی صورتحال آپریشن کے بعد بھی زیرو ہی دکھائی دے رہی ہے۔ دو صورتیں ہیں کہ آپریشن کیا جا سکتا ہے، یہاں بھی اور ملک سے باہر بھی۔ لیکن بعد کا نتیجہ ففٹی ففٹی ہے۔"

"کوئی اور صورت نہیں؟ مریضہ بیچاری کو تو مرض سے لاعلم رکھا گیا ہے۔" ڈاکٹر احسان افسردگی سے بولے۔

"یہ اچھی بات ہے ...... لیکن یہ بہتر ہوتا کہ انہیں کچھ عرصہ ہسپتال میں رکھا جاتا، پھر ٹیسٹ کرائے جاتے، شاید کچھ ریکوری ہوتی۔"

"پھر اب کیا، کیا جائے......؟" ڈاکٹر ایوب نے پوچھا۔

"میڈیسن تبدیل کر دیتے ہیں۔ مریضہ کے تیمارداروں کو ہدایت کریں کہ وہ ان کا بھرپور خیال رکھیں ...... دوائیں باقاعدگی سے دیں، ہر ہفتے جو ضروری ٹیسٹ ہوں وہ کرائے جائیں۔ آگے اللہ کو جو منظور۔" ڈاکٹر ناظم نے کہا۔

"ڈاکٹر ناظم! خدانخواستہ بات بگڑی تو آپ کے خیال میں ریکوری میں کتنا وقت لگ سکتا ہے؟"

"کچھ کہنا محال ہے ...... کچھ بھی کہنا محال ہے۔" ڈاکٹر ناظم انتہائی افسوس ناک لہجے میں بولے۔

"ملک سے باہر لے جانے پر بھی کچھ اور وقت نہیں گزر سکتا؟"

"دیکھیں ڈاکٹر صاحبان! طریقۂ علاج اب ہمارے ہاں بھی ایڈوانس ہے۔

مریضہ کی زندگی سے ہمیں بھی دلچسپی ہے۔ لیکن میری رائے کے مطابق اب یہ کچھ ممکن نہیں ہے۔"

"کاش! مرض آغاز میں ہی پکڑا جاتا تو یقیناً جان بچائی جا سکتی تھی۔"

"مریضہ کی کزن بہت زیادہ فکر مند ہیں۔ یہ مایوس کن صورت حال تو وہ بھی برداشت نہیں کر سکیں گی۔" ڈاکٹر احسان نے کہا۔

"آپ انہیں بھی یہ سب کچھ نہ بتائیں، بس ہلکا پھلکا اشارہ دے دیں تاکہ وہ اچھی طرح مریضہ کی دیکھ بھال کر سکیں۔ ورنہ وہ خود ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جائیں گی۔" ڈاکٹر ناظم نے کہا اور جانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"تھینک یو آپ سب ڈاکٹر صاحبان کا ...... مجھے آپ لوگوں کے مفید مشوروں کی مزید ضرورت رہے گی۔" ڈاکٹر احسان نے کھڑے ہو کر سب کا شکریہ ادا کیا۔

"ڈاکٹر احسان! کاش، ہم مریضہ کے لئے کچھ کر سکیں۔" ڈاکٹر ایوب نے کہا۔

سب نے ان کی تائید میں گردن ہلا دی۔

+++

بوا اور خانساماں کو کھانے کے لئے مکمل ہدایات دے کر اس نے سب سے معذرت کی کہ نیلو آپی کو کچھ دیر کے لئے ڈاکٹر کے پاس لے کر جانا ہے۔

"ماہیا! کل چلے جائیں گے......" نیلوفر نے مہمانوں کی وجہ سے کہا۔

"نہیں نیلو آپی! ڈاکٹر کو کسی صورت ٹالا نہیں جا سکتا......" اس نے جواب دیا۔

"نیلو بیٹا! تم جاؤ، ہم تمہارا انتظار کریں گے۔" بیگم ادریس نے کہا۔

"ابھی تو کھانا تیار ہو رہا ہے، ہم جلدی واپس آ جائیں گے۔" ماہیا نے ہاتھ سے اٹھایا۔

"ماہیا! اچھی طرح تسلی کرو کہ کیا مسئلہ ہے؟" نازش نے کہا۔

"جی نازش آپی......"

"آنٹی! ہم بھی آپ کے ساتھ چلیں......؟" زین نے کہا تو اس نے نفی میں گردن ہلا دی۔

"جانو! ہم شام کو چلیں گے ...... اس وقت صرف ڈاکٹر صاحب کے پاس ہے۔"

نیلوفر نے بالوں میں برش کیا اور سیاہ کشمیری شال کندھوں پر پھیلا لی۔

ماہیا اور نیلوفر ابھی باہر نکلنے کو تھیں کہ احسن آ گئے۔

"کہاں کی تیاری ہے......؟" انہوں نے ڈائریکٹ ماہیا سے پوچھا۔

"احسن بھائی! ڈاکٹر صاحب نے بلایا ہے۔"

"کیا ہر وقت ڈاکٹر مریض، ڈاکٹر مریض کی فلم چلتی رہتی ہے اس گھر میں کوئی اور موضوع نہیں ہے آج کل......؟"

کافی طنزیہ لہجہ تھا۔ ماہیا کے ساتھ ساتھ کمرے میں موجود سب نے ہی مح کیا۔ نیلوفر کا تو چہرہ پیلا پڑ گیا۔ وہ سر تھام کر فوراً صوفے پر بیٹھ گئی۔

"احسن میاں! کیسی بات کی ہے آپ نے......؟" بیگم سلیم الزماں نے ح سے پوچھا۔

"وہ...... چچی اماں...... میرا مطلب ماہیا کو چھیڑنا تھا۔" احسن فوراً ہنستے ہ بولے۔

"آپ ٹھیک کہتے ہیں احسن! مجھے ڈاکٹر کی کیا ضرورت ہے......؟" نیلوفر پیروں سے سینڈل اتارتے ہوئے کہا۔

"ارے آپی! اُٹھیں، جانا ضروری ہے۔" ماہیا نے کہا۔

"نہیں ماہیا! میرا ابھی دل نہیں چاہ رہا...... پھر چلیں گے۔ ویسے بھی گھر مہمان آئے ہوئے ہیں......" نیلوفر نے بہانہ بنایا تو ماہیا ناگواری سے اٹھ کر آ گئی۔

"احسن بیٹا! اچھا ہوا آپ آ گئے۔ بیگم ادریس اور نازش آج خاص مقصد تحت آئی ہیں۔" اماں نے احسن کو مخاطب کیا۔

"جی...... جی حکم کیجئے۔" وہ نہایت سعادت مندی سے کہتے ہوئے ان سامنے بیٹھ گئے۔

"احسن بیٹے! ہم آج سوالی بن کر آئے ہیں...... ہم نے آپ کی چچی

ے تو ماہیا کو مانگا ہے لیکن یہ کہتی ہیں کہ احسن میرا بیٹا ہے، اس کا فیصلہ وہ کرے گا۔" بیگم ادریس نے براہِ راست احسن کو مخاطب کیا تو وہ جیسے بھونچکا رہ گئے۔ تیزی سے پہلو بدل کر پیشانی پر ناگوار سلوٹیں ڈالتے ہوئے بولے۔

"یہ آپ نے جتنی آسانی سے کہہ دیا ہے، اس کا فیصلہ تو اتنا آسان نہیں۔"

بیگم ادریس کے ساتھ ساتھ کمرے میں موجود تمام افراد ہی شدید حیرت میں آ گئے۔ ان کا انداز، لہجہ اور جملہ انتہائی غیر متوقع اور اجنبی تھے۔ مگر اس سے پہلے کہ کوئی ان سے کچھ کہتا وہ "ایکسکیوزمی۔" کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

"احسن! میرا خیال ہے اس میں مشکل تو کوئی بھی نہیں ہے۔" نیلوفر نے ڈرتے ڈرتے جسارت کی تو وہ خشمگیں نگاہوں سے اسے گھورتے ہوئے بولے۔

"نیلو بیگم! آپ کا تو دماغ ڈاکٹر کے رحم و کرم پر ہے۔ لہٰذا آپ کو سمجھانا ناممکن ہے۔"

یہ کہہ کر وہ تیزی سے باہر نکل گئے۔ نیلوفر پر جیسے مُردنی چھا گئی۔ اتنا تحقیر آمیز، تکلیف دہ انداز...... سب کے سامنے شرمندہ ہو گئی۔

"چلیں کوئی بات نہیں...... احسن بھائی اچھی طرح سوچ سمجھ کر فیصلہ کر لیں، ہمیں کوئی جلدی نہیں ہے۔ کیوں ماما......؟" نازش نے بات سنبھالتے ہوئے بیگم ادریس سے پوچھا۔

"ہاں...... ہاں...... بس اللہ بہتر کرے......" بیگم ادریس تقریباً ہکلاتے ہوئے بولیں۔

"آپ فکر نہ کریں بیگم ادریس! میرا بیٹا احسن بہت سمجھ دار ہے۔" بیگم سلیم الزماں نے احسن کی طرف داری کی۔

نیلوفر دُکھی نظروں سے اپنی بھولی سی چچی اماں کو دیکھتی رہ گئی۔

"بھئی آپ سب ہاتھ دھو کر کھانے کے کمرے میں آ جائیں...... کھانا لگا دیا ہے۔" بوا نے آ کر اطلاع دی تو بات آئی گئی ہو گئی۔

سب اٹھ کر کھانے کے لئے چلے گئے مگر نیلوفر وہیں تکیے سے ٹیک لگا کر کسی گہری سوچ میں کھو گئی...... سب نے اسے مجبور کیا کہ وہ ان کے ساتھ مل کر کھانا

کھائے مگر اس نے بہانہ کر کے انہیں بھیج دیا تھا۔

+++

بیگم ادریس کے چہرے پر پھیلے غور و فکر کے سائے بتا رہے تھے کہ وہ کافی پریشان ہیں۔ بیڈ پر ٹھیک طرح سے بٹھانے کے بعد نازش نے پیروں پر کمبل پھیلاتے ہوئے کہا۔

''ماما! آپ بالکل فکرمند نہ ہوں ...... ماہیا آپ کی ہی ہے۔''

''ہنہ، ہاں......'' وہ چونکیں۔

''سو فیصد آپ کی ہیں...... مابدولت کی ہیں۔'' اسی لمحے اسجد کمرے میں شانِ تفاخر سے چلتا ہوا آ کر ماما کے سینے سے لگ گیا۔

''انشاء اللہ......مگر مجھے اچھا نہیں لگ رہا۔ پہلے مشہد نے بدمزگی پیدا کی اور پھر وہاں احسن میاں نے کچھ عجیب سے انداز میں ٹالا ہے۔''

''ارے ماما! آپ احسن بھائی کو ٹھیک سے جانتی نہیں ......وہ مزاج کے سنجیدہ اور سخت ضرور دکھائی دیتے ہیں، سخت ہیں نہیں۔ ماہیا تو ان کے سامنے ایک لفظ نہیں بول سکتی، ہکلانے لگتی ہے۔'' نازش نے ہنستے ہوئے بتایا۔

''بھابی بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں ......اور رہی بات مشہد بھائی کی تو وہ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ مشہد بھائی جیسے مردوں کی معاشرے میں کمی نہیں ہے، اپنے احساسِ کمتری کو مٹانے کے لئے یہ اس طرح کے کمزور جواز بناتے ہیں۔ کہیں بیوی خوبرو نہ مل سکے تو حیا پرست، غیور، قدیم فرسودہ روایت پسند شوہر بن جاتے ہیں۔ ہر حسین لڑکی کو برا کہتے ہیں ...... یہ فطرت ہوتی ہے احساسِ کمتری میں مبتلا انسانوں کی۔'' اسجد نے اچھا خاصا تبصرہ کر ڈالا۔

''مگر تمکین اتنی بھی بری نہیں ہے ...... ذرا سا رنگ ہی سانولا ہے۔'' ماما نے دلیل پیش کی۔

''جی ہاں! اور یہ کوئی بڑا عیب نہیں ...... مگر مشہد بھائی کے حسین ہونے کے قصیدے بھی تو آپ پڑھتی رہتی ہیں، کہ پورے گھر میں سب سے زیادہ حسین، خوبرو مشہد بھائی ہی ہیں ...... اسی وجہ سے وہ اپنے اوپر یہ جھنجلاہٹ طاری رکھتے

ہیں کہ ان کی بیوی کسی کے سامنے ان کے ساتھ جانے کے قابل نہیں۔''

''اب ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے ...... وہ تو مزاج کا ہی کچھ تلخ ہے۔'' ماما ٹالتے ہوئے بولیں۔

''آپ نہ مانئے ......مگر حقیقت یہی ہے۔ اگر تمکین بھابی دودھیا رنگت کی ہوتیں تو یہی مشہد بھائی انہیں بے نقاب لے کر گھومنا پھرنا اپنی شان سمجھتے۔'' اسجد نے بڑے وثوق سے کہا تو نازش نے ٹوکا۔

''اب مشہد بھائی کا ٹاپک بند کرو اور اپنی فکر کرو۔''

''کیا فکر کریں، ادھر مشہد بھائی سماج کی دیوار بن گئے ہیں اور اُدھر احسن بھائی۔ نجانے ہمارا کیا بنے گا......؟'' وہ انتہائی معصوم چہرہ بنا کر بولا تو وہ دونوں ہنسنے لگیں۔

''اعتبار رکھو ...... ماہیا تمہاری ہی بنے گی۔ احسن بھائی کی فکر نہ کرو۔'' نازش نے کہا۔

''دیکھ لیں بھابی! ماہیا میرے دل میں دھڑکتی ہے۔''

''اچھا، اچھا ہیرو جی! جایئے اور جا کر زین کو ہوم ورک کرائیں ...... آج ٹیوٹر صاحب نہیں آئے ہیں۔''

''ویسے ماہیا کے کیا تاثرات ہیں......؟''

''یہ آپ کو پوچھنے چاہئیں۔'' نازش نے گھور کر کہا۔

''میں تو جانتا ہوں کہ وہ مجھے پسند کرتی ہے۔''

''تو بیٹا! پھر صبر سے کام لو ...... سب اچھا ہو گا۔''

''ورنہ میں سچ مچ واپس چلا جاؤں گا۔''

''اچھا جی! ہماری تو کوئی اہمیت ہی نہیں ہے......'' نازش نے چھیڑا۔

''اسجد! ذرا تمکین کو بلاؤ، مژگاں کو بھی لانا، بلکہ رانی سے کہو کہ مژگاں کو لے آئے۔'' ماما نے کہا۔

''جی اچھا ماما......!'' اسجد فوراً کمرے سے باہر نکل گیا۔

''ماما! میں بھی کمرے میں جا رہی ہوں ......عروشہ شاید جاگ گئی ہو گی۔

''احمد ابھی نہیں آیا......؟''

''جی نہیں، دیر سے آئیں گے۔''

''او کے میری جان! جاؤ۔'' ماما نے پیار سے چمکارتے ہوئے کہا۔ نازش مسکرا کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

کچھ ہی دیر میں اسجد، تمکین اور مژگاں کے ہمراہ آ گیا۔

''آؤ میری چندا......! میرے پاس آؤ۔'' انہوں نے تمکین اور مژگاں کے لئے دونوں بانہیں کھول دیں۔

''کیا کر رہی تھیں جانو......؟'' انہوں نے پوچھا۔

''بس پھوپھو! مژگاں کو سلا رہی تھی۔''

''مشہد آیا......؟''

''نہیں ...... انہیں کسی دوست کے ساتھ ڈنر کرنا تھا۔''

اسجد نے طنزیہ لہجے میں فوراً کہا۔ ''خود غرض انسان...... اپنی مکمل عیاشی اور آزادی کا حق استعمال کرتے ہیں اور بیوی کے لئے سانس لینا بھی محال ہے۔''

''چھوڑو اسجد! جس مسئلے کا کوئی حل نہیں، اسے کیوں لے بیٹھتے ہو......؟'' تمکین نے دھیرے سے کہا۔

''حل تو ہے بھابی ...... اگر آپ اور ماما راضی ہو جائیں تو۔'' وہ بولا۔

دونوں نے استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

''ماما! یہ روز روز کی ٹینشن اسی طرح ختم ہو سکتی ہے۔''

''کبھی سیدھے طریقے سے بھی بات کر لیا کرو۔ کس طرح......؟''

''یہی کہ تمکین بھابی اور مژگاں کو کچھ عرصے کے لئے مشہد بھائی کی زندگی سے نکال دیا جائے ...... دور رہ کر وہ کمی ضرور محسوس کریں گے۔'' اس نے بڑے تحمل سے پیر ہلاتے ہوئے کہا۔

''بکومت ...... میں اپنے جگر کے ٹکڑے دُور کر دوں ...... ہرگز نہیں، ایسا نہیں ہو گا۔'' ماما نے سختی سے ڈپٹ کر کہا اور سختی سے مژگاں کو سینے سے بھینچ لیا۔

''میں بالکل ٹھیک ہوں ...... تم میری فکر چھوڑو، مشہد خود بخود ٹھیک ہو جائیں

گے۔'' تمکین نے بھی اس کا مشورہ رد کر دیا۔

''جیسے آپ کی مرضی۔''

''بس چندا! تم خوش رہا کرو ...... خود اس کے ساتھ آنے جانے کی کوشش کیا کرو۔''

''نہیں پھوپھو! چلی تو جاؤں مگر پردے میں بھی وہ سب کے درمیان میرا ہی موضوع ڈسکس کرتے رہتے ہیں ...... سب پر اپنی بڑائی ظاہر کرتے ہیں ...... میں تماشا بن جاتی ہوں۔ پردہ کر کے جانے میں مجھے اعتراض نہیں لیکن وہ بہت الگ کر دیتے ہیں مجھے ...... سب کی توجہ کا مرکز بنا دیتے ہیں ...... مجھے بہت الجھن ہوتی ہے...... کسی کی آنکھ میں تجسس ہوتا ہے اور کسی کے طنز۔'' تمکین نے افسردگی سے کہا۔

''کسی روز آپ سب کے درمیان بولیں، نقاب اتاریں تو لوگ خاموش ہو جائیں۔ مشہد بھائی بھی شرمسار ہو جائیں۔ مگر آپ کٹھ پتلی کی طرح حرکت کرتی رہتی ہیں۔'' اسجد نے چڑ کر کہا۔

''تو میں کیا کروں......؟'' وہ اور زیادہ جھنجلا کر بولی۔

''اسجد! بس اس وقت یہ موضوع بند کر دو۔ دیکھو زبیدہ نے رات کا کھانا بنوا لیا ہے یا نہیں؟'' ماما نے کہا تو اسجد گردن ہلا کر باہر نکل گیا۔

+ + +

نیلو آپی کو دوا دے کر فارغ ہی ہوئی تھی کہ دانیال نے آ کر کہا۔

''ماہیا آنٹی! اسجد انکل آئے ہیں۔''

اس نے حیرت سے گھڑی پر نگاہ ڈالی۔ ''اس وقت...... رات کے بارہ بج رہے ہیں۔''

''تو کیا ہوا...... جاؤ، اسے بٹھاؤ۔'' نیلوفر نے اپنے ہاتھ سے سر کو ہلکے ہلکے دباتے ہوئے کہا۔ وہ آج تکلیف میں کچھ اضافہ محسوس کر رہی تھی۔

''ماما! وہ باہر گاڑی میں ہیں...... باہر بلا رہے ہیں۔'' دانیال ماں کے قریب بیٹھتے ہوئے بولا۔

''یہ اسجد کا دماغ خراب ہے شاید.....'' وہ بڑبڑائی۔

''ماہیا! جو وقت تمہارے لئے ہے وہ بھی تم اِدھر اُدھر لگا دیتی ہو..... جاؤ کچھ اپنی طرف بھی دھیان دو..... وہ احسن کی وجہ سے ڈسٹرب ہوا..... بجھنے والے چراغوں کی خاطر اپنی روشنی کم نہ کرو۔''

''یہ آپ کیسی باتیں کرتی رہتی ہیں..... آپ سے زیادہ کون مجھے عزیز ہوگا؟ آپ کے لئے میں وقت ضائع کرتی ہوں یہ کیوں سوچتی ہیں آپ.....؟'' وہ شدید دُکھ سے اس کا سرد ہاتھ تھام کر بولی۔

''اچھا اب جاؤ، اسے ملو، دیکھو محبت کی قدر کرنی چاہئے..... کسی کے فیصلے کی خاطر اپنی اتنی اچھی پیاری محبت کا راستہ بند نہ کرو۔'' نیلوفر نے مسکرا کر اسے کہا۔

''او کے! لیکن اماں کو اس وقت جگا کر بتانا مشکل ہے.....'' وہ اٹھتے ہوئے بولی۔

''صبح بتا دیں گے۔ میں بوا کو انٹرکام پر کہہ دوں گی۔ تم جاؤ۔ اور شال لے کر جانا..... بہت ٹھنڈ ہے۔''

اس نے پیار سے نیلوفر کی پیشانی چومی تو ایک ٹک اُداس نگاہوں سے نیلو اسے دیکھتی رہی۔ وہ تڑپ کر اس سے لپٹ گئی۔

''نہیں..... میں نہیں جا سکتی۔ آپ کی محبت میرے لئے بہت اہم ہے..... اس وقت میں آپ کو چھوڑ کر نہیں جا سکتی..... محبت کی پیاسی یہ آنکھیں..... میں پیاسی نہیں چھوڑ سکتی۔'' وہ یکلخت ہچکیوں سے رونے لگی..... نیلوفر کو دل مضبوط کر کے ہنسنا پڑا۔

''ارے پگلی! کیا سمجھ رکھا ہے تم نے مجھے..... میں اپنے بیٹے کو ذرا سا بھی وقت نہ دوں، جاؤ جا کر اسجد کو اٹینڈ کرو۔ دانی بیٹا! میرے ساتھ لیٹ جاؤ۔''

''او کے! میں جاتی ہوں.....'' نیلوفر کی چال پر وہ روتے روتے مسکرائی اور اس کی سیاہ شال شانوں پر پھیلا کر باہر نکل گئی۔

باہر واقعی شدید سردی تھی۔ کافی دھند تھی۔ وہ مسلسل گیٹ پر نظریں جمائے بیٹھا تھا۔ اس کے گیٹ سے باہر نکلتے ہی اس نے فرنٹ ڈور کھول دیا۔

وہ آہستگی سے اس کے برابر بیٹھ گئی۔

اس نے محبت بھری نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ چلائی۔

''اسجد! اگر یوں مجھے دیکھنے کے لئے آپ رات کے بارہ بجے آئے ہیں تو بہت بے وقوف ہیں آپ..... میری فوٹو نکال کر دیکھ لیتے۔''

''ہنہ، اوں، ہوں.....'' اس نے گلا صاف کر کے سُر لگائے۔

''جو بات تجھ میں ہے تیری تصویر میں نہیں.....''

''اوہ..... اسجد! فار گاڈ سیک..... ہر وقت عشق کا بھوت تم پر کیوں سوار رہتا ہے؟''

''ارے، ارے..... کیوں چیخ چیخ کر چوکیدار کو بتا رہی ہو کہ میں تمہیں اغواء کر کے لے جا رہا ہوں.....'' اس نے ہولے سے اس کا نازک، سرد ہاتھ دبا کر گاڑی اسٹارٹ کی۔

''اسجد! یہ وقت دیکھ رہے ہیں آپ!'' وہ جھلائی۔

''جی نہیں..... میں صرف اور صرف چاروں طرف ماہیا کو دیکھ رہا ہوں..... بلکہ.....

ماہیا، ماہیا پکاروں میں بن میں
ماہیا آ بسی ہے میرے من میں''

وہ پھر راگ الاپنے لگا تو وہ شدید غصے میں آ کر باہر دیکھنے لگی۔

''سوری!'' وہ منمنایا۔

''اتنی رات گئے کیوں زحمت کی ہے.....؟'' اس نے گھور کر پوچھا تو اس نے ایک دم بریک لگا کر گاڑی روک دی۔

''ماہیا جی! اگر یوں گھور کر دیکھنا ہے تو اللہ قسم ابھی گاڑی درخت سے ٹکرا دوں گا۔''

''اسجد! میں جان سے مار دوں گی تمہیں۔''

''مار تو دیا ہے..... کیا کسر رہ گئی ہے؟ نہ رات کو چین اور نہ دن کو قرار..... اور وہ تمہارے احسن بھائی بے کار کے بادشاہ سلامت بن بیٹھے ہیں۔''

''دیکھو، خبردار جو اس وقت احسن بھائی کو کچھ کہا۔''

''ان کو کچھ کہنے کا خاص وقت ہے کیا......؟'' اس نے چھیڑا۔

''پلیز! حماقتیں مت کرو ...... بتاؤ، کیوں آئے ہو؟ ...... کہاں لے جا رہے ہو مجھے؟''

''دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر آیا ہوں ...... باہر کچھ دیر گھومیں گے، کسی اچھی سی جگہ سے کافی پئیں گے اور بس۔'' وہ بولا۔

''اسجد! یہ کوئی ضروری کام نہیں تھا...... میں نیلو آپی کو بڑی مشکل سے چھوڑ کر آئی ہوں۔ تم سمجھ سکتے ہو کہ انہیں کیا ہے......؟'' وہ ایک دم افسردہ سی ہو کر بولی۔

''خیریت ...... وہ تو خوشخبری والی بات تھی۔'' وہ کچھ سنجیدگی سے بولا۔

''ایسا کچھ نہیں رہا ...... وہ تو تہی داماں ہیں ...... یوں کہو کہ زندگی سے دُور ہوتی جا رہی ہیں۔''

''واٹ......؟'' وہ چونکا۔

''کسی سے ذکر نہ کرنا ...... میری مجبوری ہے۔ کیونکہ میں نیلو آپی کو سب کچھ جان لینے کے بعد پریشان نہیں دیکھ سکتی۔''

''ماہیا! ...... ایسا کیا ہے جس نے تمہیں اس طرح کُملا کے رکھ دیا ہے...... میری طرف دیکھو۔'' ہنی پلازہ کے کافی شاپ کے سامنے گاڑی روک کر اس نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھ سے اپنی طرف موڑتے ہوئے کہا۔ اس کی ڈبڈبائی، جھیل سی آنکھیں اسجد کے دل کو دکھ سے بھر گئیں۔

پھر دھیرے دھیرے اس نے اسجد سے اپنا دُکھ شیئر کر لیا۔

وہ بھی کچھ دیر کو چپ ہو گیا۔ پھر بڑی ہمت کر کے بولا۔

''کم آن ماہیا......! اتنی بہادر ہو، چھوٹی سی بات پر یوں پریشان نہیں ہوتے ...... اللہ سے اچھی امید کرتے ہیں۔''

''اس بہلاوے سے ہم تو بہل سکتے ہیں لیکن نیلو آپی کو پتہ لگنے کے بعد بہلانا بہت مشکل ہو گا۔''

''ہاں ... لیکن انہیں بتائے گا کون؟''

''کوئی نہیں ......تم اس کا ذکر نازش آپی سے بھی نہ کرنا۔''

''او کے ......لیکن تم خود کو کبھی اکیلا نہ سمجھنا۔ کیونکہ میں تمہارا سایہ ہوں ماہیا!''

''تھینک یو اسجد!''

''حقیقتاً میں احسن بھائی کے رویے کے بارے میں ہی پوچھنے آیا تھا ......لیکن اب صورت حال اور ہے، جیسے تم آرام و اطمینان سے کرنا چاہو ویسے کرو۔ مجھے کوئی جلدی نہیں۔''

''دراصل نیلو آپی کا ووٹ تو تمہارے لئے پکا ہے ...... اماں اور بوا کو بھی کوئی اعتراض نہیں۔ بس احسن بھائی کے او کے کرتے ہی معاملہ طے ہو جائے گا۔ فی الحال ان سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔'' وہ بولی۔

''او کے...... کافی کا آرڈر دیتے ہیں۔''

اس نے ہارن دے کر ویٹر کو بلایا ......مگر عین اسی لمحے براؤن ٹیوٹا کرولا بالکل اس کے قریب لمحہ بھر رک کر آگے نکل گئی ...... اسجد نے جلدی سے گردن باہر نکال کر دیکھا اور نچلا ہونٹ کاٹنے لگا۔

کمرے کی تاریک خاموشی میں سگریٹ کی ننھی سی روشنی نے اسے احساس دلایا کہ صوفے پر احسن بھائی بیٹھے ہیں۔

اس کا دل دھڑکا، واپسی کے لئے قدم اٹھائے تو ان کی گمبھیر آواز نے ساکت کر دیا۔

"سٹڈی روم میں چلو۔"

"جی...... وہ میں نیلو آپی کو دیکھنے آئی تھی۔" وہ ہکلائی۔

"احسن! اس وقت مناسب نہیں ہے...... آپ صبح بات کر لیجئے گا۔" نیلوفر نے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھا لیمپ آن کیا تو کمرے میں کچھ روشنی پھیل گئی۔

"آپ کے نزدیک میرے لئے بھی مناسب یا نا مناسب کا مسئلہ ہے......"

انہوں نے اٹھ کر ٹیوب لائٹ جلا دی...... ماہیا دروازے کے وسط میں جز بز سی کھڑی تھی۔

"احسن! پلیز، میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے......" نیلوفر نے اپنی طبیعت کا سہارا لیا...... دراصل احسن آج آئے ہی کچھ عجیب سے موڈ میں تھے...... ماہیا کے بارے میں چچی اماں سے پتہ چل گیا تھا کہ وہ اسجد کے ساتھ گئی ہے۔ اس وقت سے وہ کمرے کی لائٹ آف کر کے مسلسل سگریٹ پی رہے تھے۔

ماہیا، نیلوفر کی طبیعت کے پیش نظر اسی طرف آ گئی تھی۔

"او کے...... you can go"...... وہ کافی سنجیدگی سے بولے۔ ماہیا آناً فاناً دروازے سے باہر نکل گئی۔

ان کے لہجے کی سختی محسوس کر کے نیلوفر تکیے کے سہارے اٹھ بیٹھی۔ وہ اٹھ کر

باہر جانے لگے تو اس نے کہا۔

"احسن......!"

"فرمایئے......" انہوں نے گردن گھما کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو اس نے اپنا سرد ہاتھ اس کی طرف بڑھایا اور محبت پاش نگاہوں سے دیکھا۔

"یہ چونچلوں کا وقت نہیں ہے...... رات کا ڈیڑھ بج رہا ہے۔" انتہائی سفا کی سے انہوں نے اس کی محبت بھری پیشکش مسترد کر دی۔

"آپ بھول رہے ہیں کہ ہماری رفاقت میں اس لفظ "چونچلے" کا کبھی گزر نہیں ہوا۔" وہ دُکھی ہو گئی۔

"گلے شکوے ساری عمر عورت کا ساتھ نبھاتے ہیں۔" وہ تیوری چڑھا کر بیڈ کے قریب پڑی کرسی پر بیٹھ گئے۔

"اس لئے نبھاتے ہیں تا کہ مرد کی دی ہوئی محرومیوں کی تلافی ہو سکے۔"

"میں مباحثے کے موڈ میں نہیں ہوں نیلو بیگم......!" وہ چڑ سے گئے۔

"میرے لئے تو آپ کبھی کسی موڈ میں ہوتے ہی نہیں......" وہ بھی طنز سے خود کو نہ روک سکی۔

"موڈ کا نتیجہ ابھی تو بھگت کر بیٹھی ہو...... مزید جان خطرے میں ڈالنا چاہتی ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" انہوں نے کمال فیاضی کا مظاہرہ کیا...... شدید طنز اور کچوکے کو اپنی فراخ دلانہ پیشکش میں لپیٹ کر۔

اس توہین پر نیلوفر کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

"کس قدر بے حس ہوتے ہیں آپ لوگ...... عورت کے حق کو اس کی کمزوری سمجھ لیتے ہیں...... میرے حال پر آپ خوش ہوں۔" اس نے رقت آمیز آواز میں گلہ کیا۔

"میں نے کہا نا کہ عورت کی اس تقریر سے ہم مرد حضرات سخت متنفر ہیں۔" انہوں نے دوسرا سگریٹ سلگایا۔

"احسن! آپ جائیں، سو جائیں۔" ایک دم ہی اس کے سر میں درد کی شدت بڑھ گئی۔ دونوں ہاتھوں سے سر دباتے ہوئے اس نے ان سے کہا۔

"خوامخواہ کی ٹینشن سے درد میں اضافہ ہی کرتی ہو......" وہ قدرے نرمی سے بولے۔

"مجھے درد بہت اچھا لگتا ہے......" وہ دھیرے سے بولی۔

"خیر، میں چاہتا ہوں کہ تم اپنا خیال رکھو......" انہوں نے ہاتھ بڑھا کر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ ڈھیر ساری ٹھنڈک ان کے ہاتھ میں اتر گئی۔

نیلوفر پر کسی نرم گرم جذبے کا اظہار نہیں ہوا...... اس طرح کی خیرات ہی احسن کی طرف سے ملتی تھی۔

اس نے ہاتھ چھڑانا چاہا مگر جواب میں احسن نے لیمپ کی روشنی کو شب بخیر کہہ کر خود کو نیلوفر کے قریب کر لیا۔

ان کے کشادہ سینے سے لگنے کے لئے اس کے پاس کوئی محبت کی تپش نہیں تھی...... درد کرتا سر سینے پر ٹکا کر وہ اس کی شدت سے لڑنے لگی۔

احسن نے احسان کے طور پر جیسی بھی فیاضی کی، اس کے لئے سب تکلیف دہ تھا۔ ان کی تہہ در تہہ چھپی ہوئی شخصیت کو وہ آج تک نہیں پہچان سکی تھی...... بلکہ اس کا خیال تھا کہ مرد کی محبت کو، اس کی فیاضی کو کوئی عورت نہیں پہچان سکتی۔ یہ بالکل غلط رائے ہے کہ مرد کو عورت پہچان لیتی ہے...... مرد کو تو شاید پہچان لیتی ہے لیکن اس کے سینے میں چھپی محبت کی اتھاہ گہرائیوں میں صرف ٹامک ٹوئیاں مار کر ہی پھولی سانس کے ساتھ ہمت ہار دیتی ہے۔

احسن کی رفاقت نے نیلوفر کو یہ بھی بتا دیا تھا کہ یہ سچی اور دائمی نہیں ہے...... احسن کے اندر کچھ اور ہے...... کوئی اور ہے...... اس لمحے بھی وہ اسی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔

احسن نے دھیرے سے خود کو اس سے الگ کیا اور بنا کچھ پوچھے، بنا کچھ کہے پیروں میں سلیپر ڈالے کمرے سے نکل گئے۔ نیلوفر کی آنکھوں سے اشکوں کی لڑیاں باقی ماندہ رات میں تکیے میں پیوست ہوتی رہیں۔ اس نے ہاتھ پھیر کر بستر کی شکنوں میں احسن کو محسوس کیا اور ہمیشہ کی طرح پلکیں موند لیں۔

+ + +

دروازے پر مسلسل تیسری بار دستک ہوئی تو احمد نے اخبار تہہ کر کے رکھتے ہوئے کہا۔

"آ جائیں بھئی......"

"صبح بخیر احمد بھائی اور نازش بھابی......!" مشہد نے کمرے میں داخل ہو کر ان دونوں کو مخاطب کیا۔

"ارے آؤ مشہد...... بیٹھو......" احمد علی نے مسکرا کر اپنے قریب بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"خیریت ہے مشہد......؟" کپڑوں کی الماری ٹھیک کرتے ہوئے نازش نے پوچھا۔

"جی...... جی بھابی! دراصل ناشتے کی میز پر ملاقات نہیں ہوئی تھی، اس لئے میں یہاں چلا آیا۔" وہ بولا۔

"ہاں...... تمکین نے بتایا تھا کہ رات آپ لیٹ آئے تھے اس لئے سو رہے ہیں۔" نازش نے کہا۔

"جی...... لیکن اسجد تو مجھ سے بھی زیادہ دیر سے آیا تھا۔" اس نے چبا چبا کر جملہ مکمل کیا۔

نازش اور احمد نے کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں ایک دوسرے کو دیکھا تو وہ مسکرایا۔

"کیا مطلب......؟" نازش نے سرسری انداز میں کہا۔

"رات ایک بجے اسجد اور ماہیا، ہنی پلازہ کے باہر تھے۔" مشہد نے پُرسکون لہجے میں اپنی طرف سے طنز کیا۔

"اوہ...... اچھا! بہت رومانٹک ہے بھئی اسجد۔" احمد علی خلاف توقع ہنس پڑے اور شرارت سے اسجد کی بات ہوا میں اچھال دی...... جبکہ نازش نے مشہد کی بات کچھ محسوس کی۔

"آپ کے نزدیک یہ اسجد کا اچھا کام ہے......؟" مشہد نے کریدا۔

"کون سا کام یار؟...... اپنی منگیتر کے ساتھ گھومنا پھرنا، آئس کریم کھانا یا کافی

پینا کیا ہے، صرف رومانس ہے ...... اور میں محبت کو بہت پسند کرتا ہوں۔'' احمد علی اور زیادہ چہک اٹھے۔ نازش نے دل ہی دل میں شوہر کے خیال کو سراہا۔

''کیسی منگیتر؟...... ابھی ایسا کوئی فیصلہ نہیں ہوا ...... اتنی آزاد خیال لڑکی کے لئے میرا ووٹ بالکل نہیں ہے۔''

''دیکھو! اسجد کو ہمارے ووٹ کی ضرورت نہیں ہے۔ اس نے ماہیا کو خود پسند کیا ہے۔ اس لئے ہم کون ہوتے ہیں اعتراض کرنے والے؟'' احمد نے نرمی سے وضاحت کی۔

''ہم اس گھر کے فرد ہیں احمد بھائی ...... اسجد ہمارا چھوٹا بھائی ہے۔'' مشہد نے اپنی دانست میں اطلاع فراہم کی۔

''اسی لئے تو کہہ رہا ہوں کہ ہمیں اپنے چھوٹے بھائی کی خوشی میں رکاوٹ نہیں بننا چاہئے۔''

''ویسے بھی مشہد! ماہیا صرف اسجد کی پسند نہیں ہے، ماما بھی اسے پسند کرتی ہیں۔ اور تم جانتے ہو کہ ہم اس سلسلے میں ماہیا کے گھر گئے تھے۔'' نازش نے کچھ سخت لہجے کی مدد لی۔

''نازش! آپ جائیں، میرے اور مشہد کے لئے کافی بنا کر لائیں۔'' احمد نے کمال ہوشیاری سے بیوی کو اس موقع پر باہر بھیج دیا۔

''مشہد! اب بولو، تمہیں کس بات پر اعتراض ہے؟ ...... ماہیا میں کس چیز کی کمی ہے؟ ...... اور اگر تمہیں رات کو ان دونوں کے گھومنے پر اعتراض ہے تو نہیں ہونا چاہئے۔ وہ دونوں سمجھ دار ہیں، ایک دوسرے کو سمجھنا چاہئے۔ ہمیں اپنے چھوٹوں پر پورا اعتبار ہونا چاہئے۔''

''یہ فلسفہ اب آپ کو پتہ چلا ہے ...... میری بار آپ نے ایسا نہیں سوچا۔'' وہ تلخ ہو گیا۔

''کیا کمی ہے تمہاری زندگی میں؟...... اچھی، پیاری سی وفا شعار بیوی، پھول جیسی بچی، ہم سب ...... بولو کیا نہیں ہے تمہارے پاس؟'' احمد نے انتہائی محبت سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

وہ گھورنے لگا ...... بالکل اس طرح جیسے متفق نہ ہو۔

''آپ یوں کہئے کہ مجھ میں کیا کمی تھی ......؟'' وہ چڑ کر بولا۔

''کچھ نہیں ...... ماشاء اللہ ہر لحاظ سے بے مثال ہو۔''

''خیر چھوڑیں اس ذکر کو ...... فی الحال میں اس رشتے کے حق میں نہیں ہوں۔'' وہ ایک دم بولا۔

''مشہد! بظاہر اس کی کوئی وجہ تو دکھائی نہیں دیتی۔''

''دیتی ہے ...... میری بیوی احساسِ کمتری کا شکار ہو جائے گی۔''

''وہ تو تم ہو ...... احساسِ کمتری کا شکار تم ہو مشہد! خوانخواہ، بلاوجہ ...... تمہارے دل کے اندر، یہاں چور ہے......'' احمد بھائی نے اپنی شہادت کی انگلی سے اس کے سینے پر اشارہ کیا۔

''آپ غلط سمجھتے ہیں۔''

''ہم بالکل درست سمجھتے ہیں ...... تم ایک بے حد حسین لڑکی کے شوہر بننا چاہتے تھے۔ پھر تمہارے معاملات بالکل مختلف ہوتے ...... ایک عام سی شکل و صورت کی بیوی کو ہر اچھی خوبی کے باوجود تم نے قبول نہیں کیا ہے۔ اسی لئے ساری دنیا سے اسے چھپا کر رکھنا چاہتے ہو ...... اپنے اندر کے اس پاگل جذبے کو تسکین دیتے ہو۔'' احمد بھائی نے اس کو بوکھلا دیا۔

''ہرگز نہیں۔ میں اس لئے تو ......''

''یہ سچ ہے مشہد! تنہائی میں خود سے پوچھو اور غور کرو کہ کتنا پست اقدام ہے تمہارا ...... زندگی خود ہر طرح کی مشکل اور بدصورتی کے باوجود بہت خوب صورت ہے۔'' احمد بھائی نے اس کی بات کاٹ کر ریموٹ کے ذریعے ٹی وی آن کر لیا۔

مشہد چند لمحات ہونٹ کاٹتا رہا اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

''کہاں چلے......؟ نازش کافی بنانے گئی ہے۔''

''مجھے طلب نہیں ہے ...... جلدی بھی ہے ...... باہر جانا ہے۔'' وہ ہکلایا اور پھر لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

''پاگل پن ہے تمہارا مشہد! تم کم عقلی کا ثبوت دے کر اپنی خوشیوں بھری

زندگی برباد کر رہے ہو......'' احمد خود سے بڑبڑائے۔

+++

وہ کافی دیر سے نیلوفر کو سمجھا رہی تھی کہ ہسپتال میں داخل ہو کر بہتر علاج ہو سکتا ہے ......مگر اس نے صاف انکار کر دیا۔ ہسپتال داخل کرانے کے بارے میں بڑی مشکل سے اس نے ڈاکٹر احسان کے سمجھانے پر فیصلہ کیا تھا کہ بہتر علاج کے لئے ہسپتال میں داخل ہونا ضروری ہے۔

پہلے تو وہ اس خیال سے ایسا نہیں چاہتی تھی کہ نیلو آپی کو مرض کی سنجیدگی کا احساس نہ ہو۔ وہ بار بار سر درد ہی کہتی تھی ...... ٹیومر کے بارے میں تو اس نے ہلکا سا بھی اشارہ نہیں دیا تھا۔

''کیوں بھئی، کیا مسئلہ ہے آپ کا......؟'' احسن نے انکار سن کر براہِ راست پوچھا۔

''کیسا مسئلہ......؟'' اس نے اُداس آنکھوں سے دیکھا۔

''ہسپتال داخل ہونے میں کیا حرج ہے......؟''

''مجھے کیا ہوا ہے جو میں ہسپتال داخل ہو جاؤں......''

''کیا آپ نہیں جانتیں کہ آپ کو کیا مرض ہے......؟'' انہوں نے جرح کی۔

''ہنہ...... ہاں ......نہیں......'' ماہیا کی وجہ سے وہ گڑبڑا گئی۔ ماہیا کچھ پریشان سی ہو گئی۔

''تو پھر کیا پروگرام ہے......؟'' انہوں نے گہری نگاہ پہلے ماہیا پر ڈالی اور پھر نیلوفر کو دیکھا۔

''میں اپنے گھر میں، اپنے بیٹے کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں، جب تک ہوں۔''

نیلوفر کی دوٹوک بات سن کر ماہیا زلزلے کی زد میں آ گئی۔

''کک...... کیا بات ہے آپی ......کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ......؟''

''ماہیا! میں بالکل ٹھیک ہوں ......تم ڈاکٹر صاحب سے کہہ کر مزید دوائیں لکھوا لو، لیکن میں ہسپتال جانا نہیں چاہتی۔'' اس نے صاف انکار کر دیا۔

ماہیا چند لمحے دیکھتی رہ گئی اور پھر مُردہ قدموں سے باہر نکل آئی۔ چند لمحوں بعد

پیچھے سے احسن نے پکارا تو وہ رک گئی۔

''جی......!''

''آؤ، مجھے تمہاری اُداسی شیئر کرنی چاہئے۔'' انہوں نے کہا اور ٹی وی لاؤنج میں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

''احسن بھائی! نیلو آپی کیسی باتیں کر رہی ہیں ...... میں سخت پریشان ہوں۔''

''نیلوفر کو بالکل ایسی ہی باتیں کرنی چاہئیں ...... کیونکہ حقیقت یہی ہے کہ نیلوفر کی زندگی کم ہوتی جا رہی ہے۔'' انہوں نے بھاری لہجے میں کہا تو وہ حیران نظروں سے دیکھتی رہ گئی۔

''احسن بھائی! یہ آپ کہہ رہے ہیں ......نیلو آپی کو ہسپتال کی کتنی ضرورت ہے، یہ جانتے ہوئے بھی۔'' وہ ڈرتے ڈرتے بولی۔

''ماہیا! میں نے آپ کے ساتھ اچھی سی باتیں کرنے کے لئے موڈ بنایا ہے۔'' وہ حسبِ معمول سنجیدگی سے بولے۔

''جی ...... لیکن نیلو آپی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور ایسا لگتا ہے کہ وہ اپنے بارے میں سب کچھ جان گئی ہیں۔''

''ہاں ......وہ سب کچھ جانتی ہیں اور انہیں بہادری سے اس حقیقت کو قبول کرنا چاہئے۔'' انہوں نے گہری براؤن چمک دار آنکھوں سے اسے ایک ٹک گھورتے ہوئے کہا۔

''کیسے ...... کیسے جان لیا انہوں نے؟''

''ماہیا! بہت نڈر ہوتی جا رہی ہو ...... رات گئے باہر گھومتی پھرتی ہو، سوال جواب کرنے لگی ہو ...... امجد کی وجہ سے خاصی تبدیلی آئی ہے آپ میں......'' انہوں نے اس کے دل کی دھڑکنیں اپنی مٹھی میں بند کر لیں۔

وہ بری طرح بوکھلا گئی۔

''وہ میں......'' اس سے آگے وہ ایک لفظ نہ کہہ سکی تو وہ مسکرائے۔

''ماہیا! میں نے نیلوفر کو خود اس کی بیماری کے متعلق بتایا ہے تاکہ وہ حقیقت کا سامنا کر سکے۔''

"کیا...... کیا احسن بھائی! آپ نے اتنا بڑا ظلم کر دیا...... میری آپی تو اندر ہی اندر مرتی جا رہی ہیں...... کیوں کیا آپ نے ایسا...... انہیں حقیقت کی نہیں، حوصلے کی ضرورت تھی...... آپ نے ان کا حوصلہ توڑ دیا...... تبھی وہ ایسی مایوس کن باتیں کرنے لگی ہیں۔ میں نے تو آپ کو منع کیا تھا۔" وہ زار و قطار رونے لگی۔

اس کی حالت غیر ہونے لگی تو وہ کافی نرمی سے بولے۔

"کم آن! یہ بچگانہ حرکت بند کرو...... ایسا کچھ نہیں ہوا...... میرا خیال ہے میں آپ سے بڑا ہوں، مجھے آپ کے مشورے کی ضرورت نہیں ہے۔"

وہ شرمندہ سی ہو گئی...... لیکن بے یقین نظروں سے دیکھتے ہوئے وہ سسکیاں لیتی رہی...... اسے سخت حیرت کا سامنا تھا۔

"اب اسی بات پر عمل کرنا کہ نیلوفر کو کچھ معلوم نہیں۔ ایک دوسرے کے سامنے ڈرامہ کرنا ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ آپ کو نیلوفر سے بہت محبت ہے۔" انہوں نے دھواں فضا میں چھوڑا۔

"احسن بھائی! نیلو آپی کس قدر دکھی ہوں گی......"

"اس بحث کو اب جانے دو اور یہ بتاؤ کہ کہیں باہر چل کر لنچ کریں......؟"

وہ چونکی۔

"نہیں...... نہیں...... میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" وہ حیران پریشان سی کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ماہیا! ان سے پوچھو کہ اسجد کے لئے کیا فیصلہ کیا ہے......؟" اسی لمحے نیلوفر نے آ کر کہا تو ماہیا نے لپک کر اسے سہارا دیا۔ صوفے پر بٹھایا۔ احسن پوری طرح پُرسکون تھے۔

"ایک بات تو بتاؤ نیلو بیگم!"

"جی......!"

"ماہیا کو اس گھر سے بھیج کر خوش رہو گی......؟"

"کیا مطلب......؟"

"میرا مطلب ہے کہ ماہیا سے آپ کو بڑی محبت ہے۔ اس محبت کو گھر

رخصت کرنے کی جلدی کیا ہے......؟" انہوں نے مذاق میں بات ٹال دی۔

"محبتیں پاس یا دُور کی محتاج نہیں ہوتیں۔" اس نے بہت سنجیدگی سے جواب دیا۔

"خیر...... اسجد میں ایسی کوئی خوبی نہیں ہے کہ میں اس کے حق میں فیصلہ کروں۔"

"کیا مطلب......؟"

"مطلب صاف واضح ہے کہ اسجد سے بہتر بھی تو کوئی امیدوار ہو سکتا ہے۔" انہوں نے کہا

"احسن! اسجد بہت اچھا لڑکا ہے۔"

"تو پھر آپ ہی فیصلہ کر لیں...... مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"احسن! آپ اس خوشی کی بات کو اس طرح کیوں برے انداز میں لے رہے ہیں؟"

"بیگم صاحبہ! مناسب یہی ہے کہ آپ اپنے درد کرتے ذہن پر بوجھ نہ ڈالیں۔" وہ یکسر ٹالنے والے موڈ میں بولے...... ماہیا سخت کوفت محسوس کر رہی تھی، جھجکتے ہوئے اجازت طلب کی اور باہر نکل گئی۔

"احسن! چچی اماں نے بیٹا جان کر آپ کو یہ ذمہ داری سونپی ہے، آج نہیں تو کل آپ نے انہیں اپنے فیصلے سے آگاہ کرنا ہے۔"

"نیلو بیگم! پلیز آپ چپ کر جائیں۔ میں ابھی کسی فیصلے پر نہیں پہنچنا چاہتا، سمجھیں آپ......؟" وہ ایک دم چیخ اٹھے۔

"پلیز احسن! ایسا برتاؤ کیوں کر رہے ہیں آپ؟...... اسجد بہت اچھا لڑکا ہے۔ ماہیا کو بہت خوش رکھے گا۔" نیلوفر نے بھی گویا دل میں ٹھان لی تھی کہ احسن سے فیصلہ کروا کر دم لے گی۔

"بہت جلدی ہے تمہیں میرا فیصلہ سننے کی......" انہوں نے شعلہ بار نگاہوں سے گھورا۔

"مجھے نہیں، چچی اماں کو، اسجد کی ماما کو، نازش کو۔" وہ لرز سی گئی۔

"اچھا...... فی الحال اتنا سن لو کہ ہمیں امجد سے بہتر رشتہ مل جائے گا...... انہیں جواب دے دیں، معذرت کر لیں ...... اور ہاں! آپ صرف اپنی فکر کریں، ماہیا کی فکر چھوڑ دیں۔"

وہ ٹھہر ٹھہر کر نجانے کیا کہہ گئے۔ نیلوفر سکتے میں آ گئی۔

+++

اماں کی گود میں سر رکھے وہ خاموش بیٹھی تھی۔

بالکل خاموش......

کسی دُور کی وادی میں گم ...... کھوئی ہوئی......

تبھی تو اماں کے تین مرتبہ پکارنے پر بھی وہ ان کی طرف متوجہ نہیں ہوئی۔ بالآخر ہوم ورک کرتے دانیال نے پنسل کی نوک اس کی کلائی پر چبھوئی تو وہ چونکی۔

"اوں، ہنہ...... دانی کے بچے!"

"ماہیا آنٹی! یہ بے ایمانی ہوتی ہے ...... ابھی میں خود بچہ ہوں، آپ میرے بچے نجانے کہاں سے لے آتی ہیں۔"

"واقعی، میرا دانی تو خود ابھی ماما کا پیارا سا بچہ ہے......" نیلوفر میں نجانے کہاں سے اتنی ہمت آ گئی کہ وہ کڑک دار آواز میں بولی اور دونوں بازوؤں میں دانیال کو بھر لیا۔

"اللہ نظر بد سے بچائے......" اماں نے دعا دی۔

"ویسے نجانے کس کی نظر لگ گئی ہے ہمارے گھر کو ...... نیلو آپی اپنی من مانی کرتی ہیں، ہسپتال نہیں جاتیں۔ احسن بھائی اپنی مرضی کرتے ہیں۔" ماہیا کھوئی کھوئی سی بولی۔

"ایسا کیا ہو گیا ہے چندا ...... نیلو سر درد کے لئے ہسپتال کیوں داخل ہو؟" اماں نے سادگی سے کہا۔

"یہی تو میں آپ کو سمجھا نہیں سکتی۔" وہ بے بسی سے بولی۔

"چچی اماں! آپ احسن سے انکار کی وجہ تو پوچھیں ...... بلکہ آپ اپنی مرضی سے فیصلہ کریں۔" نیلوفر نے کہا۔

"میری جان! احسن ہمارا بیٹا ہے ...... اس کے فیصلے کو میں کیسے رد کر دوں؟ دھیرے دھیرے پوچھ سکتی ہوں، مگر دیا ہوا حق نہیں لے سکتی۔"

"چچی اماں! یہ احسن کی ہٹ دھرمی ہے، بلاوجہ کی ضد ہے۔ امجد، ماہیا کو پسند کرتا ہے۔"

"دانی بیٹا! بوا سے کہو کہ چائے بنا کر لائیں......" اماں نے دانستہ دانیال کو باہر بھیج دیا۔

"میری جان! تم ایسا کیوں سمجھتی ہو کہ مجھے ماہیا کی خوشی نہیں چاہئے؟ لیکن فی الحال بحث نہیں کی جا سکتی ...... انہیں ابھی انکار نہیں کرتے۔ احسن سے میں خود بات کروں گی۔ ابھی تو اس نے تم سے انکار کیا ہے۔"

"اوہو، آپی! آپ کو کیا جلدی ہے؟ مجھے کوئی پریشانی نہیں ہے۔ میں آپ کو فکرمند نہیں دیکھ سکتی ...... آپ ٹھیک ہو جائیں، پھر دیکھی جائے گی۔" ماہیا نے اٹھ کر نیلوفر کا سر اپنی گود میں رکھتے ہوئے کہا۔

"ماہیا! بھروسہ اپنے اوپر کرو، اپنی محبت پر کرو۔ احسن کا رویہ ٹھیک نہیں ہے۔"

"خیر ...... خیر آپ فکر نہ کریں ...... بس ڈاکٹر صاحب کے پاس چلیں۔" ماہیا نے محبت سے اس کی پیشانی چوم کر کہا۔

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑنے والا۔ تم بضد ہو تو میں چلی جاؤں گی ...... لیکن اپنے لئے خود فیصلہ کرو۔" وہ بضد تھی۔

"اوکے ...... اوکے! اطمینان رکھیں ...... ویسے کوئی حتمی بات ہو گی تو احسن بھائی، اماں سے ضرور بات کریں گے۔"

"انہوں نے انکار کر دیا ہے کہ امجد کے گھر والوں سے معذرت کر لیں۔" نیلوفر نے مزید زور دے کر بتایا۔ ایک دم ہی ماہیا کا چہرہ مرجھا گیا مگر مصنوعی مسکراہٹ سجا کر بولی۔

"آپ نے اپنے نروس پر طاری کر لیا ہے ...... ایسا کچھ نہیں ہوا۔ مجھے کوئی پریشانی نہیں ہے، کوئی جلدی نہیں ہے۔ بس آپ اس معمولی سی بات کو ذہن سے نکال دیں اور ٹھیک ہو جائیں۔"

"ماہیا ٹھیک کہہ رہی ہے نیلو! احسن بہتر ہی سوچیں گے۔ تم خود کو پریشان نہ کرو۔" اماں نے بھی تسلی دے ڈالی تو وہ بے بسی سے سانس بھر کے رہ گئی۔

کہنے کو تو اس نے بڑی ہمت اور بہادری سے نیلوفر کو مطمئن کر دیا تھا۔ مگر دل ہی دل میں خوف زدہ سی تھی۔

'احسن بھائی کا انکار بھلا اقرار میں بدلنا ہوتا تو وہ یوں سختی سے انکار کیوں کرتے......؟ انہیں اسجد میں کیا خرابی دکھائی دے رہی ہے؟'

اپنے کمرے میں ٹہلتے ٹہلتے وہ خود سے سوال جواب کر رہی تھی ...... کوئی سرا ہاتھ نہیں آ رہا تھا۔ ایک طرف نیلو آپی ہر روز زندگی سے دور ہوتی جا رہی تھیں، دوسری طرف احسن بھائی انہیں ہر طرح کا دکھ دینے پر تلے ہوئے تھے ...... احسن بھائی کی سفاکی پر وہ دُکھی تھی ...... دوسرا اسجد کی محبت بھی تو دل میں جڑ پکڑ گئی تھی۔ اسے کیسے اکھاڑ پھینکا جائے گا ...... اسجد کی شدید محبت اگر مایوسی میں بدل گئی تو کیا وہ جی پائے گا......؟ سوچتے سوچتے اس نے سر تھام لیا۔

"چندا بٹیا!" بوا نے کمرے میں داخل ہو کر لائٹ آن کی تو اس کی آنکھیں چندھیا سی گئیں۔

"بوا! بند رہنے دیں ...... روشنی اچھی نہیں لگتی۔" وہ اُداسی سے بولی اور دونوں آنکھوں پر ہاتھ رکھ لئے۔

"واہ! ہماری شہزادی تو خود چودھویں کے چاند کی روشنی ہے ...... یہ مصنوعی روشنی تو ویسے ہی جلا لی ہے۔" بوا نے کافی کا بھاپ اُڑاتا مگ میز پر رکھتے ہوئے کہا ...... وہ فوراً ان سے لپٹ گئی ...... وہ اسے بازوؤں میں لئے ہوئے صوفے پر بیٹھ گئیں۔

"کیا بات ہے...... ہماری گڑیا اُداس ہے......؟" بوا نے اس کے اُداس چہرے پر سے بال ہٹاتے ہوئے پوچھا۔

"بوا! سب کچھ تبدیل ہو رہا ہے ...... کتنی عجیب سی اُداسی ہے چاروں طرف ...... سب چپ چاپ ہیں ...... اندر ایک قلعے میں بند۔ باہر سے کوئی نہیں آ سکتا ...... باہر کوئی نہیں جا سکتا۔"

بوا کو صاف محسوس ہوا کہ ماہیا کا حوصلہ پست ہو رہا ہے۔

"ایسا تو کچھ نہیں ہوا۔"

"آپ نہیں سمجھ سکتیں بوا! نیلو آپی کتنی تکلیف میں ہیں ...... اور اسجد کا راستہ احسن بھائی نے بند کر دیا ہے ...... میں ان دونوں سے محبت کرتی ہوں، ان کے بنا کیسے جی پاؤں گی......؟" وہ سسکیاں لینے لگی۔

"ارے، ہمارا کلیجہ پھٹ جائے گا میری چندا! نہ رو ...... نیلوفر کے سر کا درد ٹھیک ہو جائے گا۔ اتنی سی بات پر پریشان ہو اور اسجد کے لئے رو رہی ہو...... کیا تم چاہتی ہو کہ اسجد کے لئے ہاں کر دی جائے......؟" انہوں نے شریر انداز میں پوچھا۔

"احسن بھائی کبھی ہاں نہیں کہیں گے۔"

"ارے کیوں نہیں کہیں گے ...... ہم آج ہی انہیں کہہ دیں گے کہ ہماری ماہیا، اسجد سے ہی بیاہ کرنا چاہتی ہے اور......"

"آہستہ بوا...... کہیں احسن بھائی نے سن لیا تو......" وہ سہم سی گئی۔

"تو بتا دینا کہ تمہیں اسجد اچھا لگتا ہے ...... سچ بتاؤ کہ واقعی تم اسجد کو چاہتی ہو......؟" بوا نے دُلار سے پوچھا۔

"ہاں ......لیکن بوا! میں نیلو آپی کو بھی اتنا ہی چاہتی ہوں ...... میں نہیں چاہتی کہ میری وجہ سے نیلو آپی اور احسن بھائی میں کوئی اختلاف ہو۔ وہ مزید بیمار ہو جائیں گی۔ اس لئے قسمت پر چھوڑنا ہے کہ نجانے کیا ہو......؟"

"اللہ بہتری کرے گا ......تم فکر نہ کرو۔ فی الحال وقت اور حالات دیکھتے ہیں، پھر کوئی بات کریں گے۔" بوا نے سوچتے ہوئے کہا۔

"بس دعا کرو بوا کہ نیلو آپی ٹھیک ہو جائیں۔" اس نے صدقِ دل سے دعا کی۔

"انشاء اللہ۔ اب اٹھو اور کافی پیئو، ٹھنڈی ہو گئی ہے۔ میں کمرے کی کھڑکیاں بند کرتی ہوں۔ باہر کتنی سردی ہے۔ تم اپنی بالکل پرواہ نہیں کرتیں۔"

"بوا! نہیں معلوم آج کل دل کتنا پریشان ہے......؟ اسجد بہت ڈسٹرب ہو جائے گا۔" کافی کا مگ ہونٹوں سے لگاتے ہوئے وہ بولی۔

"اسے کچھ مت بتانا ...... اور خدا نہ کرے کہ کوئی پریشانی ہو ...... ابھی وہ آئے بھی تو اسے کچھ مت کہنا ...... گپ شپ لگانا۔"

بوا نے ہدایت کی تو اسے ڈھیر ساری ڈھارس ملی۔ وہ کچھ پُرسکون ہو کر کافی کا مزہ لینے لگی۔ بوا نے کھڑکیاں بند کرنے کے بعد پردے برابر کئے اور کمرے کی ٹھنڈک کم کرنے کے لئے ہیٹر آن کر دیا۔ اسے کچھ پُرسکون دیکھ کر وہ کمرے سے باہر چلی گئیں۔

+++

"مسز احسن! آپ خوش رہا کریں ...... اور ہسپتال میں داخل ہونے میں کیا قباحت ہے......؟"

ڈاکٹر احسان نے انتہائی نرمی اور اپنائیت سے کہا تو وہ خالی خالی نگاہوں سے صرف دیکھ کر رہ گئی۔

"ڈاکٹر صاحب! انہیں کوئی اعتراض نہیں، لیکن......"

"لیکن میں اپنے بیٹے کو دور نہیں کر سکتی۔" ماہیا کی بات کاٹ کر وہ جلدی سے بولی۔

"کتنا بڑا ہے آپ کا بیٹا......؟"

"او لیول کر رہا ہے......" ممتا کے احساس سے اس کی آنکھیں جگمگا اٹھیں۔

"پھر تو وہ ماشاء اللہ سمجھ دار ہے۔" ڈاکٹر احسان مسکرائے۔

"کہاں سمجھ دار ہے ...... وہ تو بہت تنہا ہے۔ اور مزید ہو جائے گا۔"

"مسز احسن! آپ مثبت سوچ رکھیں، ایسا کیوں سوچتی ہیں؟"

"ڈاکٹر صاحب! دراصل تکلیف میں اضافہ ہو رہا ہے، کمی نہیں۔ اس لئے کچھ موڈ خراب ہے۔" ماہیا نے کہا۔

"مگر ان کے لئے موڈ اچھا رکھنا، خوش رہنا ضروری ہے۔ مرض کی کمی بھی اس بات میں ہے کہ یہ اچھے ماحول میں رہیں۔"

"ڈاکٹر صاحب! میں بہت خوش ہوں ...... کچھ چیزیں قسمت کا لکھا ہوتی ہیں ...... اس لئے مجھے کیا فکر......؟"

"گڈ......! میرے خیال کے مطابق تو آپ کو ہسپتال میں داخل ہونے سے کچھ افاقہ محسوس ہوتا۔"

"آپ اصرار نہ کریں، بس دواؤں میں کچھ تبدیلی کرنا چاہیں تو کر دیں۔"

"اوکے ...... یہ کچھ نئی میڈیسن آپ لے لیں ...... اور اللہ بہتر کرے گا۔"

ڈاکٹر احسان نے نسخہ ماہیا کی طرف بڑھا دیا۔

"آپی! آپ چل کر گاڑی میں بیٹھیں، میں ایک منٹ میں آتی ہوں۔" ماہیا نے ڈاکٹر صاحب سے علیحدگی میں کچھ بات کرنے کی وجہ سے کہا۔

نیلوفر بنا کچھ استفسار کئے باہر چلی گئی۔

"جی مس......!" ڈاکٹر احسان نے پوچھا۔

"ڈاکٹر صاحب! المیہ یہ ہے کہ آپی کو اپنی بیماری کے بارے میں سب کچھ پتہ چل چکا ہے ...... اب وہ صرف ہم پر یہ ظاہر کر رہی ہیں کہ انہیں کچھ نہیں پتہ۔ درحقیقت ہمارا بھرم رکھ رہی ہیں ...... اور اس صورت حال میں کس قدر ذہنی اذیت اور کرب سے وہ دوچار ہیں، یہ آپ نے بھی محسوس کیا ہوگا...... انجان رکھتے ہوئے ہم جو ان کی بہتری کے اقدام کر رہے ہیں وہ سب زیرو ہو گئے ہیں۔" ماہیا نے کرب ناک انداز میں بتایا۔

"اوہ! ...... یہ تو بہت برا ہوا۔ لیکن انہیں کیسے پتہ چلا......؟"

"ان کے شوہر نے ہی انہیں بتایا ہے۔"

"ویری سیڈ ...... یہ تو بہت برا کیا انہوں نے۔ انہیں تو بہت ذمہ داری کا ثبوت دینا چاہئے تھا۔ کیا کوئی گھریلو وجہ ہے؟"

"نہیں معلوم۔ بس ایک عجیب سی ٹھنڈک ہے ان کے رشتے میں۔ پہلے ہم آپی کا وہم خیال کرتے تھے، مگر اب ایسا لگتا ہے کہ ان دونوں کے درمیان وہم نہیں، یقین کی حد تک کوئی دوری ہے۔"

"یہ تو اچھی بات نہیں ہے مسز احسن کے لئے ...... اب ہم کیا کر سکتے ہیں اس کے سوا کہ اس جھوٹ کو نبھائیں۔ وہ ہمارے ساتھ ایکٹنگ کر رہی ہیں اور ہمیں ان کے ساتھ کرنی ہے۔ تاہم انہیں مثبت پہلوؤں پر سوچنے کی دعوت دیں۔ آپ اچھا

ماحول دیں، سمجھائیں۔ ویسے ہمیں ذہنی طور پر تیار رہنا ہے کہ کسی بھی وقت کچھ بھی ہوسکتا ہے۔'' ڈاکٹر احسان نے انتہائی ہمدردی سے اپنی بات مکمل کی۔

''اگر یہ ہسپتال میں داخل ہونے پر راضی ہو جائیں تو بہتر ہو جائے۔''

''نہیں مس! بہت بہتر نتیجہ کسی شکل میں ممکن نہیں اور اس صورت میں کہ جب مریض اپنے اندر مایوسی اُتار لے تو کچھ بھی نہیں ہوسکتا ...... وہ اپنے بیٹے کو بہت قریب رکھنا چاہتی ہیں ...... ہمیں ان کی اس خواہش کا احترام کرنا چاہیے۔''

''ٹھیک ہے ڈاکٹر صاحب! میں پوری کوشش کروں گی کہ وہ خوش رہیں۔''

''اللہ بہتر کرے۔''

''شکریہ ڈاکٹر صاحب!'' ماہیا نے کہا اور تیز قدموں سے باہر نکل آئی۔

نیلوفر گاڑی سے ٹیک لگائے نجانے کیا سوچ رہی تھی۔

''ارے آپ کھڑی کیوں ہیں......؟''

''ہنہ ...... بس ویسے ہی ......'' وہ چونک کر بولی اور اس کے فرنٹ ڈور کھولنے پر اندر بیٹھ گئی۔

''آج نازش آپی کی طرف چلیں......؟''

''کیوں......؟'' وہ بے خیالی میں بولی۔

''کیوں سے کیا مطلب ہے؟ ...... بڑے دن ہو گئے ہیں، آپ ان کی طرف نہیں گئیں۔'' گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے وہ بولی۔

''یہ تو ٹھیک ہے ...... لیکن جاتے ہی وہ سب احسن کا جواب مانگیں گے تو؟''

''ہنہ! یہ بات تو ٹھیک ہے۔ لیکن میں سنبھال لوں گی، آپ فکر نہ کریں۔'' وہ بولی۔

''دیکھ لو، احسن کی وجہ سے کسی کا دل نہ دُکھے۔''

''ارے ایسا کچھ نہیں ہے ...... اگر آپ نہیں جانا چاہتیں تو نہیں جاتے۔'' وہ فوراً اس کی خوشی کی خاطر بولی۔

''گھر چلو ...... دانی سکول سے آ گیا ہوگا۔''

''آپی! ضروری تو نہیں کہ انسان صرف ایک شخص کی وجہ سے اُداس رہنے لگے

...... اِردگرد اور بھی تو پیارے پیارے رشتے ہوتے ہیں، ان کی خاطر بھی خوش رہنا چاہیے۔''

''مجھے کہہ رہی ہو......؟'' وہ قطعی انجان بن گئی۔

''جی ...... اور چاہتی ہوں کہ آپ خوش رہیں۔''

''ماہیا! کبھی کبھی میں سوچتی ہوں کہ اگر شادی کے بعد میں احسن کے ساتھ کہیں دور جا کر رہتی تو کیا اب تک زندہ رہتی......؟''

''کم آن آپی! اب اتنی بری سوچ تو نہ رکھیں احسن بھائی کے لئے۔''

''میں سچ کہہ رہی ہوں ماہیا! آپ لوگ ہیں جنہوں نے مجھے زندہ رکھا۔ شاید دانی بھی دنیا میں نہ آتا۔''

''کتنی عجیب باتیں سوچتی ہیں آپ......'' ماہیا نے کچھ کچھ اس کی بات کا یقین کرنے کے بعد بھی ٹال مٹول سے کام لیا۔

''حیرت تو یہ ہے کہ مرد کی اس سفا کی کا کوئی دوسرا یقین ہی نہیں کر سکتا۔'' وہ دُکھ سے بولی۔

''آپی! ہر مرد یقیناً مختلف ہے۔ اس کی محبت بھی مختلف ہو گی۔ احسن بھائی کے پیار کو آپ ان کا انداز سمجھ کر قبول کریں۔''

''جانتی ہو، وہ مجھے بیوی ہونے کا حق بھی خیرات میں دیتے ہیں ...... وہ ایک لمحہ بھی میرے قریب آ کر احسان جتلاتے ہیں۔'' نیلوفر نے اذیت ناک لہجے میں کہا۔

''سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ ایسا کیوں کرتے ہیں ...... کیا کہیں اور......؟'' ایک ناخوشگوار سی سوچ اس کے لبوں پر دم توڑ گئی۔

''کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ لیکن کچھ ہے ضرور۔''

''تو آپ پوچھ لیں۔''

''وہ اتنے بے حس ہیں کہ اگر کوئی ایسی بات ہوئی تو فوراً بتا دیں گے۔''

''ہاں ...... یہ تو ہے ...... پھر آپ بھی ان کی پرواہ چھوڑ دیں۔ خوش رہیں ...... دانیال ہے۔ ہم ہیں۔'' ماہیا نے بایاں ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے پیار

سے کہا۔

"یہ بیماری نہ ہوتی تو میں قیدی نہ بنتی۔ ہنستی بولتی، آتی جاتی۔ مگر کیا کروں ......کبھی کبھی تو دانیال پر بھی غصہ آنے لگتا ہے۔"

"خیر، آپ بھی بہت کمزور دل کی ہیں، چھوٹی سی بات پر پریشان ہو جاتی ہیں۔ اب ایسا کرتے ہیں کہ اچھی سی آئس کریم کھاتے ہیں۔"

ماہیا نے آئس کریم شاپ کے سامنے گاڑی روک دی۔

کھانے کی میز پر کھانا لگ چکا تھا......

مگر افرادِ خانہ میں سے کوئی بھی ڈائننگ ٹیبل پر نہیں پہنچا تھا۔

تمکین ہمیشہ خود زبیدہ اور خانساماں کی مدد سے کھانا لگواتی تھی ......آج وہ بھی کچن میں نہیں تھی۔

"بیگم صاحبہ! کھانا لگ گیا ہے......آ جائیں۔" رانی نے آ کر بیگم ادریس سے کہا تو انہوں نے مژگاں پر ایک نظر ڈالی ...... وہ ان کے بیڈ پر مزے سے سو رہی تھی۔ جبکہ عروشہ قالین پر بیٹھی اپنی گڑیا سے کھیل رہی تھی۔

"رانی! تم یہاں مژگاں کے پاس بیٹھو ...... یہ اکیلی جاگ گئی تو رونے لگے گی۔"

"جی بیگم صاحبہ......" رانی نے مختصراً کہا۔

"عروشہ جان! آؤ مل کر کھانا کھائیں۔"

"او کے......" عروشہ جھٹ اٹھ کر ان کے ساتھ چل دی۔

ڈائننگ ہال میں پہنچ کر انہوں نے حیرت سے خالی کرسیاں دیکھیں اور زبیدہ سے پوچھا۔

"زبیدہ! باقی سب لوگ کہاں ہیں......؟"

"جی نازش بی بی اور بڑے صاحب تو ماہیا بی بی کی طرف گئے ہیں ...... زین بابا سوئے ہوئے ہیں۔ امجد صاحب ابھی گھر آئے نہیں ......اور وہ......"

"وہ کیا......؟"

"تمکین بی بی...... اور چھوٹے صاحب ...... کمرے میں ہیں۔" وہ اٹک اٹک

کر بولی۔

''تو بھی کھانے کے لئے بلاؤ انہیں......''

''دروازہ بند ہے اور اندر سے چھوٹے صاحب کی غصے سے بھری آواز آ رہی ہے...... تمکین بی بی شاید رو رہی ہیں......''

''کیا......؟'' وہ شدید حیرت سے بولیں۔

''اچھا ٹھیک ہے، تم عروشہ کو کھانا کھلاؤ، ہمیں بھی بھوک نہیں ہے۔'' وہ انتہائی رنجیدہ سی ہو کر واپس اپنے کمرے کی طرف چلی گئیں۔

کچھ دیر وہ مشتعل انداز میں خود سے لڑتی رہیں اور پھر مشہد کے کمرے کی طرف چل دیں۔

اندر سے واقعی آوازیں آ رہی تھیں...... وہ کمرے کی کھڑکی سے لگ گئیں۔

''میرے جذبات کا تو کبھی آپ خیال کرتے ہی نہیں۔''

''بہت خوب...... میرے کمرے میں موجود ہو اور ابھی میں خیال رکھتا ہی نہیں۔'' وہ طنزیہ ہنسا۔

''تو میں آپ کے کمرے سے بھی نکل جاؤں کیا......؟''

''کاش...... یہ میرے اختیار میں ہوتا۔''

''آپ دوہری شخصیت کے مالک ہیں...... لوگوں میں مجھ سے محبت جتانے والے، لیکن تنہائی میں ہزار نفرتوں کا اظہار کرتے ہیں آپ۔''

''میں نے کبھی چھچھورے مردوں کی طرح آپ سے لوگوں کے سامنے محبت نہیں جھاڑی۔ مجھے بیویوں کو ماڈل بنا کر پیش کرنے اور پھر قہقہے لگانے والے مردوں سے سخت چڑ ہے...... اور تمکین بیگم! مجھے آپ سے نفرت بھی نہیں ہے، میں صرف آپ کو اپنی بیوی سمجھتا ہوں اور اپنی بیوی پر اپنا ہی اختیار رکھنا چاہتا ہوں۔'' وہ ایک ایک لفظ چبا کر بولا۔

''بیوی تو کسی دیوار کا نام ہے، کسی مشینی چیز کا نام ہے، اس کے پاس پسند، ناپسند، آرزو، خواہش کچھ نہیں ہوتی ہے...... بے حس ہوتی ہے۔'' وہ تقریباً چیخ اٹھی۔

''میرے ہاں تو بیوی ایسی ہی ہو سکتی ہے...... میں ان بیویوں کی بات نہیں کر رہا جو آزادانہ اپنے حقوق کا ناجائز استعمال کر رہی ہیں۔''

''میں آپ سے الجھنا نہیں چاہتی۔''

''تو ٹھیک ہے...... پھر میرے معاملات میں ٹانگ مت اڑاؤ۔''

''آپ شوق سے جائیں...... میری اوقات ہی کیا ہے......؟'' تمکین رو دی۔

''آپ بھی ساتھ چلیں...... مگر میری مرضی کے مطابق رہنا ہوگا۔ یہ رونا نہیں رونا کہ میں تو ہوٹل کے کمرے میں ہی ٹھیک ہوں...... اور منہ پھلا پھلا کر نہ دکھانا۔'' وہ سپاٹ لہجے میں بولا۔

''مجھے نہیں جانا...... میں اپنے حصے کی تنہائی یہیں کاٹ لوں گی۔''

''اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ آپ کو میری مرضی سے نہیں رہنا۔'' اس نے انتہائی نوکیلے لہجے میں پوچھا۔

''مجھے تو آپ کسی طرح بھی جینے نہیں دیتے...... میں مر ہی جاؤں تو اچھا ہے۔'' وہ سسکیاں لینے لگی۔

''سچ کہا ہے کسی نے کہ عورت ناقص العقل ہے...... دوسروں کا اثر جلد قبول کر لیتی ہے۔ اسی لئے میں اس ماہیا سے چڑتا ہوں، حُسن کا کچھ زیادہ ہی ایڈوانٹیج لیتی ہے وہ۔'' وہ تلخی سے بولا۔

''ہنہ! نجانے آپ کو کیا مسئلہ ہے......؟''

''مجھے معلوم ہے اس کا مسئلہ......'' اسی لمحے بیگم ادریس کمرے میں جھٹکے سے داخل ہوتے ہوئے بولیں۔

''ماما! پلیز......'' اس نے سنجیدگی سے روکنا چاہا۔

''مشہد! تم تمکین سے خوش نہیں...... ٹھیک ہے، تم اپنے اور اس کے درمیان فاصلہ پیدا کر لو...... اسے ہماری بھول سمجھ کر ہمیں لوٹا دو۔ جہاں چاہو جاؤ...... اپنی زندگی میں جسے لانا چاہو لاؤ، بس ہماری تمکین اور مژگاں ہمارے حوالے کر دو۔'' وہ شدید غصے میں بولتی چلی گئیں۔

مشہد کو جھٹکا لگا...... تمکین سسکتی ہوئی ان کے بازوؤں میں سما گئی۔

"ماما! یہ میری بیوی ہے ...... میں اسے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں ...... میں صرف دو ماہ کے لئے جا رہا ہوں ...... سب دوستوں کا پروگرام ہے۔" وہ وضاحتیں دینے لگا۔

"ہمیں کچھ نہیں سننا...... تمکین کہیں نہیں جائے گی۔ تم جاؤ ...... بس اس قصے کو ختم کرو۔" وہ دوٹوک لہجے میں کہہ کر تمکین کو لئے کمرے سے باہر نکل گئیں۔

+++

پورے ماحول پر عجیب سی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

سب کے چہروں پر اضطراب تھا ...... سب کی آنکھیں ایک دوسرے سے سوال کر رہی تھیں۔

بیگم ادریس کے چہرے پر جلال اور تناؤ دونوں ساتھ ساتھ تھے ...... پہلی مرتبہ انہیں اس روپ میں دیکھ کر سب پر پریشانی طاری تھی۔ ہمیشہ نرم نرم، محبت بھری مسکان سب پر نچھاور کرنے والی ماما اس وقت اپنے اندر جنگ لڑ رہی تھیں۔

احمد علی اٹھ کر ان کے بیڈ کے کنارے پر آ بیٹھے ...... ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر محبت سے چوما۔ نازش بھی ان کے دوسری طرف بیٹھ گئی۔ انہوں نے ان دونوں کو دیکھا اور پھر بولیں۔

"احمد! ہم سے غلط فیصلہ ہو گیا تھا ...... اس کی سزا بہت کاٹ لی ہے، میں نے بھی اور تمکین نے بھی۔"

"ماما! اب کیا ہوا ہے......؟" ان کے بولنے پر احمد کو جسارت کا حوصلہ ملا۔

"وہی سب کچھ پرانا۔ وہ تمکین کو مار ڈالے گا۔ اس لئے میں تمکین کی رہائی چاہتی ہوں۔"

"نہیں ماما! اس طرح نہ سوچیں، بات بتائیں پلیز۔" احمد علی نے جلدی سے کہا۔

"وہ دو ماہ کے لئے کینیڈا جا رہا ہے تمکین نے ساتھ چلنے کی بات کی تو وہی جلی کٹی سنا ڈالیں کہ میری مرضی کے مطابق رہنا ہوگا ...... یہ ہوگا، وہ ہوگا ...... گویا اس کی کنیز ہے تمکین۔" وہ بات کرتے کرتے چلا اُٹھیں۔

"تو تمکین ضرور ساتھ جائے اور وہاں اپنی من مانی کرے۔" احمد علی نے کہا۔

"ہنہ ...... وہ یہاں اسے معاف نہیں کرتا، وہاں تو مار ہی ڈالے گا ...... اسے تمکین سے چڑ ہے، وہ اسے اپنے قابل نہیں سمجھتا ...... اس لئے سات پردوں میں لپیٹ کر وہ اپنی تسکین کی خاطر دوسروں سے چھپانا چاہتا ہے ...... نفسیاتی مریض ہے۔" وہ بولیں۔

"ماما! اس کے لئے تمکین کو بھی قدم اٹھانا چاہئے ...... وہ ہمت کرے اور شدید بغاوت کا ردِعمل ظاہر کرے ...... اس کی پرواہ کرنی چھوڑ دے ...... چند دن امجد کی وجہ سے اس میں تبدیلی آئی تھی، پھر مشہد کے حصار میں قید ہو گئی۔" احمد علی نے کہا۔

"وہ کیا کرے؟ ...... ہر کام تو اس کی مرضی سے کرنا پڑتا ہے۔ ملنے جلنے کہیں لے جاتا ہے تو وہاں بھی سکارف میں یا برقعے میں لپٹی چپ چاپ گھر آ جاتی ہے۔ یہی بلند و بانگ، کھوکھلے قہقہے لگاتا ہے۔ بلکہ سارے دوستوں کو اپنے کٹر مرد ہونے پر اکڑ اکڑ کر دکھاتا ہے ...... ان سب کو بھی لیکچر دیتا ہے۔" بیگم ادریس شدید غصے میں بولیں۔

"ماما! ہم جانتے ہیں۔ لیکن اس کا بہتر حل یہ ہے کہ تمکین اس کی مرضی نہ مانے، اپنی مرضی پر چلے ...... میرا مطلب ہے ایک حد میں رہتے ہوئے اپنی شخصیت کا اظہار کرے۔ اس کو نظر انداز کرے۔"

"اس سے کچھ نہیں ہوگا۔"

"ماما! لیکن انتہائی قدم تو نہیں اٹھا سکتے۔" نازش نے دھیرے سے کہا۔

"یہ انتہائی قدم ضروری ہو گیا ہے۔"

"ایسا کرتے ہیں کہ کچھ دن کے لئے آپ تمکین اور مژگاں کو لے کر کہیں چلی جائیں۔ دور ہونے پر شاید مشہد محسوس کرے۔" احمد علی نے کہا۔

"وہ تو کل صبح کی فلائٹ سے جا رہا ہے۔"

"ٹھیک ہے ...... اس کے واپس آنے سے تین چار روز پہلے میں آپ کے جانے کا بندوبست کر دیتا ہوں ...... آپ دوبئی آنٹی سیما کی طرف چلی جائیں اور

جب مشہد بلائے تو آئیں ورنہ نہیں۔"

"وہ کیوں بلائے گا......؟"

"ماما! وہ ضرور بلائے گا۔ اس لئے کہ وہ لوگوں کی نظر میں بہت اچھا، بیوی سے محبت کرنے والا شوہر ہے...... بزدل ہے۔ لوگوں کی باتوں کا سامنا نہیں کر سکے گا۔ مژگاں سے بہت محبت کرتا ہے۔ اس کے بنا پاگل ہو جائے گا۔" نازش نے کہا۔

"ہنہ...... وہ کسی سے محبت نہیں کر سکتا۔ دو ماہ کے لئے جا رہا ہے۔ مژگاں کے بغیر رہے گا وہاں۔" ماما طنزیہ بولیں۔

"بہرحال وہ جب واپس آئے تو آپ دونوں جا چکی ہوں۔"

"ایسا بھی کر کے دیکھ لیتے ہیں...... ورنہ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں تمکین کی زندگی مزید خراب نہیں ہونے دوں گی۔"

"ٹھیک ہے...... آپ فی الحال تحمل سے کام لیں اور اٹھیں، کھانا کھائیں۔ تمکین کو بھی کھلائیں۔ وہ نجانے کب سے رو رو کر ہلکان ہو رہی ہے۔" احمد علی نے کہا۔

"نازش! اسے یہیں بلاؤ اور زبیدہ سے کہو کہ کھانا لے آئے۔"

"جی ماما!" نازش نے کہا اور سلیپر پاؤں میں ڈال کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

+++

"ماہیا بٹیا! کوئی آپ کو ملنے آیا ہے......" بوا نے اس کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

وہ واش روم میں چینج کر رہی تھی۔

"کون ہے بوا......؟" اس نے اندر سے ہی پوچھا۔

"پتہ نہیں...... شاید پہلے بھی آیا ہے۔ خود ہی آ کر دیکھ لو۔ میں نیلوفر کی طرف جا رہی ہوں، وہیں آ جانا۔"

"اچھا...... لیکن مہمان کو کہاں بٹھایا ہے......؟"

"ڈرائنگ روم میں بٹھا دیا ہے۔"

"انہیں ٹھنڈا گرم پوچھیں اور میرے آنے تک ان کے پاس رکیں۔"

"اچھا...... ذرا جلدی آ جاؤ، تمہیں احسن میاں کے جلال کا تو پتہ ہی ہے۔" بوا نے کہا اور کھٹ سے دروازہ بند کر کے باہر نکل گئیں۔

وہ تولیے سے منہ صاف کر کے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے آ گئی...... تیزی سے بال برش کئے اور دوپٹہ گلے میں ڈال کر ڈرائنگ روم کی طرف آ گئی۔ اس نے جھٹکے سے دروازہ کھول کر اندر قدم رکھے اور ٹھٹھک گئی...... مگر بوا کی موجودگی میں اس نے ضبط سے کام لیا۔

"بوا! آپ جائیے۔" اس نے کہا تو بوا فوراً چلی گئیں۔

"آپ کو یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی......؟" وہ ابرو چڑھا کر بولی۔

"ماہیا جی! پیاسے کو کنوئیں کی ضرورت تو پڑتی ہے...... لیکن بڑے افسوس کی بات ہے، اخلاقاً ہی سہی، آنے والے کو بیٹھنے کو کہتے ہیں۔"

"دیکھئے، آپ کی میرے ساتھ کوئی بے تکلفی نہیں ہے...... آپ دانیال کے کلاس فیلو کے چچا ہیں اور بس۔" وہ انتہائی درشت لہجے میں بولی۔

"جی نہیں، میرا آپ سے ایک اور تعلق بھی بن چکا ہے جسے آپ یوں مسترد نہیں کر سکتیں مجھے غور سے دیکھیں، کیا خرابی ہے مجھ میں......؟"

وہ پُروقار چال چلتا ہوا اس کے مقابل آ کھڑا ہوا...... پرفیوم کی تیز مہک اس کے نتھنوں میں گھس گئی۔

"دیکھئے شہریار! بات یہ نہیں ہے۔ آپ بہت اچھے ہیں۔ لیکن مجھے آپ یہ سب کیوں بتا رہے ہیں؟...... میں آپ کو کسی خوش فہمی میں نہیں رکھ سکتی۔" وہ رخ موڑ کر بولی۔

"کیا میں وجہ پوچھ سکتا ہوں......؟" وہ پھر سامنے آ گیا۔

"وجہ...... وجہ کوئی بھی ہو، آپ پلیز میرا پیچھا چھوڑ دیں۔" وہ ہکلائی۔

"ماہیا جی! اتنی آسانی سے آپ نے یہ کہہ دیا ہے، مگر میں اسے آسانی سے نہیں مان سکتا...... میں آپ سے شدید محبت کرتا ہوں۔" وہ پُرعزم آہنی لہجے میں بولا۔

"کیا محبت، محبت کی رٹ لگا رکھی ہے...... کوئی حقیقت نہیں ہے اس کی......

بہت سی مجبوریاں اس نام نہاد محبت کے گلے میں پھندا بن کر جھول جاتی ہیں ...... آپ افسانوی دنیا سے نکل کر حقیقت کی دنیا میں آئیں۔'' وہ شدید غصے میں جھلا اٹھی۔

''میں اب بھی واپس لوٹنے والا نہیں۔'' وہ سنجیدگی سے بولا۔

''اُف ...... آپ پلیز جائیں۔ میرے بہنوئی نے دیکھ لیا تو وہ شاید پسند نہ کریں۔'' وہ سخت ناگواری سے بولی۔

''مجھے ڈر نہیں لگتا ...... میں آپ کو شدت سے چاہتا ہوں۔''

''آپ پاگل ہیں بس۔''

''یونہی سہی ...... میں اپنے فادر اور بھائی کو رشتے کے لئے بھیجوں گا۔''

''واٹ......؟'' وہ چلا اٹھی۔

''گڈ بائے......'' وہ بولا۔

''دیکھئے مسٹر شہریار! آپ غلط سوچ رہے ہیں ...... دراصل میرا......''

''کچھ نہیں۔ یا قسمت یا نصیب۔'' وہ اٹل لہجے میں کہتا ہوا لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا اس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

وہ حیران پریشان سی اپنی جگہ کھڑی رہ گئی ...... دل چاہا کہ بھاگ کر اس سرپھرے کا پیچھا کرے اور چیخ چیخ کر بتائے کہ ''ایک تم ہی میرے دیوانے نہیں ہو، تم سے کہیں زیادہ مجھ سے محبت کرنے والا شخص موجود ہے، وہ مجھے ٹوٹ کر چاہتا ہے اور میں بھی صرف اسے ہی چاہتی ہوں، صرف اسجد کو۔''

وہ وفورِ محبت میں تقریباً چلا اٹھی ......مگر کندھے پر سخت ہاتھ کے دباؤ سے جیسے پتھر کی ہو گئی۔

''ماہیا! کسے بتا رہی تھیں......؟''

اپنے بالکل قریب پُر تفتیش نگاہوں سے گھورتے احسن بھائی کو دیکھ کر اس کی جان حلق میں اٹک گئی۔

''ج...... ج...... جی...... وہ میں......''

''اچھی ایکٹنگ کر لیتی ہو......'' وہ گھور کر بولے۔

''جی ...... میں تو ...... آپ بیٹھیں، میں کافی لاتی ہوں۔'' وہ حواس باختہ سی نجانے کیا کیا کہہ بیٹھی۔ وہ محظوظ ہوئے مگر چھپا گئے۔

''ماہیا! یہ کھانے کا وقت ہے ...... میں میز سے اٹھ کر آپ کو بلانے آیا ہوں اور وہ......''

''وہ کون احسن بھائی......؟'' وہ جلدی سے بولی۔

''وہ دانیال بضد ہے کہ ماما کے ساتھ کھانا کھائے گا۔''

''تو نیلو آپی کو کھلائیں۔''

''وہ تو کچھ درد محسوس کر رہی ہیں ...... خالہ بھی تو ماما کی طرح ہوتی ہے ......کم آن!'' وہ تیکھی نگاہوں سے سر تا پیر اس کا جائزہ لیتے ہوئے بولے۔

''آپ چلیں ...... میں آتی ہوں۔'' اس نے پیشانی پر سے پسینہ پونچھا۔

''ماہیا! آ جایئے گا ضرور۔ اور ہاں، کسی کو خوش فہمی میں نہیں رکھنا چاہئے۔'' وہ جھک کر بولے ...... وہ مزید بوکھلا گئی۔

''میں سمجھی نہیں۔''

''کچھ نہیں ...... خیر آؤ، سب انتظار کر رہے ہوں گے۔'' وہ کہہ کر باہر نکل گئے اور وہ شدید غصے میں خود کو کوسنے لگی ...... کس مشکل میں آ پھنسی تھی ......سب کچھ بکھرا بکھرا سا تھا، کس کو کہاں رکھے؟ یہ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا!

''اسجد! ہمارا کیا ہو گا......؟'' اس نے پریشان ہو کر اسجد کو ہی پکارا۔

+++

''ماما! آپ کیا سوچ رہی ہیں......؟'' اسجد نے بیگم ادریس کو کسی گہری فکر میں غلطاں دیکھ کر پیار سے پوچھا۔

''آں ...... یہی کہ ماہیا کی طرف سے جواب کیوں نہیں آ رہا...... اچھا ہوتا کہ مشہد کی غیر موجودگی میں کوئی رسم ہو جاتی۔''

''ارے ماما! مشہد بھائی کے بغیر کیسے ممکن ہے؟''

''وہ کوئی رخنہ ضرور ڈالے گا ......کبھی یہ رشتہ پسند نہیں کرے گا ...... میں اس کی ماں ہوں، اچھی طرح اسے پہچانتی ہوں۔''

"ماما! ان کا غصہ عارضی ہوگا ...... آپ فکر نہ کریں۔"

"خیر، تم اس بات کو چھوڑو ...... خود ہی ماہیا سے جاننے کی کوشش کرو۔ مشہد کے آنے سے پہلے میں، تمکین اور مژگاں دوبئی چلے جائیں گے۔"

"ماما! اس کی ضرورت نہیں رہے گی ...... سب ٹھیک ہو جائے گا۔ آپ قطعاً پریشان نہ ہوں۔"

"او کے! لیکن ماہیا کے گھر سے خاموشی مجھے پریشان کر رہی ہے۔"

"دراصل وہ لوگ نیلو آپی کی بیماری کی وجہ سے پریشان ہیں۔ جیسے ہی ان کی طبیعت سنبھلے گی، جواب آئے گا۔"

"ماہیا سے ملتے جلتے تو رہا کرو۔"

"جی، ضرور......"

"بلکہ آج مجھے لے چلو ...... میں نیلوفر کی طبیعت پوچھنے کی وجہ سے چلی جاتی ہوں۔"

"تو آپ نازش بھابی کے ہمراہ چلیں ...... وہ شاید جانے کے لئے تیار ہو رہی ہیں۔"

"ٹھیک ہے ...... نازش کو پابند کرو کہ مجھے ساتھ لے کر جائے۔"

"میں کہتا ہوں۔ آپ تیار ہو جائیں۔" اسجد نے کہا اور خود ان کے کمرے سے نکل کر نازش بھابی کو کہتا ہوا اپنے کمرے میں آ گیا۔

کافی دن ہو گئے تھے اس سے ملے ہوئے ...... دل مچلا تو اس کا نمبر ڈائل کر لیا۔ کتنے دن بیت گئے تھے اسے دیکھے ہوئے، اس سے بات کئے ہوئے۔

"ہیلو......"

"ہیلو......"

"کیا حال ہے......؟"

"ٹھیک ہوں ...... تم سناؤ......" اس نے دھیرے سے کہا۔

"کیا مجھ سے بات کرنے کو بھی دل نہیں چاہتا؟"

"پتہ نہیں ...... کچھ پتہ نہیں......" وہ اُلجھی اُلجھی سی بولی۔

"کیا بات ہے ماہیا؟" اس نے کچھ فکرمندی سے پوچھا۔

"کچھ نہیں ...... بس ویسے ہی۔"

"نیلو آپی کیسی ہیں......؟"

"بس لمحہ بہ لمحہ دور ہوتی جا رہی ہیں۔"

"تم بہت پریشان لگ رہی ہو۔"

"پریشانی کی بات تو ہے۔"

"نازش بھابی اور ماما کچھ دیر میں پہنچنے والی ہوں گی ...... آج ماما کو مطمئن کر کے بھیجنا۔"

"اسجد! احسن بھائی گھر میں ہیں ...... میں انہی کی طرف ہوں، دیکھیں وہ کیا کہتے ہیں۔"

"تو اپنی ماما سے کہو کہ وہ خود کوئی فیصلہ کریں۔" اس نے رائے دی۔

"اماں...... اماں تو احسن بھائی کی کوئی بات نہیں ٹال سکتیں۔ وہ اماں کے لئے بہت کچھ ہیں۔"

"تو تم احسن بھائی سے بات کرو کہ ہم ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔"

"توبہ کریں اسجد! احسن بھائی سے ایسی بات میں کہوں......"

"کیوں، کیا کھا جائیں گے وہ؟...... اتنے اچھے انسان ہیں، کافی نہیں تو تھوڑا سا جانتا ہوں انہیں۔"

"جتنا تم جانتے ہو، اس حد تک تو وہ ایسے ہی ہیں۔ لیکن آگے انہیں میں بھی نہیں جانتی۔"

"تم کہو تو میں بات کر لوں ...... کیونکہ میں تم بن اک پل نہیں گزار سکتا۔"

"جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ...... اس طرح اور بات بگڑ سکتی ہے۔"

"ماہیا! بہرحال اب اس مسئلے کا حل نکالو، میں تھک گیا ہوں۔"

"اسجد! پلیز، میں سخت پریشان ہوں۔ تم میری پریشانی میں اضافہ نہ کرو۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"خود سوچو کہ تمہاری محبت میرے لئے کیا ہے......؟"

"بار بار بتانے کی ضرورت ہے کیا؟"

"اچھا...... ملاقات ہوسکتی ہے آج رات؟"

"نہیں ...... کیونکہ احسن بھائی شاید کہیں باہر نہیں جائیں گے۔"

"سوواٹ ......تم مجھے ملنے نہیں آسکتیں؟" وہ جھلا گیا۔

"اسجد! فار گاڈ سیک ...... بگڑا نہ کرو۔"

"تو پھر رات کا کھانا میرے ساتھ باہر کھاؤ گی۔"

"وعدہ نہیں، کوشش۔ دراصل......"

"کچھ نہیں ...... میں ٹھیک آٹھ بجے پک کرلوں گا۔ بائے۔" یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔

وہ اپنی جگہ پر ساکت کھڑی موبائل کو گھورنے لگی۔

"کیا بات ہے ماہیا؟" نیلوفر نے واش روم سے نکلتے ہوئے پوچھا...... وہ اسی کے کمرے میں تھی۔

"آپی! اسجد کا فون تھا۔ کہتا ہے رات کا کھانا میرے ساتھ کھاؤ۔ آٹھ بجے پک کرنے آئے گا۔" وہ پریشان سی بولی۔

"تو اس میں پریشانی کی بات کیا ہے؟"

"پریشانی کی بات ہے، احسن بھائی......"

"احسن بھائی کو چھوڑو، تمہاری زندگی فالتو اور بے کار نہیں ہے ...... لوگوں کی پرواہ اور فکر میں اسے کیوں ضائع کرتی ہو......؟" نیلوفر کنپٹی سہلاتی ہوئی بیڈ پر بیٹھ گئی۔

"ابھی نازش آپی اور ان کی ساس آ رہی ہیں ...... نجانے احسن بھائی کیا جواب دیں......؟"

"میں احسن سے بات کرتی ہوں۔ لیکن تم مضبوط بنو۔ خود احسن کو کہہ دو۔ ڈرنے کی کیا بات ہے؟"

"اچھا، اچھا ...... آپ ٹینشن نہ لیں ...... آرام سے لیٹیں۔" اس کی تکلیف محسوس کر کے وہ جلدی سے اس کے پاس آگئی۔

"ایسا کرو کہ تم احسن کو میرے پاس بھیجو۔"

"وہ کھانا کھا کر اپنے کمرے میں گئے ہیں ......شاید آرام کر رہے ہیں۔"

"اچھا، میں خود وہاں جا کر بات کرتی ہوں۔" وہ اٹھتے ہوئے بولی۔

"میرا دل پریشان ہے۔ نجانے کیوں......؟" وہ گھبرائی گھبرائی سی بولی۔

"کچھ بھی ہے، اسجد میں کوئی خرابی نہیں ہے ...... پھر احسن کیوں بضد ہیں کہ رشتہ نہیں کرنا؟" وہ کچھ غصے سے بولی۔

"خیر، آپ آرام سے بات کیجئے گا۔"

"ہاں! میں دوٹوک بات کروں گی۔"

"پھر میں جاتی ہوں ...... انہیں وہیں بٹھاؤں گی۔"

"نازش اور آنٹی کو......؟" اس نے پوچھا۔

"جی......"

"ٹھیک ہے ...... مجھے اطلاع کر دینا، میں آ جاؤں گی۔"

"او کے!"

"تم نے اسجد کے ساتھ رات کھانا کھانے جانا ہے......" ایک تحکم سا تھا نیلوفر کے لہجے میں۔ وہ اس کے خلوص پر مسکرا کر اس سے لپٹ گئی۔

+++

"آپ یہ کباب ضرور ٹیسٹ کریں ...... ہماری بوا کے ہاتھ کے بنے ہوئے ہیں۔"

"شکریہ بیگم سلیم الزماں! میں نے لیا ہے ...... واقعی بہت مزے کے ہیں۔ اور یہ گاجر کا حلوہ بھی انتہائی لذیذ ہے۔ کیوں نازش......؟" بیگم ادریس نے بہو سے کہا۔

"جی ماما! سب کچھ بوا ہی کی نگرانی میں بنتا ہے...۔" نازش نے چائے کی چسکی لیتے ہوئے کہا۔

"بوا بھی نیلوفر کی وجہ سے اتنی دلچسپی نہیں لے رہیں جتنی وہ لیتی ہیں......نیلوفر کی بگڑتی صحت نے ہمیں سخت پریشان کر رکھا ہے۔" بیگم سلیم الزماں ایک دم ہی

افسردہ سی ہو گئیں۔

"اللہ بہتر کرے...... آج اس کی طبیعت ہی پوچھنے ہم آئے ہیں۔"

"بس طبیعت سنبھلنے میں نہیں آ رہی ...... پیلی پڑ گئی ہے بچی۔ سر کا درد موا جانے کا نام نہیں لیتا۔" بیگم سلیم الزماں نے کہا۔

"ہمیں اندازہ ہے کہ آپ نیلوفر کی وجہ سے پریشان ہیں۔ اسی لئے ہم ماہیا کے لئے چپ کر کے بیٹھے ہیں......" بیگم ادریس نے بڑے قرینے سے اصل مدعا بیان کر دیا۔

"آپ درست کہہ رہی ہیں۔ دراصل احسن کو میں پریشان نہیں کرنا چاہتی۔"

"آپ اطمینان رکھیں۔ ہماری ماہیا آپ ہی کی ہے۔" بوا نے دلار سے ماہیا کو گلے سے لپٹاتے ہوئے کہا۔

"اللہ آپ کی زبان مبارک کرے......" بیگم ادریس نے مسکرا کر کہا۔

"بس آپ دعا کریں، میری نیلو ٹھیک ہو جائے ...... اور یہ سب خوشیاں اس کے ہنستے مسکراتے پوری ہوں۔" بیگم سلیم الزماں نے عروشہ کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا۔ وہ نانو کی گود میں بیٹھی بسکٹ کھا رہی تھی۔ جبکہ زین نے تو آتے ہی دانیال کے کمرے کا رخ کیا تھا۔

"کیا نیلوفر سو رہی ہے......؟" نازش نے پوچھا۔

"شاید ...... میں دیکھتی ہوں۔"

"ماہیا، میری جان! اگر وہ سو رہی ہو تو جگانا نہیں ...... ہم کچھ دیر میں وہیں آ جائیں گے۔"

"جی اماں!" اس نے بیگم سلیم الزماں کو جواب میں کہا اور ٹی وی لاؤنج سے باہر آ کر کوریڈور میں کھڑی ہو گئی ...... اسے تو نیلو آپی کا یہیں انتظار کرنا تھا کیونکہ وہ احسن بھائی سے دوٹوک جواب لینے گئی تھیں۔

"یا اللہ! میں کس مشکل میں آ پھنسی ہوں ...... کیا کروں......؟" وہ نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبائے ٹہلنے لگی۔ نیلوفر کا کہیں دور دور تک پتہ نہیں تھا ...... آخر کو اسی نے اس طرف قدم اٹھائے۔ دھیرے دھیرے دبے قدموں سے وہ بالکل احسن

بھائی کے کمرے کے قریب پہنچ گئی۔ دروازہ بند تھا۔ کمرے کی کھڑکی کھلی تھی، جس پر بھاری پردہ پڑا تھا...... وہ نہ چاہتے ہوئے بھی ایک طرف کھڑی ہو گئی۔

"نیلو بیگم! عورت مرد کی محبت کے معاملے میں بہت چوکنا ہوتی ہے ...... لمحے بھر میں پہچان لیتی ہے۔ تم کیسی عورت ہو......؟" احسن نے نظریں ترچھی کر کے نیلوفر کی طرف طنزیہ جملہ پھینکا۔

"ہاں ...... لیکن عورت پھر بھی آنکھیں بند کر لیتی ہے۔" حد درجہ یاسیت تھی نیلوفر کے لہجے میں۔

"کیوں؟ ...... کیوں کر لیتی ہے آنکھیں بند ...... کہیں محبت کا وہ چہرہ نہ دیکھ لے جو اس کا نہیں ہوتا۔" وہ تمسخرانہ انداز میں مدمقابل آ گئے۔

"شاید۔" وہ شکست خوردہ سی صوفے پر ٹک گئی۔

"لیکن میرا خیال ہے کہ اسے دیکھنا چاہئے ...... اچھی طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنا چاہئے...... کیونکہ اسے وہ چہرہ قبول کرنا ہوتا ہے۔" انہوں نے بے رحمی سے چبا چبا کر جملہ مکمل کیا اور محظوظ ہونے کے لئے سگریٹ سلگا لی۔

"کوئی ہٹ دھرمی ہے یہ......؟" کچھ شرر زدہ انداز میں نیلوفر نے پوچھا۔

"نہیں ...... ہٹ دھرمی نہیں ہے، مجبوری ہے یہ۔" وہ تحمل سے بولے۔

"احسن! میرے لئے اگر یہی تم کہنا چاہتے ہو تو وہ چہرہ دیکھے بنا بھی اپنی قسمت پر آنسو بہاتی چلی آ رہی ہوں۔"

"نیلو بیگم! اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے، ہم انسان بے بس ہیں کسی سے ملتے ہیں؟ کسی کے اسیر ہوتے ہیں؟ کسی کے قریب ہوتے ہیں اور کسی سے دور ہوتے ہیں؟"

"بہرحال احسن! مجھ پر رحم کھائیں ...... میرے پاس کون سا وقت ہے؟"

"اسی لئے تو کہہ رہا ہوں کہ جلدی کیوں ہے تمہیں ماہیا کے رشتے کی؟" انہوں نے بھاری آواز میں پوچھا۔

"احسن! میں بھی تو اسی لئے کہہ رہی ہوں کہ ماہیا کی خوشی دیکھ کر مر جاؤں۔"

"ہو سکتا ہے ماہیا کی خوشی تمہارے لئے خوشی نہ ہو، میرا مطلب ہے انسان کو

کیا معلوم......؟''

''چچی اماں کو بہت بھروسہ ہے آپ پر ...... انہوں نے یہ فیصلہ آپ پر چھوڑا ہے تو اسے جلد از جلد کر ڈالیں۔''

''اسجد کے سلسلے میں تو میں جواب دے چکا ہوں ...... اب کوئی نئی بات ہے تو کرو۔'' سخت گیر لہجے میں انہوں نے کہا۔

''یہ آپ کا آخری فیصلہ ہے؟''

''نیلوفر! میرے جواب کا اندازہ آپ کبھی نہیں لگا سکتیں۔''

''جی ہاں ...... میں کوئی اندازہ لگا ہی نہیں سکی۔ سب کچھ ہار گئی ہوں۔'' اس نے مایوس کن لہجے میں ان کی تائید کی۔

''تو پھر چاہو تو میری آنکھوں میں وہ چہرہ بھی دیکھ لو۔''

''میرے اعتماد کا اتنا بھرم تو رہنے دیں ...... اپنی پارسائی کا اعتبار رہنے دیں۔''

''میں بہت صاف صاف بولتا ہوں ...... اگر تمہیں کہہ سکتا ہوں تو کسی اور سے بھی کہتے ہوئے ڈر نہیں لگتا۔''

''میری تو بات چھوڑیں، میں نے آپ کی رفاقت میں کیا پایا ہے؟ کیا کھویا ہے؟ یہ آپ نہ سمجھ سکتے ہیں اور نہ مجھے سمجھانے کی ضرورت ہے۔'' وہ یہ کہہ کر لڑکھڑاتے قدموں سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''بہت ناشکری ہو ...... جاؤ، جا کر سو جاؤ۔''

''احسن! آپ کا بس چلے تو آپ کب کا مجھے سلا دیں۔'' درد کی اتھاہ گہرائی سے اس کی آواز ابھری۔

''اتنا ظالم سمجھتی ہو......؟'' سوالیہ نظریں اس پر ڈال کر وہ بولے۔

''میں جو سمجھتی تھی وہ تو سب غلط نکلا۔''

''حالانکہ قربت کے ہر لمحے میں، میں نے شوہر کا کردار نبھایا ہے۔''

''صرف شوہر کا۔ جس کی آنکھوں میں کوئی اور چہرہ رہا اور دل میں کسی اور کی محبت رہی۔''

''محبت اور شوہر دو علیحدہ علیحدہ پراجیکٹ ہیں۔''

''خیر، مجھے کوئی گلہ نہیں......'' وہ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

+++

ماہیا چکراتے سر کے ساتھ دیوار سے پشت رگڑتے رگڑتے زمین پر بیٹھ گئی۔

ٹانگیں پھیلائے، پھٹی پھٹی آنکھوں کے ساتھ وہ شدید طوفانوں کی زد میں تھی۔

شدید زلزلہ کی زد میں تھی۔

اس کے چاروں اطراف بارودی سرنگیں یکے بعد دیگرے پھٹ رہی تھیں ...... آسمان سے میزائل برس رہے تھے ...... بلند و بالا عمارتیں منہ کے بل گر رہی تھیں ...... اور وہ سب کے درمیان جیسے حواس کھو چکی تھی ...... چیخنا چاہتی تھی مگر آواز کھو گئی تھی ...... رونا چاہتی تھی مگر آنکھیں خشک ہو گئی تھیں۔

اٹھ کر ان طوفانوں سے نکلنا چاہتی تھی مگر ٹانگیں ساتھ چھوڑ گئی تھیں ...... دیوار کے سائے میں قید ہو گئی۔

توقع اور خلافِ توقع میں شاید صدیوں کا فاصلہ ہے ...... شاید لمحہ کا بھی نہیں ہے ...... اگر توقع کی ہمراہی ہو تو چاہے بم پھوٹیں یا عمارتیں منہدم ہوں، کچھ بھی انسان کو مفلوج نہیں کرتا۔ بلکہ اس پر کسی قسم کا کوئی نشان، کوئی کھرونچ بھی نہیں آتی۔ اور اگر غلطی سے خلافِ توقع کچھ حقیقتیں کھل جائیں تو پھر یہی حال ہوتا ہے جو اس وقت ماہیا کا تھا۔ قلعی اُترنے کے بعد کھردری نقش و نگار والی بدنما دیوار رہ گئی تھی ...... احسن بھائی بالکل اسی دیوار کی طرح اس کی نظروں میں تھے اور یہی کیفیت اس کے لئے خلافِ توقع تھی۔ لمحے بھر کی جست نے اسے یقین کی کس منزل پر لا کھڑا کیا تھا۔

نجانے کتنا ڈھیر سارا وقت وہ اسی طرح بیٹھی رہتی اگر دانیال اور زین اس طرف نہ آ نکلتے۔ اسے یوں نیم پاگل بیٹھا دیکھ کر وہ دونوں سب کو بلا لائے ...... سب کے سب دیوانہ وار بھاگتے ہوئے آئے ...... یہاں تک کہ بیگم ادریس بھی سب کے ساتھ تھیں۔

بیگم سلیم الزماں اور بوا تو تقریباً روتی ہوئی پہنچیں ...... نیلوفر تو اس کو اس طرح دیوار سے لگی بیٹھی دیکھ کر خود پر قابو نہ رکھ سکی اور برآمدے کے ستون کا سہارا لے کر

خود کو سنبھالنے لگی۔

کچھ کچھ اسے بات کی حقیقت کا اندازہ ہو رہا تھا ...... یقین اور خوف کی دنیا میں وہ سرتا پیر کانپ رہی تھی۔ دانیال نے بھاگ کر ماں کو سہارا دیا۔ دانیال کو دیکھ کر نازش بھی اس کی طرف دوڑی۔ مگر اس نے ہاتھ کے اشارے سے اپنے ٹھیک ہونے کا یقین دلایا اور ماہیا کو اٹھانے کو کہا۔

وہ ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق کمرے میں تنہا سوتی رہی۔

ڈاکٹر صاحب نے تسلی دی تھی کہ پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ بس کوئی شاک لگا ہے، وقتی ہے۔ آرام کرنے دیں، ٹھیک ہو جائیں گی۔

بیگم سلیم الزماں تو جائے نماز پر بیٹھی دعائیں کر رہی تھیں ...... نازش یہیں رک گئی تھی ...... بیگم ادریس چلی گئی تھیں۔ ان کے ساتھ عروشہ اور زین کو بھی بھیج دیا تھا ...... وہ اس وقت ماہیا کے لئے سُوپ بنا رہی تھی۔ بوا بھی کچن میں تھیں ...... نیلوفر طبیعت کی خرابی کے باوجود دھیرے سے کمرے سے نکل آئی۔

دروازہ کھلنے پر اس نے گردن گھما کر دیکھا ...... کمرے میں اندھیرا تھا۔ نیلوفر نے آہستہ سے لائٹ آن کی تو وہ ایک دم اندھیرے سے روشنی میں آنے کی وجہ سے پلکیں جھپکانے لگی ......

نیلوفر سنبھل کر اس کے بیڈ پر بیٹھ گئی۔ اس کا سرد، نازک سا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بغور دیکھنے لگی ...... ماہیا کی آنکھوں سے پانی بہنے لگا، لب پھڑپھڑانے لگے ایک دم ہی وہ ہچکیاں لینے لگی۔

''نہیں ......نہیں ماہیا!'' اس نے تڑپ کر اس کی آنکھیں صاف کیں۔

وہ کچھ سنبھلی۔

''ماہیا! کہیں تم نے وہ چہرہ تو نہیں دیکھ لیا جو خوفزدہ ہو کر میں نے نہیں دیکھا؟'' وہ اس پر جھکتے ہوئے دھیرے سے بولی ...... وہ ساکت رہی۔

''اگر دیکھ بھی لیا ہے تو کیا فرق پڑتا ہے ...... یقیناً تم بھی میری طرح بے بس

وہ اب بھی پتھر کی مورت ہی بنی رہی۔

"ماہیا! حقیقت میں آ جاؤ......" اس نے نرمی سے کہا تو وہ تڑپ اٹھی۔

"آپ ......آپ ٹھیک تو ہیں......؟" اس نے پوچھا۔

"ہنہ...... ہاں، مجھے کیا ہونا ہے۔ پگلی کہیں کی۔" وہ دل رکھنے کو ہنسی۔

"آپ کتنی خوبصورت ہیں آپی......!" وہ دھیرے دھیرے بولی۔

"کہاں؟ ......عورت کا حسن تو مرد کی آنکھیں تولتی ہیں، پوری طرح، سر سے پیر تک گھور گھور کر، چھو چھو کر، ٹٹول ٹٹول کر اور موقع مل جائے تو بھنبھوڑ کر...... پھر بھی کوئی ضروری نہیں کہ وہ مرد کے امتحان میں پاس ہو جائے ...... کیونکہ مرد حسن پرست نہیں، موقع پرست ہوتا ہے۔ جہاں موقع ملے، دوسرا چہرہ اس کی نگاہوں میں پناہ لے لیتا ہے۔" وہ نجانے کہاں سے بول رہی تھی۔

"آپی! آپ نے دوا لی ہے؟ ...... اور دانیال کہاں ہے؟" اس نے جلدی سے موضوع بدلا۔

"مجھے خدشہ تھا کہ شاید تم نے وہ چہرہ دیکھ لیا ہے......" نیلوفر اپنی دنیا سے بڑبڑائی۔

"کون سا چہرہ ...... کیسا چہرہ......؟" وہ کچھ شرارت سے بولی۔

"تم نہیں جانتیں......؟" اس نے بے یقینی کی کیفیت میں دیکھا۔

"کیا......؟" وہ صاف انجان بن گئی۔

"شکر ہے......" وہ ایک دم جیسے سکون و قرار کی دنیا میں لوٹ آئی۔

"آپ وہم نہ کیا کریں۔ اور بالکل کچھ نہ سوچیں۔ ہم ہیں آپ کے ساتھ۔" عین اسی لمحے دروازہ کھلا اور احسن مخصوص پرفیوم کی تیز خوشبو کے ساتھ اندر آ گئے ...... انہوں نے سرخ گلابوں کا گلدستہ اس کے سرہانے رکھ دیا۔ وہ متحیر سی انہیں دیکھ رہی تھی اور چہرے پر پھیلا اضطراب بتا رہا تھا کہ وہ کوئی جنگ لڑ رہی ہے۔ دل چاہا کہ نفرت سے منہ موڑ لے، یا چیخ چیخ کر کمرے سے نکل جائے کہیں، یا پھر آنکھیں موند لے ......مگر نیلوفر کی پیاسی نگاہوں میں وحشت کے ساتھ دیکھ کر وہ نارمل ہو گئی۔

"بھئی یوں اچانک طبیعت خراب کیسے ہو گئی......؟" عجیب بے تکا سوال تھا۔

وہ چپ رہی۔

"بس بلڈ پریشر لو ہو گیا تھا......" نیلوفر نے کہا۔

"یہ تو بری بات ہے ...... کچھ کھایا پیا کرو......" وہ گہری نگاہ ڈالتے ہوئے بولے تو وہ نظریں چرا سی گئی۔

"احسن! کیوں بیچاری کو نروس کرتے ہیں آپ؟" نیلوفر جانتی تھی کہ احسن کے سامنے ماہیا ایک لفظ بھی نہیں بول سکتی۔ یہ آج کے دن کم از کم سچ نہیں تھا۔ آج تو ماہیا غصے اور نفرت سے بہت کچھ کہنا چاہتی تھی ...... چیخنا چلانا چاہتی تھی ...... پکار پکار کر کہنا چاہتی تھی کہ 'احسن بھائی آپ کس قدر بدنما ہیں ...... کتنی بدبودار شخصیت ہے آپ کی ...... کسی پرفیوم سے آپ کے وجود کی سڑانڈ ختم نہیں ہو سکتی ...... پھولوں جیسی نیلو آپی کو آپ نے دھوکا دیا ہے، اذیت دی ہے۔ کتنے سفاک اور بے رحم انسان ہیں آپ......'

یہ باتیں وہ سوچ کر رہ گئی ...... کیونکہ کہہ نہیں سکتی تھی، بے بس تھی۔ جان کر بھی انجان بننا مجبوری تھی ...... وہ اندر ہی اندر کھول کر رہ گئی۔ مگر لبوں پر خاموش تبسم سجا لیا۔

"اوکے ...... میں باہر جا رہا ہوں۔ رات شاید دیر ہو جائے۔" احسن بھائی کی یہ اطلاع نیلوفر کے لئے تھی۔

وہ چلے گئے اور نیلوفر اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"آپ کتنی اچھی ہیں آپی......؟" اس نے اس کا ہاتھ چوم لیا۔

"سب ہی بہت اچھے ہیں ......تم، چچی اماں، بوا، دانی اور احسن ...... سب بہت اچھے ہیں۔" پہلی بار اس نے احسن کے لئے تعریفی کلمہ استعمال کیا تھا۔

ماہیا دُکھ سے ہنس دی مگر بولی کچھ نہیں۔

+++

رات کے بارہ بج رہے تھے......

وہ جاگ رہی تھی۔ چھت کو گھور رہی تھی ...... کسی کل سکون اور قرار نہیں تھا۔

اچانک ہی کیسے دُکھ کے بادل چھا گئے تھے ...... اس نے سوچا بھی نہیں تھا کہ نیلوفر آپی کی زندگی اتنی کٹھن اور اذیت ناک ہے ...... رات دن جو وہ لمحہ لمحہ پگھل رہی ہیں ...... ان کے سر کا دردِ احسن بھائی کا عطا کردہ ہے۔

بظاہر ایک بہترین شخصیت دکھائی دینے والا انسان اندر سے کتنا بھیانک نکلا تھا ...... مرد کا یہ روپ تو اس نے پہلی مرتبہ دیکھا تھا۔ اتنا حسین، وجیہہ شخص اتنا بد صورت! سوچ کر بھی اسے جھرجھری سی آ گئی۔ اس کا نازک سا احساس کرچی کرچی ہو کر بکھر گیا تھا ...... یہ اتنا بڑا صدمہ وہ نازک سے وجود پر سہہ گئی تھی۔ کس کو بتاتی کہ مرد کی بے وفائی کیا ہوتی ہے؟ ...... یا مرد ہرجائی کیا ہوتا ہے؟ ...... اس نے تو نیلو آپی سے بھی پردہ رکھ لیا تھا۔ اماں سے، بوا سے، نازش آپی سے ...... یہاں تک کہ احمد بھائی نازش کو لینے آئے تو ان کے اصرار کے باوجود وہ صاف ٹال گئی ...... کیا کرتی، بتانے میں تو سراسر نقصان تھا۔ احسن بھائی کا کیا جاتا؟ ...... وہ تو بے باکی سے اسے بھی کہہ دیتے کہ ہاں، میں اپنی زندگی میں دوسری عورت کو جگہ دے چکا ہوں۔ ہم تو صرف بے بسی سے منہ دیکھتے رہ جائیں گے ...... خاموشی میں بھرم تو رہ جائے گا ...... کم از کم نیلو آپی کی زندگی کے جتنے بھی پل بچے ہیں وہ تو گزر جائیں گے ...... اس بات کا چرچا بے فائدہ ہو گا ...... ایک دوسرے سے چھپا کر رکھنے میں ہی عافیت تھی۔

اس نے کروٹ بدلی، پلکیں موندنے کی کوشش کی مگر بے سود۔ نیند تو جیسے آج کہیں اور چلی گئی تھی ...... کسی اور دیس میں، کسی دُور کے دیس میں ...... بے کلی کا عالم تھا۔ بستر کاٹنے لگا ...... بے وجہ ہی سلیپر پاؤں میں ڈالے اور کمرے سے باہر نکل آئی۔

موسم بدل رہا تھا۔ سردی میں کمی آ چکی تھی، سلیپنگ گاؤن میں ہی وہ باہر نکل آئی تھی ...... باہر کی کھلی فضا میں لمبے لمبے سانس بھر کے بہت سکون سا ملا ...... دھیرے سے لان میں اتری تو پھولوں کی ملی جلی مہک نے کچھ دیر کو سکون بخشا ......

اسی لمحے مین گیٹ پر گاڑی کی ہیڈ لائٹس پر اس کی نظر پڑی۔ چوکیدار گیٹ کھول چکا تھا ...... احسن کی مرسڈیز اندر داخل ہوئی۔ وہ پریشان ہو گئی۔ ڈھیر سارا

پسینہ چہرے پر پھوٹ نکلا۔ ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہونے لگے ...... جلدی جلدی قدم اٹھائے تو پیر من من کے ہو گئے ...... وہ چاہنے کے باوجود اپنی جگہ سے ہل نہ سکی ...... ساکت رہ گئی ...... انہوں نے بھی اسے دیکھ لیا تھا اس لئے اسی طرف آ گئے۔

وہ تھر تھر کانپنے لگی۔

''ماہیا! اتنی رات گئے یہاں......'' ان کا لہجہ نشے میں بھیگا بھیگا سا تھا۔

وہ ہکلائی، بوکھلائی اور بھاگی ...... اسے خوف آ رہا تھا احسن کی آنکھوں سے ...... ان کے حسین سراپے سے ...... وہ بھاگتی چلی گئی ...... احسن ہمیشہ کی بوکھلاہٹ سمجھ کر ہولے سے مسکرا دیئے۔

جب کہ وہ سرپٹ بھاگتی، راستے میں آتی ہر چیز سے ٹکراتی اپنے کمرے تک پہنچ گئی ...... کمرے میں گھس کر سختی سے دروازہ بند کر کے چٹخنی چڑھا لی ...... دھڑکنیں بے ترتیب تھیں۔ سانسوں میں طوفانوں کا شور تھا۔ لب پھڑ پھڑا رہے تھے ...... آنکھیں نمکین ہو گئی تھیں ...... وجہ تو صرف یہی تھی کہ اس نے احسن کا اصل چہرہ دیکھ لیا تھا ...... آج کا خوف ان کی بارعب شخصیت کا سحر نہیں تھا بلکہ آج کا سہم تو ناپسندیدگی اور بیزاری کا تھا ......

اسے نیلو آپی بہت مظلوم اور بے بس دکھائی دے رہی تھیں ...... ان کے سیندوری رنگ میں زردی گھل گئی تھی۔ ان کے نین کنول مرجھا گئے تھے ...... ان کے نرم و نازک ہونٹ خشک، ویران پتوں کی شکل میں ڈھل چکے تھے ...... محض ایک ایسے شخص کی وجہ سے جو ان کا اپنا ہو کر بھی اپنا نہ ہوا ...... انہیں زندگی سے موت کی وادی میں دھکیل کر خوش اور مطمئن گھومنے والا شخص کسی طور بھی انسان کہلانے کے قابل نہیں۔

وہ بستر پر گر کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

+++

فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔

اسجد نیند کی وادیوں سے بمشکل تمام واپس آیا۔

مدھم سی روشنی میں مُندی مُندی آنکھوں سے وال کلاک پر نگاہ کی تو اس وقت

کے فون کرنے پر کوفت ہوئی۔ مگر سی ایل آئی پر ماہیا کا نمبر دیکھ کر اسے جیسے کسی نے چٹکی کاٹ لی۔

''ہیلو سویٹ ہارٹ......!'' وہ لہجے کی خوشی چھپا نہ سکا۔

''سوری اسجد! میں نے تمہیں ڈسٹرب کیا۔'' دوسری طرف سے ماہیا کی اُداس آواز سنائی دی۔

''ارے، ارے...... سوری کس بات پر؟ کیا میرے بخت جاگنے پر بھی سوری کہو گی...... بھول کر مجھ سے ہم کلام ہوگئی ہو تو میری خوشی غارت نہ کرو۔''

''دراصل میں بہت اپ سیٹ تھی۔''

''میں آجاؤں......؟'' اس نے شرارت سے پوچھا۔

''ہش...... ابھی اس کی ضرورت نہیں۔'' وہ افسردگی کے باوجود مسکرا دی۔

''سچ بتاؤں، میں نیند میں کہاں تھا، کیا کر رہا تھا......؟'' وہ نشے سے چور لہجے میں بولا۔

''اسجد! میں سیریس ہوں......''

''کس میں جانم......؟'' وہ اور شوخ ہوگیا۔

''وہ...... وہ نیلو آپی......'' وہ کچھ کا کچھ کہہ گئی۔

''یار! ان کی تو ہم سب کو بہت فکر ہے...... ایسا کرو کہ انہیں ہسپتال میں داخل کرا دو۔''

''وہ نہیں مانتیں...... ویسے بھی اس سے کچھ فرق نہیں پڑے گا۔ وہ لمحہ بہ لمحہ ہم سے دور جا رہی ہیں......'' وہ سخت سنجیدہ ہوگئی۔

''ارے یہ تو پوچھا ہی نہیں کہ میں نیند میں کیا کر رہا تھا......؟''

''اسجد! میں خوف زدہ ہوں کہ نجانے کیا ہو جائے......؟''

''سب کچھ اچھا ہی ہوگا۔''

''اللہ کرے......''

''میں نے تمہیں باہوں میں لے رکھا تھا، تمہاری زلفوں میں منہ چھپا رکھا تھا، تمہارے کانوں میں میٹھی میٹھی سرگوشیاں کرنا اچھا لگ رہا تھا۔''

''اسجد...... اسجد! خدارا کم ڈائیلاگ مارا کرو......''

''یہی تو افسوس ہے کہ میری چاہت کو صرف ڈائیلاگ سمجھتی ہو...... اور نجانے کب تک سمجھتی رہو گی۔''

''جب تک شادی نہیں ہو جاتی۔'' وہ ہنسی۔

''اور شادی کب ہوگی......؟'' معصومیت سے پوچھا گیا۔

''پتہ نہیں کب......؟'' وہ اداس ہوگئی۔

''کہو تو ابھی بارات لے آؤں......؟''

''اسجد! خدا حافظ......'' وہ چلاّئی۔

''یار! تمہارے احسن بھائی نجانے کیوں ظالم سماج بنے ہوئے ہیں۔''

''چھوڑو ان کا ذکر......'' وہ چڑ کر بولی۔

''میں سوچ رہا ہوں کہ ان سے خود ہی مل لوں۔''

''فی الحال نہیں...... کیونکہ ہر قسم کی ٹینشن نیلو آپی تک آتی ہے۔''

''چلو، فی الحال چند روز نہیں ملتا۔''

''او کے، خدا حافظ......''

''خدا حافظ......'' اس نے کہا اور فون بند کر دیا۔

+++

احسن کے قدموں کی چاپ پر وہ سلائس پر جام لگاتے لگاتے رک گئی۔

وہ بالکل اس کے سامنے آکر بیٹھ گئے...... وہ پوری کی پوری ان کی نگاہوں کے فوکس میں تھی...... ان نگاہوں میں کچھ کچھ نرمی تھی، کچھ کچھ استفسار تھا...... کچھ سختی تھی اور کچھ توجہ تھی...... مگر وہ ایک لمحہ بھی ان کا سامنا نہیں کر سکتی تھی...... کرسی کھینچ کر اٹھنا ہی چاہتی تھی کہ وہ آملیٹ اپنی پلیٹ میں ڈالتے ہوئے بولے۔

''کوئی حیات بیگ مجھے ملنا چاہتے ہیں...... نجانے کیوں......؟''

''کون حیات بیگ......؟'' اماں نے پوچھا۔

''یہی تو میں ماہیا سے پوچھ رہا ہوں......'' وہ سنجیدگی سے بولے۔ ماہیا تو خود انجان تھی اس لئے ہونقوں کی طرح منہ تکنے لگی...... اس کے چہرے پر پھیلی معصوم

سی حیرانی نے انہیں بھی مسکرانے پر مجبور کر دیا۔

''مم...... میں ...... میں تو نہیں جانتی......'' وہ ہکلائی۔

''احسن میاں! آپ انہی سے سب کچھ پوچھ لیتے۔'' اماں نے کہا۔

''بابا! حیات انکل، عاطف کے گرینڈ پا ہیں......'' ایک دم ہی دانیال نے کہا تو وہ چونکے۔ ماہیا کی حیرانی بوکھلاہٹ میں بدل گئی۔

''عاطف کے گرینڈ پا کو مجھ سے کیا کام ہے...... اور وہ ماہیا آنٹی کو کیسے جانتے ہیں......؟'' ان کا انداز پولیس آفیسر جیسا ہو گیا۔

''ایکسکیوز می، احسن بھائی! میں انہیں بالکل نہیں جانتی۔'' اس نے دھیرے سے کہا۔

''او کے ...... میں نے انہیں کیا جواب دینا ہے، میں اچھی طرح جانتا ہوں۔'' وہ انتہائی تحمل سے ناشتہ کرنے میں مصروف ہو گئے۔

''بابا! شہریار انکل نے اپنے پاپا کو ماہیا آنٹی کے بارے میں بتایا ہو گا......'' دانیال نے بھی قسم کھا رکھی تھی کہ سب کچھ بتا کے دم لے گا۔

ماہیا اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا کے رہ گئی۔

''او کے مائی سن! اب آپ جلدی کریں، ڈرائیور نے گاڑی نکال لی ہے۔'' انہوں نے دانیال کو سکول کے لئے اٹھنے کو کہا۔ وہ فوراً باہر نکل گیا۔

''احسن میاں! نیلوفر ابھی تک سو رہی ہے کیا......؟'' بوا نے آتے ہوئے پوچھا۔

''شاید...... رات ٹھیک سے نیند نہیں آئی ہو گی۔'' وہ بولے۔

''آپ کو یہ بھی یقین نہیں کہ نیلو آپی کو نیند آئی کہ نہیں......'' نجانے اتنی ہمت اس میں کہاں سے آ گئی کہ وہ پوچھ بیٹھی۔

انہوں نے زیر لب مسکرا کر اس کی جانب دیکھا اور پھر ایسے ٹال گئے جیسے بات کچھ بھی نہ ہو۔

''چچی اماں! میں نے ماہیا کے نام سے ایک فیکٹری کی منظوری حاصل کر لی ہے۔ اس سلسلے میں سارا پیپر ورک تیار ہو گیا ہے۔''

''جیتے رہو بیٹا! اللہ خوش رکھے۔''

ماہیا تلملا کر رہ گئی۔ 'جو دوسروں کو ناخوش رکھے وہ خود کیسے خوش رہ سکتا ہے؟' اس نے سوچا۔

''اللہ کرے کہ ماہیا کے فرض سے بھی ہم سبکدوش ہو جائیں۔''

''آپ فکر نہ کریں ...... میں اب چلتا ہوں ...... دیر ہو رہی ہے۔'' وہ اطمینان سے کہہ کر اٹھے اور سر تھوڑا سا چچی اماں کے سامنے جھکا دیا ...... انہوں نے دستِ شفقت سے نوازا تو وہ ڈائننگ روم سے باہر نکل گئے۔

''اماں! آپ احسن بھائی سے کچھ زیادہ ہی توقعات رکھتی ہیں ...... بعض اوقات انسان ایک بھی توقع پر پورا نہیں اترتا۔''

''کیسی اجنبیوں جیسی باتیں کرتی ہو بٹیا......؟''

''احسن میاں داماد نہیں، بیٹے ہیں اس گھر کے ...... دو گھروں میں تین بچیاں ہی تھیں ...... احسن نے تو بیٹے کی طرح ہر ذمہ داری نبھائی ہے۔'' بوا نے بھی احسن کی تعریف کی تو وہ سلگ اٹھی۔

''بس آپ لوگوں کی اس سادگی سے ہی تو سب کام خراب ہوتا ہے۔''

''ہیں ...... اللہ نہ کرے بھئی، کون سا کام ہماری وجہ سے خراب ہو گیا......؟'' اماں نے حیرت سے پوچھا۔

''کچھ نہیں اماں! آپ کو نیلو آپی کا دُکھ نظر نہیں آتا تو میں کیا بتاؤں......؟''

''اللہ خیر ...... نیلوفر کی بیماری اللہ کی طرف سے ہے ...... اس میں احسن میاں کا کیا دوش؟''

''یہی تو میں آپ کو نہیں بتا سکتی۔'' وہ اٹھ کر چلی گئی۔

''اللہ جانے میری پھول سی نیلوفر کو کیا ہو گیا ہے......؟''

''میرا تو دل کہتا ہے کہ اسے ہسپتال میں داخل کرا دیں۔'' بوا نے برتن سمیٹتے ہوئے کہا۔

''کچھ پتہ بھی تو چلے کہ ہوا کیا ہے؟'' اماں نے افسردگی سے کہا۔

''بس سر کا درد ہی تو ہے ...... کم بخت ایسا بچی کے ساتھ چپکا ہے کہ سرسوں کا

پھول بن گئی ہے۔'' بوا نے کہا۔

''لیکن ماہیا بھی نیلوفر کی طرح احسن کو ہی قصور وار کہنے لگی ہے۔'' اماں نے تعجب سے کہا۔

''ارے بس، ویسے ہی کہہ دیا ہے اس نے ...... کوئی بھی وجہ ہو سکتی ہے۔'' بوا یہ کہہ کر برتن اٹھائے کمرے سے باہر نکل گئیں۔

+++

کافی دیر سے مژگاں، بیگم ادریس کی گود میں کھیل رہی تھی ...... وہ اسے گدگداتیں تو وہ کھلکھلانے لگی ...... اس کے ہنسنے کی آواز باہر تک آ رہی تھی۔

تمکین نے مسکرا کر کمرے میں قدم رکھا تو بیگم ادریس نے اسے قریب بلا کر بٹھا لیا۔ پھر مژگاں کے ہنسنے کا تماشا دکھایا ...... وہ تینوں بہت خوش تھیں۔

عین اسی لمحے اسجد ہاتھ میں موبائل لئے آ گیا۔

''ماما! آپ کا فون ہے۔''

''کون ہے......؟'' انہوں نے پوچھا۔

''وکیل صاحب ہیں......''

''تو بیٹا! احمد سے بات کراؤ یا خود کرو۔ مجھے کیوں گھسیٹتے ہو......؟''

''ماما! وہ آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔''

''ہیلو...... جی کمال صاحب!''

''آداب بیگم صاحبہ......''

''آداب ...... کیسے ہیں آپ......؟''

''میں بالکل ٹھیک ہوں ...... زحمت کے لئے معذرت۔''

''نہیں نہیں، آپ فرمایئے۔ زحمت کیسی......؟''

''مشہد صاحب کے حکم کے مطابق حاضر ہونا چاہتا ہوں۔''

''لیکن مشہد تو ملک سے باہر گئے ہوئے ہیں۔''

''جی، جانتا ہوں ...... انہوں نے آپ سے ملنے کو کہا ہے۔ آپ اجازت دیں تو میں حاضر ہو جاؤں......''

''جی، جی ...... آ جایئے۔ ابھی آ جائیں۔''

''او کے، اللہ حافظ۔''

''اللہ حافظ۔''

''اسجد! وکیل صاحب آ رہے ہیں ...... انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ، میں ذرا فریش ہو کر آتی ہوں۔'' بیگم ادریس نے واش روم کا رخ کیا اور اسجد، مژگاں کو گود میں لئے باہر نکل گیا۔

کچھ دیر بعد وکیل صاحب کی آمد کی اطلاع ملنے پر سفید ساڑھی میں سیاہ شال کے ساتھ باوقار انداز میں وہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئیں ...... وکیل صاحب احتراماً کھڑے ہو گئے۔

''تشریف رکھئے......''

''شکریہ......'' ایڈووکیٹ کمال احمد نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

''فرمایئے ...... کیسے زحمت کی......؟''

''تقریباً پندرہ سولہ روز پہلے مشہد میرے چیمبر آئے تھے اور ایک بند لفافہ مجھے دے گئے تھے کہ یہ میری امانت ہے۔ جب میں آپ کو کہوں تو یہ میری والدہ تک پہنچا دیجئے گا۔ رات ان کا فون آیا تھا کہ صبح لفافہ آپ تک پہنچا دیا جائے ...... سو میں یہ آپ کو دینے کے لئے آیا ہوں۔''

وکیل صاحب نے بریف کیس سے ایک خاکی منہ بند لفافہ نکال کر بیگم ادریس کی طرف بڑھایا۔

''کیا ہے اس میں......؟''

''یہ میرے علم میں نہیں ...... کیونکہ اس کے بارے میں انہوں نے کوئی اشارہ نہیں دیا۔''

''ایسی کیا بات ہو سکتی ہے جو اس نے آپ کو یہ زحمت دی ...... ہمیں بھی تو فون کر سکتا تھا۔'' بیگم ادریس نے سنجیدگی سے کہا۔

''کیا کہا جا سکتا ہے ...... ویسے یہ سوال میں نے بھی ان سے کیا تھا مگر انہوں نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔''

"ٹھیک ہے ...... آپ بتایئے، کیا لیجئے گا، ٹھنڈا یا گرم؟"

"جی بہت شکریہ ...... مجھے اب اجازت دیجئے ......" وکیل صاحب نے کہا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔

"او کے، اللہ حافظ۔" بیگم ادریس نے مسکرا کر انہیں رخصت کیا اور اپنے کمرے میں آ گئیں۔

بیڈ پر بیٹھ کر انہوں نے سائیڈ ٹیبل کی دراز سے اپنی عینک نکال کر لگائی اور لفافہ چاک کیا ...... ساتھ میں اسجد اور تمکین کو آواز دے کر بلایا۔

"جی ماما......؟" اسجد نے آتے ہوئے کہا۔

"یہ لفافہ دے گئے ہیں وکیل صاحب۔" انہوں نے جواب دیا۔

"دکھایئے......" اسجد نے لفافہ ان سے لے کر اندر سے کاغذات نکالے۔

کاغذات کیا تھے، اسٹام پیپر تھے ...... اسجد کی آنکھیں پتھرا گئیں ...... منہ کھلے کا کھلا رہ گیا ...... کبھی وہ ماما کو دیکھتا اور کبھی تمکین کو ...... زبان گویا اس کا ساتھ چھوڑ گئی۔

"کیا ہے اسجد؟ بولو......" ماما نے اس کا چہرہ پڑھتے ہوئے کہا۔

"وہ ...... ماما ...... خود ہی پڑھ لیں......" وہ کاغذات پھینک کر تیز قدموں سے کمرے سے باہر نکل گیا۔

+++

ایک دن اور ایک رات گزرنے کے بعد بھی درد کی شدت کی وہی کیفیت تھی۔ زبانیں سب کی خاموش تھیں ...... پلکوں سے آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے تھے ...... تمکین تو بار بار بے ہوشی کی حالت میں پہنچ جاتی۔

احمد کا غم و غصے سے برا حال تھا ...... اسجد کا خون کھول رہا تھا ...... نازش کی حالت بھی ناقابل بیان تھی ...... مگر وہ ماما اور تمکین کی دیکھ بھال میں مصروف تھی۔

"اتنا گھٹیا شخص ہمارا بھائی ہو ہی نہیں سکتا......" اسجد نے نفرت سے کہا۔

"ہنہ ...... بے غیرت، بے شرم ...... بڑا پردہ پسند تھا ...... وہاں گوری چٹی چمڑی پر مرمٹا ...... ایک نمبر کا ڈھونگی، دھوکا باز ...... اب کہاں گیا مذہب......؟ اتنا بڑا قدم

اٹھاتے ہوئے اس نے کچھ بھی نہ سوچا۔" نازش نے تاسف سے آنسو بہاتی تمکین کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"وہ بزدل تھا ...... اپنی بزدلی کا مظاہرہ کرتا رہتا تھا۔ اس سے کچھ اور بعید نہیں تھا۔ چلو رات دن کی اذیت سے تو نجات مل گئی۔" احمد نے شدید غصے میں کہا۔

"کمال کرتے ہیں آپ ...... یہ نجات تمکین برداشت کر سکتی ہے کیا؟ ...... اور ماما کو دیکھ رہے ہیں آپ، کس قدر خاموش ہیں......؟" نازش نے کہا۔

"اگر مشہد کے ظلم و ستم برداشت کر سکتی تھی تمکین تو یہ اذیت بھی برداشت کر لے گی ...... ماما سمجھ دار ہیں۔ انہیں یہ حقیقت قبول کرنی ہے۔" احمد نے کہا۔

"آپ مشہد سے بات کریں ...... اسے سمجھائیں ...... ابھی کچھ وقت ہے۔" نازش نے سمجھایا۔

"نازش! اس نے یہ حرکت سوچ سمجھ کر کی ہے، اس کی منصوبہ بندی کر رکھی تھی اس نے۔" احمد چلاّئے۔

"ایسے شخص پر ہزار لعنت بھیجیں۔" اسجد نے ماما کی پیشانی پر اپنی ٹھوڑی ٹکائی۔

"میرا دل تو مطمئن تھا ...... مشہد نفسیاتی کیس تھا ...... روز روز ستاتا تھا۔ اس سے بہتر ہزار لوگ موجود ہیں۔" احمد نے کہا تو تمکین چیخ اٹھی۔

"نہیں احمد بھائی! میری مژگاں ہے ...... اس کا کیا ہو گا......؟"

ماما نے تڑپ کر اسے بانہوں میں بھر لیا۔

"اللہ ہے نا ...... اور ہم سب ہیں ...... میں ہوں نا......"

"پھوپھو! مشہد نے ایسا کیوں کیا......؟" تمکین ہچکیاں بھرنے لگی۔

"دفع کرو ...... میں خود ایسا چاہتی تھی ...... تم سے اس کی شادی کر کے میں خود پچھتا رہی تھی۔" بیگم ادریس نے تمکین کی بھیگی پلکیں صاف کیں۔

"ایک نمبر کے منافق ہیں مشہد بھائی ...... وہ اب کیسے بے پردہ ماحول کا حصہ بن گئے؟ ...... کہاں گئی اخلاقیات؟ ...... احساسِ کمتری کے مارے ہوئے مرد سے اور کیا توقع کی جا سکتی ہے......؟" اسجد نے دل کی بھڑاس نکالی۔

"مجھے تو اس کی جرأت پر حیرت ہو رہی ہے کہ کس قدر چالاکی سے اس نے

طلاق نامہ تیار کر کے بھیجا ہے ...... ذرا دیر کو بھی اپنی بیٹی کا خیال بھی نہیں آیا ...... ہمارے معاشرے کی عورتوں پر بے حیائی کی کیچڑ اچھالنے والا، اخلاق سے عاری معاشرے کا حصہ بن گیا ہے۔'' احمد بھائی شدید غصے میں چلائے۔

''میرے لئے مشہد مر گیا ہے ...... اسے کہہ دو، اور وکیل صاحب کو بھی کہہ دو کہ مشہد کو ہر طرح کے حق سے محروم کر کے خاکی لفافہ تیار کر کے بھیج دیں۔''

بیگم ادریس کے لہجے سے چنگاریاں سی اُڑ رہی تھیں اور آنکھیں شعلے برسا رہی تھیں۔ انہوں نے تمکین کو سینے سے لگا رکھا تھا۔

''درحقیقت وہ حُسن پرست انسان ہیں ...... احساسِ کمتری نے لبادہ اوڑھنے پر مجبور کر دیا تھا ...... میری شکل وصورت انہیں اچھی نہیں لگ سکتی تھی ...... میری ان سے شادی ہی نہیں ہونی چاہئے تھی۔'' تمکین پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

''چپ کر جاؤ میری جان! مجھ سے جو غلطی ہو گئی ہے اسے معاف کر دو ...... میں اب تمہاری پلکوں پر آنسو نہیں دیکھنا چاہتی۔'' وہ خود سسکیاں بھرنے لگیں۔

''کیا ہوا ہے آپ کی شکل وصورت کو...... صرف سانولا رنگ ہونے کی وجہ سے وہ اپنے آپ سے بھی شرمندہ تھے ...... وہ پردہ نہیں کراتے تھے بلکہ اپنے کم مائیگی کے احساس کو چھپاتے تھے...... آخر ثابت کر دیا کہ گوری رنگت سے محبت تھی ...... عام روایتی مردوں والا روپ ظاہر ہو گیا ...... ہمارے معاشرے کا مرد کس قدر کمزور اعصاب کا مالک ہے، کتنا بزدل ہے......؟'' اسجد نے انتہائی تحقیر آمیز انداز میں دل کی بھڑاس نکالی۔

''بس ...... سب چپ کر جاؤ ...... جو ہوا اچھا ہوا ...... میری بچی بہت باہمت ہے ...... اس نے پہلے بھی مجھ پر بھروسہ کیا تھا اور پھر یہ مجھ ہی پر اعتماد کرے گی ...... سب کچھ بہت بہتر ہوا ہے......'' بیگم ادریس نے تمکین کو اپنے آنچل میں چھپا لیا۔

+++

''آ......آپ کہیں جا رہے ہیں کیا......؟''

ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے احسن کو ٹائی کی ناٹ درست کرتا دیکھ کر درد

سے کراہتے ہوئے نیلوفر نے پوچھا۔

''ہنہ، ہاں! میں ماہیا کے ساتھ باہر جا رہا ہوں......'' وہ سرسری انداز میں بولے۔

''کیا مطلب......؟''

''بھئی کچھ ضروری شاپنگ کرنی ہے......اس کی رائے مل جائے گی۔''

''احسن! درد بہت ہو رہا ہے......'' اس نے دونوں ہاتھوں سے سر دباتے ہوئے کہا۔

''تو دوا کھاؤ......''

''کچھ فرق نہیں پڑ رہا۔''

''تو میں اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں......؟'' وہ قدرے لاپرواہی سے ٹائی درست کر کے اس کے بیڈ کے قریب آتے ہوئے بولے۔

''احسن بھائی! ہم آپی کو ہسپتال میں داخل کرا دیتے ہیں ...... چلیں ابھی اور اسی وقت۔''

اچانک اسی لمحے ماہیا نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا تو وہ انتہائی اطمینان سے بولے۔

''مگر اس وقت تو آپ اور ہم باہر جا رہے ہیں ...... واپسی پر لے چلیں گے۔''

ان کا انداز اتنا فیصلہ کن تھا کہ ماہیا گنگ سی رہ گئی۔

''ماہیا! تم احسن کے ساتھ جاؤ ...... انہیں تمہاری رائے کی ضرورت ہے ...... واپسی پر میں تیار ہوں گی۔ پھر مجھے ہسپتال لے چلنا......'' نیلوفر نے بڑے قرینے سے بات سنبھالی۔ ماہیا چپ ہو گئی۔

''چلیں......'' احسن نے آگے آگے چلتے ہوئے کہا۔

وہ بادل نخواستہ ان کے پیچھے چل دی ...... اب وہ ان سے بیزار ہو گئی تھی۔ سفاک جان کر خوف کھاتی تھی۔ پہلے بارُعب شخصیت کا خوف تھا، رشک اور خوشی کا احساس غالب ہوتا تھا ......مگر اب تو وہ ان کو سخت ناپسند کرتی تھی۔

''کن خیالات میں گم ہو......؟'' اس کے لئے فرنٹ ڈور کھولتے ہوئے انہوں

نے پوچھا۔

"جی ...... کچھ نہیں......" وہ جلدی سے اندر بیٹھ گئی اور جھٹکے سے دروازہ بند کر لیا۔ وہ تیز ترین خوشبو اُڑاتے ہوئے اس کے برابر آ بیٹھے۔

"ماہیا! تم اتنی کھنچی کھنچی سی کیوں رہتی ہو......؟" گیٹ سے باہر گاڑی نکالتے ہوئے انہوں نے پھر پوچھا۔

"میں ......نہیں تو۔" اس نے بوکھلا کر مختصراً کہا۔

"نہیں ...... اچھا، شاید مجھے غلط فہمی ہے۔" یہ کہتے ہوئے انہوں نے کیسٹ لگا دی۔

کبھی تو نظر ملاؤ، کبھی تو قریب آؤ
جو نہیں کہا ہے کبھی تو سمجھ بھی جاؤ

دھیمے دھیمے سُروں پر رقصاں عدنان سمیع کی آواز نجانے کیا پیغام دے رہی تھی۔ وہ بالکل انجان بنی کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔

انہوں نے کیسٹ نکال دی۔ تب بھی وہ لاتعلق بنی رہی۔

"ماہیا! تم نے محبت کی ہے، سچی محبت...... شدید مٹا دینے والی محبت......" سگریٹ کا کش لیتے ہوئے اچانک انہوں نے کیا کہہ دیا کہ وہ سخت کنفیوژ ہو گئی۔

"جی......"

وہ انہیں کیا بتاتی، جو سب کچھ جانتے بوجھتے انجان بن رہے تھے۔

"جانتی ہو...... شدید محبت کس قدر طوفان خیز ہوتی ہے، تمام تر طاقتوں کے ساتھ اندھی اور بے بس ہوتی ہے......" انہوں نے شاید قسم کھا لی تھی کہ آج صرف محبت پر لیکچر دیں گے۔

"احسن بھائی! آپ نے کیا خریدنا ہے......؟" اس نے یکسر موضوع بدلا تو وہ قہقہہ لگا کر ہنسے۔

ماہیا کو حیرت ہوئی کہ اتنا سخت مزاج آدمی ہنس بھی سکتا ہے۔

"ابھی ڈیپارٹمنٹل سٹور کے اندر چل کر بتاتے ہیں......" حسن اسکوائر کے مصروف انعم ڈیپارٹمنٹل سٹور کے سامنے پارکنگ میں گاڑی روکتے ہوئے انہوں

نے کہا۔

کہنے کو تو انہوں نے یہ کہا تھا کہ ماہیا کی رائے سے خریداری کرنی ہے۔ لیکن ساری شاپنگ انہوں نے اپنی مرضی اور پسند سے کی اور کاؤنٹر پر بل ادا کر کے اُسے لئے باہر نکل آئے...... اس نے بھی ایک لفظ نہ کہا۔

گاڑی میں بیٹھ کر انہوں نے آئس کریم کا آرڈر دے دیا، وہ تب بھی خاموش رہی۔

"شہریار تمہیں پاگلوں کی طرح اپنے خون میں تلاش نہیں کر سکتا...... وہ اپنی روح میں حلول نہیں کر سکتا۔" انہوں نے اچانک غیر متوقع سی بات کر ڈالی۔ وہ سر تا پیر پسینے میں نہا گئی۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں اور کیوں کہہ رہے ہیں......؟" وہ بولی۔

"میں نے شہریار صاحب کو فارغ کر دیا ہے...... یہ لو، آئس کریم کھاؤ۔" وہ کمال لاپرواہی سے آئس کریم کا کپ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولے۔

اس کا خون کھول اٹھا...... مگر نہ چاہتے ہوئے بھی ان کی نظروں کی تاب نہ لاتے ہوئے کپ پکڑ لیا۔

"یہ سب گفٹس تمہارے لئے ہیں...... آج تمہاری سالگرہ ہے۔" انہوں نے بہت آرام سے اسے پھر چونکایا۔

"احسن بھائی! اس تکلف کی کیا ضرورت تھی؟...... آپی کی طبیعت سخت خراب ہے، ہمیں اب چلنا چاہئے۔" اس نے اکتائے ہوئے انداز میں آئس کریم کا کپ جوں کا توں رکھ دیا۔

"ماہیا! نیلوفر کی طبیعت اب خراب ہی ہوتی ہے۔"

"اللہ نہ کرے...... آپ چلیں۔" وہ ایک دم رو پڑی۔

"ماہیا! یہ کیا انداز ہے......؟" وہ گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے سنجیدگی سے بولے۔ وہ چپ چاپ آنسو بہاتی رہی۔ دوبارہ وہ بھی کچھ نہیں بولے۔

+ + +

"میں تو کہتی ہوں کہ اس لڑکی کا خیال بھی دل سے نکال دو۔" نائلہ نے

چائے کی ٹرے میز پر رکھتے ہوئے گفتگو میں حصہ لیا۔

"نائلہ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے......" حیات بیگ صاحب نے بہو کی تائید کی۔

"ڈیڈی! آپ نے اگر ماہیا کو دیکھا ہوتا تو یہ بات نہ کہتے......" وہ برا مانتے ہوئے بولا۔

"یار! مجھے تمہاری بات پر شک نہیں ہے ...... لیکن سب کچھ حسب خواہش تو نہیں مل جاتا۔" حیات بیگ صاحب نے چائے کا کپ ہونٹوں سے لگاتے ہوئے کہا۔

"ڈیڈی! ویسے انہیں ہم میں خامی کیا نظر آئی ہے جو ملنے سے بھی صاف انکار کر دیا......؟" بختیار بیگ نے کہا۔

"بھائی! انہیں کوئی غلط فہمی بھی تو ہوسکتی ہے......" شہریار نے خیال ظاہر کیا۔

"کچھ بھی کہو صاحبزادے! ہم اب احسن صاحب سے منت سماجت نہیں کریں گے۔" حیات بیگ نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

"بیٹے تو باپ دادا کی عزت کراتے ہیں......" نائلہ نے دل کی کسک دور کی۔

"بھابی! اللہ نہ کرے کہ ہم ڈیڈی کی عزت خراب کرائیں۔" شہریار نے کچھ چڑ کر کہا۔

"ویسے شائلہ میں کوئی خرابی نہیں ہے......" بختیار بیگ نے بیگم کے دل کی بات کہہ دی۔

"اطلاع دینے کا شکریہ۔" شہریار نے جل کر کہا۔

"عقل مندی کا تقاضا یہ ہے کہ تم اس لڑکی سے براہِ راست بات کرو ...... اگر وہ بھی تمہیں چاہتی ہے تو پھر کچھ کام بن سکتا ہے۔" حیات بیگ صاحب نے اس کی جذباتی کیفیت کنٹرول کرنے کی غرض سے کہا۔

"ٹھیک ہے ...... میں آج ہی بات کروں گا۔"

"اگر وہ تمہاری ہم خیال ہو تو اسے کہنا کہ اپنے بہنوئی اور والدہ سے بات کرے۔"

"ڈیڈی! آپ بھی کبھی کبھی عجیب وغریب باتیں کرتے ہیں۔" نائلہ تنک کر بولی اور پاؤں پٹختی ہوئی ٹی وی لاؤنج سے باہر نکل گئی۔

"ہماری نائلہ بیٹی دل کی بری نہیں ہے......" حیات بیگ ہنس کر بولے۔

"جی ڈیڈی! بس شائلہ کی بہن ہیں......" شہریار نے مزید ہنس کر کہا۔

"ڈیڈی! شہریار کو آپ نے خوب آزادی دے دی ہے ...... مجھے تو اپنی مرضی سے نائلہ کے حوالے کر دیا۔" بختیار بیگ نے پیار بھرا گلہ کیا۔

"بختیار! نائلہ پیاری بیٹی ہے ...... کس چیز کی کمی ہے اس میں؟" حیات بیگ نے بہت پیار بھرے انداز میں کہا۔

بختیار بیگ کے لبوں پر اطمینان بھری مسکان پھیل گئی۔

مریم ہسپتال کے وی آئی پی روم میں نیلوفر دوا کے زیر اثر مدہوش پڑی تھی۔ سفید بستر پر کسی سرسوں کے پھول کی مانند دکھائی دے رہی تھی۔

احسن نے ایک سرسری سی نظر اس پر ڈالی اور کمرے میں موجود ہوا اور ماہیا کو بتا کر باہر نکل گئے ...... ماہیا کے نزدیک تو یہ بھی ان کا احسانِ عظیم تھا کہ وہ اسے ہسپتال داخل کرانے آ گئے تھے ...... وہ نکل رہے تھے کہ اماں، نازش اور احمد بھائی آ گئے ......

"کیسی ہے میری بچی......؟" اماں نے سوئی ہوئی نیلوفر کی پیشانی چومتے ہوئے پوچھا۔

"اماں! آپ پریشان نہ ہوں ...... نیلو آپی جلد ٹھیک ہو جائیں گی۔" ماہیا نے ماں کو تسلی دی۔

"جیسے ہی اماں نے ہسپتال میں داخل ہونے کی اطلاع دی، ہم تو سخت پریشان ہو کر بھاگے ...... حالانکہ گھر میں بھی سخت پریشانی کا عالم ہے۔" نازش نے دھیرے سے کہا۔

"نازش آپی! ہم باہر چل کر بات کریں تو بہتر ہو گا ...... ڈاکٹر صاحب اس طرح دیکھ کر خفا ہوں گے۔"

ماہیا نے کہا تو سب نے اثبات میں گردن ہلا دی۔

کمرے سے باہر فیملی ہال میں داخل ہوتے ہوئے اماں نے جلدی سے پوچھا۔

"نازش! خیر تو ہے گھر میں......؟"

"بس اماں! اچانک بڑی مصیبت نازل ہو گئی ہے......" نازش نے سنجیدگی سے کہا۔ ماہیا سمیت سب حیرت سے نازش اور احمد بھائی کو دیکھ رہے تھے۔

سب کی سوالیہ نظروں کے جواب میں احمد بھائی نے تمکین پر گزرنے والی قیامت کے بارے میں بتا دیا۔

سب کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے ...... حیرت و افسردگی سے سب چپ سے ہو گئے۔

"یہ تو بہت افسوس ناک خبر ہے ...... میں سمجھ سکتی ہوں کہ بیگم ادریس اور تمکین پر کیا گزر رہی ہو گی......؟" اماں سر تھام کر بیٹھتے ہوئے بولیں۔

"مشہد بھائی ایسے لگتے تو نہیں تھے ...... کس قدر گھٹیا حرکت کی ہے۔" ماہیا نے دکھ اور افسوس سے کہا۔

"خیر چھوڑیں اس بات کو...... اس نے اپنی اصلیت دکھا دی ہے۔" احمد بھائی نے بیزاری سے کہا۔

"ادھر تمکین اور ماما کی حالت دیکھی نہیں جاتی ...... اسجد ان کی دلجوئی میں خود بھی بیمار لگ رہا ہے...... اس کو تو پہلے ہی تمکین کی وجہ سے بہت رنج تھا۔" نازش نے کہا۔

"بہت برا کیا مشہد بیٹے نے ...... تمکین کو کس جرم کی سزا دی ہے......؟" اماں بولیں۔

"ہنہ ...... مردوں کے لئے کوئی حد اور قید نہیں۔ جو چاہیں کرتے پھریں۔" ماہیا سر سے پیر تک سلگ اٹھی۔

"اس نے تو جو کرنا تھا کر لیا، اذیت میں تو اس وقت تمکین ہے ...... خرابی تو مژگاں کی زندگی میں آئے گی۔" نازش نے کہا۔

"ہسپتال سے فارغ ہو کر چکر لگاؤں گی میں......" بیگم ادریس نے کہا۔

"بس آپ ماما کو سمجھائیں کہ سب ٹھیک ہوا ہے۔" احمد نے کہا۔

"اب نیلوفر سوتی رہے گی......؟" نازش نے ماہیا سے پوچھا۔

"ہاں ...... شدید درد تھا سر میں ...... ویسے بھی رات کا ایک بج رہا ہے۔ انہیں

جگانا مناسب نہیں۔'' ماہیا نے رسٹ واچ پر نگاہ ڈالتے ہوئے کہا۔

''اب تم دونوں گھر جاؤ ...... بچے انتظار کر رہے ہوں گے ...... صبح آ جانا۔'' اماں نے نازش اور احمد سے کہا۔

''او کے اماں! اللہ حافظ۔''

''اماں! خود کو تنہا نہیں سمجھنا ...... کسی بھی وقت، کسی بھی قسم کا مسئلہ ہو، فون کر دیجئے گا۔'' احمد نے اماں کا ہاتھ دباتے ہوئے سعادت مندی سے کہا۔

+++

کمرے کی مدھم روشنی میں ان کے چہرے پر پھیلا کرب وہ باآسانی دیکھ سکتا تھا ...... وہ صدیوں کی مریضہ دکھائی دے رہی تھیں ...... ان کی نگاہوں میں کرب ناک بے چینی تھی۔ ہونٹوں پر الم ناک شور تھا جسے انہوں نے دبا رکھا تھا ...... اسجد نے پیار سے ماتھا چھوا تو انہوں نے ٹکٹکی باندھ کر اسے دیکھا۔

''ماما! آپ کچھ کہنا چاہتی ہیں......؟''

وہ پتھر کی مورت بنی رہیں۔

وہ پھر بولا۔ ''ماما! آپ فکر نہ کریں ...... ہم ہیں نا۔''

اب کی بار وہ سسک اٹھیں۔

''ماما، پلیز! خود کو سنبھالیں۔'' اس نے ہاتھ تھپتھپایا۔

''اسجد! تمکین اور مژگاں......''

''ماما! وہ آرام سے سو رہی ہیں ...... آپ بے فکر ہو جائیں۔''

''اسجد! میری تمکین کا کیا ہوگا؟ ...... میں نے بہت بڑا گناہ کر دیا ہے ...... میں تمکین کی مجرم ہوں......'' وہ اس کے بازوؤں میں منہ چھپا کر رونے لگیں۔

''ماما! خدارا، آپ اس طرح نہ سوچیں ...... اس میں آپ کا کوئی قصور نہیں۔ سب کیا دھرا ہرجائی مشہد بھائی کا ہے...... جو بدترین ہونے کا ثبوت دے چکا ہے، وہ مجرم ہے تمکین بھابی کا۔'' اسجد کا چہرہ غصے سے تمتما اٹھا۔

''میں نے کہا تھا کہ مشہد سے کوئی رابطہ نہیں کرے گا۔''

''بالکل وہی ہوگا جو آپ چاہتی ہیں......'' اس نے یقین دلایا۔

''لوگ کیا کہیں گے......؟''

''آپ پرواہ نہ کریں۔''

''نازش کے گھر والے کیا کہیں گے......؟''

''ماما! نازش بھابی اور ان کے گھر والے بہت سلجھے ہوئے لوگ ہیں ...... آپ ان سے یہ توقع نہ رکھیں۔''

''میری مژگاں کو میرے پاس لے آؤ ...... میں زندگی بھر مشہد کو اس کی صورت نہیں دکھاؤں گی ...... جاؤ، اسے لے آؤ......'' وہ بے قرار ہو گئیں۔

''اچھا ...... آپ آرام سے بیٹھیں۔ میں لے کر آتا ہوں۔''

اسجد یہ کہہ کر کمرے سے باہر نکلا۔

چند ہی لمحوں بعد وہ گول مٹول سی مژگاں کو لئے واپس آ گیا ...... بے خود سوئی ہوئی گلابی رنگت والی مژگاں کو سینے سے لگا کر وہ پھوٹ پھوٹ کے رو دیں۔

''ماما...... ماما! یہ نہ کریں ...... آپ کی طبیعت خراب ہو جائے گی۔'' اسجد نے بڑی محبت سے انہیں گلے لگا لیا۔

''نازش اور احمد آ گئے ہیں یا نہیں......؟''

''بس آنے والے ہوں گے۔''

''عروشہ اور زین......؟''

''رانی ان کے کمرے میں ہے ...... وہ سو چکے ہیں۔''

''اسجد بیٹا! سو جاؤ ...... لائٹ آف کر دو۔''

''میں آپ کے ساتھ سوؤں گا......'' وہ لاڈ سے بولا۔

''جیتے رہو......'' اتنی دیر بعد انہوں نے ہلکے سے مسکرا کر اس کو کہا۔

گیٹ پر گاڑی کے ہارن سے انہیں اندازہ ہوا کہ نازش اور احمد آ گئے ہیں۔

''ماما! بھائی، بھابی آ گئے ہیں۔ بلاؤں......؟'' اسجد نے پوچھا۔

''وہ مشہد نہیں ہیں، مجھے ملے بغیر سو نہیں سکتے۔'' انہوں نے دھیرے سے کہا۔

اسجد نے سر کے نیچے تکیہ رکھ کر اطمینان سے آنکھیں موند لیں۔

+++

بہت عرصے کے بعد وہ اپنے اور نیلوفر کے کمرے میں بیٹھے خاموش، ہلکے سے انداز میں چاروں طرف دیکھ رہے تھے۔

کتنا اجنبی سا ماحول تھا۔ شاید اس لئے کہ شادی کے پہلے دو سال کے بعد سے اب تک وہ الگ اپنے کمرے میں تھے اور نیلوفر اس کمرے میں اپنی تنہائی اور بیماری کے ساتھ رہتی تھی ...... ہر طرف اس کی صورت دکھائی دے رہی تھی ...... سامنے دیوار پر ان دونوں کی شادی کی بڑی سی تصویر لگی ہوئی تھی۔ جس میں خوبصورت سی نیلوفر زرتاری دوپٹے کی اوٹ سے مسکرا رہی تھی۔

وہ چند لمحے بستر پر لیٹے دیکھتے رہے، پھر سگریٹ سلگا کر تصویر کے قریب آ گئے ...... بہت قریب ...... اور پھر سگریٹ ہونٹوں میں دبا کر دونوں ہاتھوں کی مدد سے تصویر اتار کر فرش پر دیوار سے لگا کر الٹی کر دی ...... ایک دم ہی بے کل سی طبیعت میں سکون سا اتر گیا۔ دوبارہ بیڈ پر لیٹ کر وہ سگریٹ کے کش لینے لگے ...... لب بولنے لگے، نگاہیں مسکرانے لگیں ...... ہاتھوں کی انگلیوں میں کرنٹ سا دوڑنے لگا ...... دھڑکنیں شور کرنے لگیں ...... جو چہرہ نیلوفر نے نہیں دیکھا تھا، وہ کمرے میں چاروں طرف رقصاں تھا۔

ان کا دل خوشیوں کے جلترنگ بجا رہا تھا ...... وہ بہت مسرور تھے ...... دل کی چوری پر سرشار، بدمست۔

اسی لمحے دروازے پر دستک ہوئی تو وہ چونکے۔

"کم ان......"

"بابا! مجھے ڈر لگ رہا ہے......" دانیال نے آ کر کہا۔

"کم آن یار! آپ چھوٹے سے بچے کی طرح تو حرکتیں نہ کریں۔"

"بابا! ماما بھی نہیں ہیں ...... آنٹی بھی نہیں ہیں ...... میں آپ کے پاس جاؤں......؟" دانیال نے بڑی جرأت کے ساتھ کہہ دیا۔

"آل رائٹ ...... لیکن یہ بچگانہ حرکت ہے......" انہوں نے بیڈ پر اس کے لئے جگہ بنائی۔

"بابا! ماما صبح آ جائیں گی نا؟"

"ڈاکٹر کی مرضی پر ہے۔"

"بابا! صبح میں بھی آپ کے ساتھ ہسپتال چلوں گا۔"

"یار! مجھے تو ضروری کام ہے ......آپ ڈرائیور کے ساتھ چلے جانا۔" انہوں نے سائیڈ ٹیبل پر رکھے لیمپ کا بٹن بند کرتے ہوئے کہا۔

"بابا! میری فیس جمع کرانی ہے۔"

"اوکے! صبح یاد کرا دینا......" وہ دھیرے سے بولے۔

دانیال کو پہلی مرتبہ ان کے ساتھ سونے کا اتفاق ہو رہا تھا ...... وہ بہت خوش تھا۔ باپ کا پیار اس کے اتنا قریب تھا کہ وہ چھو رہا تھا، محسوس کر رہا تھا۔

کتنی عجیب بات تھی کہ ایک بستر پر دو انسان اپنی اپنی محبت کے حصار میں قید تھے ...... دونوں کی محبتوں کا زاویہ مختلف تھا ...... احسن کی آنکھیں اندھیرے میں بھی اپنے دل میں اُترا چہرہ دیکھ رہی تھیں، اس سے ہم کلام تھیں، بوس و کنار کر رہی تھیں۔ دانیال گہری نیند میں ان سے لپٹ گیا۔

+++

"بوا ...... بوا! سب چیزیں گاڑی میں رکھوا دی ہیں...... ناشتہ بھی......؟"

پرس اٹھائے وہ تیزی سے ٹی وی لاؤنج میں پہنچ کر پوچھنے لگی۔

"سب کچھ رکھوا دیا ہے بٹیا!...... لیکن تم اچھی طرح ناشتہ کر لو۔" اماں نے آتے ہوئے کہا۔

"اماں! بس میری فکر چھوڑیں ...... میں نے چائے پی لی ہے۔" اس نے وال کلاک پر نگاہ ڈالی۔

"بیمار کے ساتھ سب بیمار ہو جائیں تو کون تیمارداری کرے......؟" بوا اس کے لئے ٹرے میں ناشتہ رکھے آ گئیں۔

"بوا! آٹھ بج رہے ہیں ...... ڈاکٹر احسان نے چار سینئر پروفیسرز کو معائنے کے لئے بلایا ہے۔" وہ بولی۔

"ماہیا! ان ڈاکٹر صاحبان سے پوچھنا کہ دنیا جہان کے قلابے ملاتے ہو، ایک معمولی سے سر درد کا علاج نہیں کر سکتے؟"

"معمولی سر درد تو آپ کہہ رہی ہیں ...... نجانے اصل مسئلہ کیا ہو......؟" اس نے ہلکی سی آگاہی فراہم کی۔

"اللہ نہ کرے...... اور کیا مسئلہ ہوگا؟" اماں نے تڑپ کر کہا۔

"بس آپ دعا کریں ...... میں چلتی ہوں۔" اس نے ٹالا اور قدم اٹھائے۔

"احسن میاں نہیں جائیں گے کیا......؟" بوا نے پوچھا۔

"معلوم نہیں......" وہ جل کر کہتی ہوئی باہر نکل آئی۔

گاڑی ڈرائیو کرتی وہ ہسپتال پہنچی تو ٹھٹکی۔ شہریار بیگ گاڑی سے اتر کر اس کی طرف آرہا تھا۔

اس نے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول کر سامان باہر نکالا اور خود کو لاپرواہ اور انجان ظاہر کرنے کی کوشش کی۔

"میں دو گھنٹے سے آپ کا انتظار کر رہا ہوں......" اس نے بڑی بے تکلفی سے بات شروع کی۔

"جو کہ آپ کو نہیں کرنا چاہئے تھا......" اس نے آنکھوں سے سیاہ چشمہ اتار کر تیکھی نظروں سے دیکھا۔

"کیوں نہیں کرنا چاہئے تھا......؟" وہ روبرو ہو کر بولا۔

"مسٹر شہریار! کیا ضروری ہے کہ جب بھی میں ٹینشن میں ہوں، آپ مجھے ضرور ٹکریں گے......؟"

"یہ محض اتفاق ہے کہ آج بھی میں ہسپتال کے باہر آپ سے مل رہا ہوں۔"

"میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ آپ کیوں ملنے آتے ہیں؟"

"آج یہ بھی بتا کر جاؤں گا......" وہ سنجیدہ دکھائی دے رہا تھا۔

"لیکن پلیز، مجھے آپ کچھ نہ بتائیں۔" وہ آگے کی طرف چل دی۔

"ماہیا! میں آپ سے شدید محبت کرتا ہوں ...... میرے ڈیڈی آپ کے گھر آنا چاہتے ہیں۔"

"اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے ...... میں آپ کے لئے ایسے کسی قسم کے جذبات نہیں رکھ سکتی۔"

"جانتا ہوں ......لیکن میری پھر بھی یہی آرزو ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ آپ کو میرے گھر سے جواب مل چکا ہے۔"

"ایسا جواب کیوں دیا گیا ہے......؟" اس نے احتجاج کیا۔

"پوچھ کر بتاؤں گی۔"

"احسن صاحب سے میں خود بھی پوچھ سکتا ہوں......" وہ فیصلہ کن انداز میں بولا۔

"ابھی جائیے، فوراً ملئے ...... ان کی بیگم یہاں ہاسپٹل میں ایڈمٹ ہیں ...... شاید آ جائیں۔ آپ انتظار کریں۔" یہ کہہ کر وہ ہسپتال میں داخل ہونے کے لئے سیڑھیاں چڑھنے لگی۔

"سنئے ...... آپ اپنا فیصلہ سنا دیں ...... میں ان سے بھی مل لوں گا۔" وہ ایک ایک ڈگ میں دو دو سیڑھیاں پھلانگتا ہوا قریب آ کر بولا۔

"میں آپ سے محبت نہیں کرتی ...... یہی میرا فیصلہ ہے۔" اس نے سرد مہری سے کہا۔

وہ وہیں اپنے قدموں پر جم سا گیا ...... جبکہ وہ سیڑھیاں چڑھتی ہوئی نظروں سے اوجھل ہوگئی۔

+++

جب وہ کمرے میں پہنچی تو ڈاکٹر احسان الدین سمیت چار اور ڈاکٹر نیلو آپی کے بستر کے قریب کھڑے کیس ہسٹری ٹیک پر بات چیت کر رہے تھے اور خاصے پُرتشویش دکھائی دے رہے تھے۔

وہ ایک طرف کھڑی ان کی باتیں سنتی رہی۔ جب وہ باہر نکلے تو اس نے ڈاکٹر احسان الدین کو روک کر پوچھا۔

"ڈاکٹر صاحب! یہ ابھی تک سو رہی ہیں......؟"

"سلایا گیا ہے ...... جاگنے پر سر کا درد ناقابل برداشت تھا ...... اور یہ صورت حال پریشان کن ہے۔"

"ڈاکٹر صاحب! کسی بھی دوسرے ہاسپٹل میں، کسی بھی شہر میں، کسی بھی ملک

میں آپ کہیں تو ہم لے جا سکتے ہیں۔'' وہ تڑپ کر بولی۔

''مس ماہیا! اگر بہتری کے پانچ فیصد بھی چانسز ہوتے تو آپ کا کیا خیال ہے، ہم کوشش نہ کرتے؟ جب آپ نے ہم سے رابطہ کیا تھا، صورتحال تو اس وقت ہی کنٹرول سے باہر تھی ...... اب تو بالکل بھی ہمارا اختیار نہیں رہا...... ہاں! اللہ چاہے تو سب کچھ ممکن ہے۔''

ڈاکٹر احسان نے کافی طویل وضاحت کی۔

''کیا اب نیند کی دوائیاں ہی حل ہیں......؟''

''نہیں ...... نیند تو سکون کے لئے ضروری ہے ...... دوسری دوائیں بھی دی ہیں۔ چند اور متفقہ ضروری ٹیسٹوں کی تیاری ہے ...... اپنے طور پر تو ہر ممکن کوشش کی جا رہی ہے ...... آپ اللہ سے دعا کریں۔'' ڈاکٹر احسان نے کہا اور تیز قدموں سے باہر نکل گئے۔

اس کے قدموں سے جیسے جان نکل گئی ...... بے جان ٹانگوں کو گھسیٹ کر نیلو آپی کے بستر کے قریب پڑی کرسی پر گر سی گئی۔

وہ بے خود سوئی ہوئی تھیں۔ خشک لبوں پر اُداس سی نرمی تھی، خوبصورت گال اندر کو دھنس گئے تھے ...... حسین آنکھیں پلکوں کی قید میں تھیں۔

اس نے آگے بڑھ کر ان کا سفید، کمزور سا ہاتھ تھام کر پیار سے چوما اور پھر سسک اٹھی۔ اتنی پیاری، جان چھڑکنے والی ہستی اس سے دور ہوتی جا رہی تھی۔ وہ لحہ بہ لحہ دور ہو رہی تھی۔

''میں کیسے آپ کو روک لوں ...... کیسے کہیں چھپا لوں......؟''

وہ پٹی پر سر رکھ کے سسکیاں لینے لگی ...... کافی دیر اسی طرح گزر گئی ...... اور نجانے وہ کتنی دیر روتی رہتی کہ کندھے پر ہاتھ کا دباؤ محسوس کر کے پلکیں صاف کیں ...... اسجد اس کے قریب کھڑا تھا۔

''اسجد! آپی مجھے چھوڑ کر جانا چاہتی ہیں......'' وہ پھوٹ پھوٹ کے رو دی۔

''ارے، ارے ...... یہ کیا حماقت ہے؟ ...... مریض کو اور زیادہ پریشان کرنا ہے کیا......؟'' اسجد نے ہاتھ پکڑ کر اُسے وہاں سے اٹھایا اور دھیرے سے کہا۔

''اسجد ...... اسجد...... آپی کو روک لو اسجد! ...... میں ان کے بنا نہیں جی سکوں گی۔'' وہ کمرے سے باہر نکلتے ہوئے اس کے کندھے پر سر رکھ کے رو دی۔

''ہم سب رہ لیتے ہیں، کوئی کسی کو نہیں روک سکتا ...... دیکھو، چل کر تمکین بھابی کو دیکھو...... وہ مشہد بھائی کو نہیں روک سکیں ...... ماما نہیں روک سکیں......'' وہ اس کے سر پر اپنا چہرہ جھکاتے ہوئے بہت نرمی سے بولا۔

''اسجد! ڈاکٹر صاحب نے مایوسی کا اظہار کیا ہے۔''

''یہ بات تو تم بہت پہلے سے جانتی ہو ...... اب تک تو ذہنی طور پر تیار ہونا چاہئے۔''

''تم بھی احسن بھائی کی طرح کہہ رہے ہو ...... اتنی آسانی سے کہہ دیتے ہو تم مرد لوگ یہ بات۔'' وہ چڑ کر الگ ہو گئی۔

''مجھے نہیں معلوم کہ احسن بھائی کیا کہتے ہیں؟ ...... میں تو فقط اتنا کہہ رہا ہوں کہ حقیقت کو تسلیم کرنا چاہئے۔'' اس نے نرمی سے ہاتھ تھاما۔

''جو حقیقت تکلیف دہ ہو، اسے کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے؟''

''حقیقت ہوتی ہی تکلیف دہ ہے۔''

''اسجد! دانیال کا کیا ہو گا......؟'' وہ سسکی۔

''دانیال کا، احسن بھائی کا، سب کا ہی بڑا نقصان ہو گا ...... مگر قدرت کی مرضی۔''

''ہنہ ...... احسن بھائی کا تو فائدہ ہی فائدہ ہے......'' وہ ایک دم تلخی سے بولی۔

''بھلا ایک بیوی کی جدائی میں شوہر کا کیا فائدہ ہو سکتا ہے......؟'' وہ تعجب سے بولا۔

''جو فائدہ مشہد بھائی کو ہوا ہے، ویسا ہی فائدہ احسن بھائی کا ہو سکتا ہے ...... آخر کو وہ بھی مرد ذات ہیں......'' وہ طنزیہ بولی۔

''جناب! مردوں میں تو ہم بھی شامل ہیں۔'' وہ مسکرا کر بولا۔

''تمہارے بارے میں بھی کچھ کہنا قبل از وقت ہو گا۔'' وہ سنجیدہ سی ہو گئی۔

''اچھا خیر، چھوڑو۔ اللہ سے بہتری کی دعا کرو اور موڈ ٹھیک کرو۔'' اس نے

پیار بھرے انداز میں کہا تو وہ ٹشو پیپر سے پلکیں صاف کرنے لگی۔

+++

عروشہ کو سلا کر اس نے رانی کو اس کے پاس رہنے کو کہا۔ خود سلیپر پاؤں میں ڈال کر بیگم ادریس کے پاس ان کے کمرے میں چلی آئی۔

اسے دیکھ کر وہ سنبھل کر بیٹھ گئیں ...... پاس بیٹھی تمکین کو انہوں نے پیار سے کہا۔

"تمکین! میری چندا! اُٹھو، جاؤ جا کر فریش ہو کر آؤ ...... ہم نیلوفر کی خیریت معلوم کرنے کے لئے ہسپتال جائیں گے۔"

تمکین چپ چاپ اپنے کمرے کی طرف چلی گئی تو بیگم ادریس نے نازش کو بالکل قریب بٹھا لیا۔

"جی ماما! آپ کچھ کہنا چاہ رہی ہیں......؟" نازش نے آہستگی سے پوچھا۔

"جی بیٹا! تم سے مشورہ کرنا ضروری ہے ...... میں جس گرداب میں ہوں، وہاں مجھے خاص طور پر تمہارے مشورے کی ضرورت ہے......" انہوں نے تمہید باندھی۔

"ماما! آپ بلا تکلف حکم دیں ...... مشورہ کیسا......؟" اس نے سعادت مندی سے کہا۔

"نازش! تمکین کی حالت مجھ سے دیکھی نہیں جا رہی ...... اس کا ہمارے سوا کوئی نہیں ...... اس کی زندگی کو بہتری کی طرف ہم لوگوں نے لانا ہے۔"

"جی ماما! یہ تو کہنے کی بات ہی نہیں۔"

"میں جو بات کہنے جا رہی ہوں، اسے غور سے سنو اور تحمل سے مشورہ دو۔"

"ماما! آپ بے فکر ہو جائیں......"

"میرا خیال ہے کہ تمکین اور مژگاں کے لئے ہمارے گھر سے بہتر کوئی جگہ نہیں ...... اس گھر سے جو دُکھ اسے ملا ہے وہ سُکھ میں بدل جائے۔" انہوں نے توقف اختیار کیا۔

"ماما! آگے بولئے۔"

"تمکین اور مژگاں کو اسی گھر میں رہنا ہے ...... مشہد نہ سہی، اسجد سہی۔" بہت بھاری بھرکم بات وہ ایک سانس میں کہہ گئیں۔

نازش کی سماعت میں دھماکے ہونے لگے ...... آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"ماما! یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں......؟"

"بیٹا! میں مشورہ کر رہی ہوں۔"

"ماما! یہ بات تمکین کے لئے بہت ناقابل برداشت ہو گی ...... اور اسجد سے پوچھا ہے آپ نے؟"

"ابھی کسی سے کچھ نہیں پوچھا۔ تم اور احمد مل کر پہلے غور کرو، پھر ان سے بات کریں گے۔ اور اتنی رازداری رہے کہ جب تک ہم تینوں کسی نتیجے پر نہ پہنچیں، اس کا کسی سے تذکرہ نہ ہو۔"

"وہ تو سب ٹھیک ہے......لیکن ماما! اسجد تو کسی صورت یہ بات پسند نہیں کرے گا۔" نازش نے یقینی خدشہ ظاہر کیا۔

"جانتی ہوں ...... وجہ بھی معلوم ہے ...... ایسا کرتے ہوئے میرے اسجد کے ارمان خاک میں مل جائیں گے اس کا بھی خیال ہے مجھے۔ مگر میں کیا کروں؟"

"ماما! تمکین کے لئے کوئی اور اچھا سا......" انہوں نے ادھورے جملے کا مطلب بھانپ کر اپنا ہاتھ اس کے لبوں پر رکھ دیا۔

"کوئی اور مژگاں کا اس طرح خیال نہیں رکھ سکتا جیسے اسجد رکھ سکتا ہے۔ مژگاں، اسجد کے بھائی کا خون ہے ...... اس کے ہوتے کسی غیر کے حوالے کیوں کر دیں؟"

"مگر ماما! یہ بہت مشکل ہے ...... اسجد تو ماہیا سے بہت اٹیچ ہے۔ اس میں گہری دلچسپی رکھتا ہے۔" نازش، بہن کے خیال سے بھی افسردہ ہو گئی۔

"نازش بیٹا! مجھے سب علم ہے ......مگر وقت پڑنے پر اپنے ہی اپنوں کے لئے قربانی دیتے ہیں ...... ماہیا سے میں ہاتھ جوڑ کر معذرت کر لوں گی، اسجد کو منا لوں گی...... بس تم دونوں یہ سوچ کر بتاؤ کہ ایسا کرنے میں کتنا فائدہ ہے؟" انہوں نے کہا۔ نازش بالکل خاموش ہو گئی۔

"اب تیار ہو کر آؤ...... نیلوفر کی خیریت معلوم کرنے چلتے ہیں۔"

"ماما! گاڑی تو ایک بھی نہیں ہے۔"

"اسجد ابھی آتا ہوگا...... تم بچوں کو سنبھال کر آؤ۔" وہ بولیں۔

"ٹھیک ہے...... میں زین کو دودھ، اوولٹین دے کر آتی ہوں۔" نازش یہ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

+++

بیگم ادریس کی سوچ فیصلے کا رخ اختیار کر گئی تھی۔

گھر بھر میں ایک اور ہی ماحول بن گیا۔

نازش افسردہ افسردہ سی۔

احمد کھوئے کھوئے سے۔

بیگم ادریس متفکر تھیں چاروں طرف خاموش نظروں سے دیکھتیں۔

تمکین تو ویسے بھی نہ زندہ تھی اور نہ مُردہ...... اسجد بھی بجھ کر رہ گیا تھا...... گو کہ وہ ماں کے فیصلے سے لاعلم تھا، مگر تمکین کے ساتھ ہونے والی زیادتی نے اسے ذہنی اذیت میں مبتلا کر دیا تھا...... ماں کو اُداس اور پریشان دیکھ کر وہ سب سے زیادہ رنجیدہ تھا۔

نازش نے وارڈ روب سے اپنے لئے سادہ سا سوٹ نکالا اور بیڈ پر رکھتے ہوئے خلاؤں میں گھورتے احمد کی طرف دیکھا۔

"احمد! مجھے تو فکر اسجد کی ہے...... اسے کون سمجھائے گا......؟"

"یہی میں بھی سوچ رہا ہوں...... وہ تو ماہیا سے بہت محبت کرتا ہے۔"

"احمد! لیکن ماما بھی غلط نہیں سوچ رہیں...... تمکین کا مسئلہ تو بہت پریشان کن ہے۔"

"ہاں...... ہے تو۔ لیکن اسجد کو دلی صدمہ پہنچانا بھی تو ٹھیک نہیں۔ وہ تمکین کو اس رشتے سے کیسے قبول کرے گا؟"

"اور تمکین...... تمکین بھی ہرگز یہ بات قبول نہیں کرے گی۔" نازش نے وثوق سے کہا۔

"ظاہر ہے، اس کے لئے یہ سوچنا بھی محال ہوگا۔" احمد نے تائید کی۔

"اب یہ ماما نے دراصل فیصلہ کر لیا ہے...... ہمیں ہر صورت ان کا ساتھ دینا ہے۔"

"ٹھیک ہے...... ہمیں تو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن یہ بات پہلے ماما ہی اسجد اور تمکین سے کر سکتی ہیں...... بعد میں ہم سمجھا بجھا سکتے ہیں۔"

"کچھ تو کرنا ہی ہوگا...... ویسے مشہد نے بہت برا کیا۔ بلاوجہ ہی پورے گھر کو دکھ دیا ہے...... میں تو تمکین کو دیکھتی ہوں تو کانپ اٹھتی ہوں۔"

"نہیں معلوم اس کی فطرت کس پر گئی ہے...... ہر ایک کے لئے دُکھ کا باعث بنتا ہے...... اس کا کیا خیال ہے کہ وہ دوسروں کو تکلیف دے کر سکھی رہ سکتا ہے؟...... ہرگز نہیں...... وہ بہت پچھتائے گا۔ میں نے وکیل صاحب کو ماما کے کہنے کے مطابق کاغذات تیار کرنے کو کہہ دیا ہے۔"

"اُدھر نیلوفر کی طبیعت سخت خراب ہے...... کل رات سے ڈاکٹر صرف پین کلر اور نیند کی دوائیاں دے رہے ہیں...... اماں اور ماہیا سخت پریشان ہیں...... دانیال بھی سہما سہما سا ہے۔"

"اور احسن صاحب...... ان کو میں نے عجیب پراسرار سا محسوس کیا ہے۔"

"بس ان کی شروع سے عادت ہی ایسی ہے۔"

"ڈاکٹر کیا کہتے ہیں......؟"

"ڈاکٹر تو جواب دے چکے ہیں...... بس کوششیں کر رہے ہیں۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟...... آپریشن کریں، باہر جانے کی اجازت دیں۔" احمد نے کہا۔

"احمد! بات کنٹرول سے باہر ہو گئی ہے...... ڈاکٹرز کی طرف سے تو اجازت ہے...... لیکن وہ کہتے ہیں کہ اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔" نازش نے افسردگی سے کہا۔

"جسے دیکھو پریشان ہے...... اب نیلوفر کی وجہ سے اُس گھر میں کتنی پریشانی ہو گی۔" احمد نے بھی تاسف سے بیڈ پر دراز ہوتے ہوئے لمبا سانس کھینچا۔

"میں اس لمحے کے تصور سے بھی خوف زدہ ہوں جو لمحہ بہ لمحہ قریب آ رہا ہے۔"

"یہ تو ہے ...... بہت قیامت برپا ہوگی۔ تم ایسا کرو کہ فی الحال وہاں کسی کے کان میں یہ بھنک نہ پڑے کہ ماما، اسجد کا نکاح تمکین سے کرنا چاہتی ہیں ...... اس بات کا ماہیا کو بہت صدمہ ہوگا۔" احمد نے ایک دم پتے کی بات کی۔

"صرف ماہیا کو نہیں، اماں، بوا سب کو...... اور نیلوفر کو تو بہت دکھ ہوگا۔" نازش کی آواز رُندھ گئی۔

"نازش! تحمل اور برداشت کا وقت ہے ...... اس وقت اپنا آپ سنبھال کر رکھنا ہے۔" احمد نے اس کا نازک سا ہاتھ تھام لیا۔

"آپ فکر نہ کریں ...... اس گھر کی عزت مجھے جان سے زیادہ پیاری ہے۔" اس نے بھیگی بھیگی پلکیں صاف کیں۔

"اب چینج کر لو ...... پھر ہسپتال چلتے ہیں۔" احمد نے کہا تو وہ اثبات میں گردن ہلا کر واش روم کی طرف بڑھ گئی۔

+++

آندھی اور طوفان کی طرح گاڑی دوڑاتی ہوئی وہ فیکٹری کے مین گیٹ سے اندر داخل ہوئی ...... گاڑی سے اتر کر شدید غم و غصے کے باعث تیکھے تیور لئے آفس کے باہر رک کر دروازے پر لگی نیم پلیٹ پڑھی۔

"احسن رضا۔ مینجنگ ڈائریکٹر۔"

اس نے کھولتے ہوئے پڑھا اور جھٹکے سے دروازہ کھولنا چاہا تو دائیں ہاتھ سے ایک ادھیڑ عمر شخص نے جلدی سے روکا۔

"سنئے ...... آپ کون ہیں؟ ...... اور......"

"آپ مجھے نہیں جانتے ...... میں ماہیا سلیم الزماں ہوں۔ سمجھے آپ......؟" یہ کہہ کر وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگئی۔

فائلوں سے نظر اٹھا کر انہوں نے تعجب سے اس کی طرف دیکھا ...... وہ ان کی سحر زدہ کر دینے والی نگاہوں سے ہمیشہ کی طرح گھبرا گئی ...... اپنے قدموں پر جم سی

گئی۔ وہ زیرِ لب مسکرائے اور پین رکھتے ہوئے بولے۔

"ماہیا! یہاں، بڑی خوش نصیب گھڑی ہے۔"

"احسن بھائی! آپ کی بیوی آخری سانسیں لے رہی ہے ...... آئی سی یو میں ہے ...... اور آپ یہاں کاروبار چلا رہے ہیں......"

غم و غصے سے جس طرح چیخنا چلانا چاہئے تھا، ویسے وہ چلا نہ سکی۔ بس دبے دبے لہجے میں اظہار کر دیا۔

"مجھے کسی نے بتایا جو نہیں......" وہ معصومیت سے بولے۔

"احسن بھائی! آپ کو بتانے کی ضرورت تھی کیا......؟"

"ماہیا! حجاب ختم ہوتا جا رہا ہے۔ یہ خوش آئند بات ہے......" وہ کچھ ذومعنی انداز میں سگریٹ سلگا کر کھڑے ہو گئے۔

"احسن بھائی! آپ کو تو ہر وقت ان کے پاس ہونا چاہئے ...... وہ ہسپتال میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے آپ کی راہ دیکھتی ہیں اور آپ......" وہ کہتے کہتے ضبط کی قید سے باہر نکل گئی ...... رو پڑی۔

"کس کو کہاں ہونا چاہئے، اس کا فیصلہ کون کرے؟" انہوں نے کہا اور ٹشو پیپر باکس سے ایک ٹشو پیپر کھینچ کر اس کی طرف بڑھایا۔

"شکریہ ...... پونچھنے ہیں تو آپی کے آنسو پونچھئے ...... آخری لمحوں میں تو انہیں خوشی دے دیں......" وہ یہ کہہ کر پلکیں رگڑتی ہوئی واپس پلٹ آئی۔

اپنے پیچھے اس نے ان کے قدموں کی دھمک سنی، مگر پلٹ کر نہیں دیکھا ...... وہ جلد از جلد نیلو آپی کے پاس پہنچنا چاہتی تھی۔ وہ اسے چھوڑ کر جا رہی تھیں ...... ہمیشہ کے لئے......"

"نہیں، نہیں آپی......" شدتِ غم سے اسٹیئرنگ پر سر مار کر وہ پھوٹ پھوٹ کے رو دی۔

سڑک کے عین وسط میں گاڑی کھڑی تھی اور وہ ہچکیوں سے رو رہی تھی۔

+++

گاڑی کا دروازہ کھڑاک سے بند ہونے کی آواز پر اماں نے دانیال کی طرف

دیکھا۔

''نانو! شاید ماہیا آنٹی آئی ہیں......'' دانیال نے کہا۔

''کچھ دیر پہلے ہی تو گئی ہے...... وہ کیسے آ سکتی ہے......؟'' انہوں نے یقین کے ساتھ کہا...... اس سے پہلے کہ دانیال کچھ کہتا، کمرے کا دروازہ کھلا اور وہ سرخ انگارہ آنکھوں کے ساتھ ہچکیاں لیتی ان سے آ کر لپٹ گئی۔

''ماہیا...... ماہیا! میری جان! کیا ہوا......؟''

''اماں! آپ ہسپتال جائیں...... میں نیلو آپی کو مرتا نہیں دیکھ سکتی...... مجھے کہیں چھپا دیں۔''

وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔ اماں کے ہاتھ پاؤں کانپنے لگے۔

''یہ کیا کہہ رہی ہو؟...... میری نیلو مر رہی ہے کیا......؟''

''ہاں اماں! وہ نجانے کب، کس وقت ہمیں چھوڑ جائیں۔ آپ جائیں۔ جی بھر کے انہیں دیکھ لیں۔''

''نہیں...... ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟...... میری نیلو کے تو سر میں درد ہے بس۔'' وہ نیم دیوانوں کی طرح بولیں۔

''آنٹی! ماما مر جائیں گی......؟'' دانیال جیسے پتھر کا بن گیا۔

ماہیا کو اس کا خیال آیا تو وہ چونکی، اسے بانہوں میں بھر لیا۔

''دانی! تم بہت بہادر بچے ہو...... تمہیں یہ حوصلہ کرنا ہے...... اپنی ماما کی جدائی برداشت کرنی ہے۔'' اس نے روتے ہوئے سمجھانے کی کوشش کی۔

''میری ماما...... نہیں آنٹی! مجھے ماما کے بغیر نہیں رہنا......'' وہ اس کے بازوؤں میں بکھر گیا۔

''اللہ نہ کرے۔ میرے چاند کو ماما کے بغیر رہنا پڑے...... یہاں میرے پاس آؤ......'' اماں نے دانیال کو اپنے گلے سے لگا کر تسلی دی۔ مگر اپنے آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر دانیال کے بالوں میں جذب ہوتے گئے۔

''ماہیا! ہمت سے کام لو...... تم نے ہمت ہار دی تو ہمارا کیا ہو گا......؟'' وہ رقت آمیز لہجے میں بولیں۔

''اماں! ہمت جواب دے گئی ہے...... کہاں سے لاؤں ہمت...... پتھر کا جگر چاہئے۔'' وہ پھر سے سسک اٹھی۔

''مجھے ہسپتال لے چلو۔''

''آپ ڈرائیور کے ساتھ جائیں...... میں آپی کو اس حال میں نہیں دیکھ سکتی۔''

''اچھا...... کچھ دیر کے بعد آ جانا...... دانیال کو اپنے ساتھ رکھو...... یہ سہم گیا ہے۔''

''نانو! میں آپ کے ساتھ چلوں گا۔'' وہ رندھے ہوئے گلے کے ساتھ بولا۔

''نہیں بیٹا! ایسی فکر والی کوئی بات نہیں ہے...... آپ ماہیا آنٹی کے ساتھ آ جانا۔''

''نہیں نانو...... میں نے آپ کے ساتھ جانا ہے۔'' وہ بضد تھا۔

''لے جائیں اماں! اچھی بات ہے، یہ ماما کی صورت جی بھر کے دیکھ لے۔ اسے صبر تو آ جائے گا......'' ماہیا نے کہا۔

بیگم سلیم الزماں لڑکھڑاتے قدموں سے اٹھ کر کھڑی ہو گئیں۔

سب ٹی وی لاؤنج میں جمع تھے۔

بیگم ادریس، احمد علی اور نازش سر جوڑے گفت وشنید میں مصروف تھے۔

زین اور عروشہ بڑی دلچسپی سے ٹی وی پر کارٹون دیکھ رہے تھے۔

تمکین، مژگاں کو نہلانے کے لئے اپنے کمرے میں لے گئی تھی۔

اسجد دفتر تھا۔

''نازش بی بی! کوئی صاحب آپ سے ملنے آئے ہیں۔'' کریموں مالی نے آ کر اطلاع دی تو نازش کی ہنسی نکل گئی۔

''کریموں! تمہاری بیوی نے تو تمہاری مت مار دی ہے...... احمد صاحب سے ملنے آئے ہوں گے۔''

''نہیں جی...... آپ چل کر پوچھ لیں...... انہوں نے آپ کا ہی نام لیا ہے۔''

''بھئی جا کر دیکھ لو...... میرا مہمان ہو تو آ کر بتا دینا۔'' احمد علی نے مداخلت کی۔

''آپ بھی ساتھ چلیں۔

''تم چلو، میں آتا ہوں۔ کریموں! تم مہمان کو ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ۔''

''بٹھا دیا ہے جی......'' کریموں نے کہا اور چلا گیا۔

نازش دوپٹہ شانوں پر پھیلا کر ڈرائنگ روم کی طرف چل دی۔

''آداب......'' جونہی پردہ ہٹا کر وہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی تو پہلے سے موجود خوبرو، حسین نوجوان نے بے تکلفی سے کہا۔

''آداب!''

نازش کو اس نے بہت متاثر کیا۔

''معافی چاہتا ہوں آپ کو زحمت دی...... دراصل یہ زحمت ضروری ہو گئی تھی۔'' اس نے بات کا آغاز کیا۔

''میں نے آپ کو پہچانا نہیں......؟'' وہ نرمی سے کہہ کر اس کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئی۔

''میرا نام شہریار بیگ ہے...... میں دانیال کے دوست عاطف کا چچا ہوں۔'' وہ بولا۔

''اچھا...... دانیال کے سلسلے میں کوئی بات ہے......؟'' اس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

''جی نہیں...... میرا اپنا سلسلہ ہے جو میں مس ماہیا سے جوڑنا چاہتا ہوں...... **I love her**...... اس کے بنا جینے کا تصور بھی محال ہے۔'' وہ انتہائی سادگی اور سچائی کے ساتھ کہتا چلا گیا۔

نازش کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں...... وہ سچ مچ، سچ کہہ رہا تھا۔ اس جیسا شخص جھوٹ بول ہی نہیں سکتا تھا...... نازش گنگ رہ گئی۔

''آپ سن رہی ہیں نا میری بات......؟'' اسے چپ دیکھ کر وہ بولا۔

''جی...... جی، پلیز آپ آہستہ بولیں۔ دراصل آپ نہیں جانتے کہ اس گھر کے لئے ماہیا کی کیا حیثیت ہے......؟'' اس نے دبے دبے لہجے میں کہا۔

''میں سمجھا نہیں......؟''

''میں سمجھا بھی نہیں سکتی...... آپ کی بات سمجھنے کی کوشش کر رہی ہوں۔''

''میں اپنے ڈیڈی کو آپ کے گھر...... آئی مین ماہیا کے گھر بھیجنا چاہتا ہوں۔ مگر احسن صاحب نے انکار کر دیا ہے۔''

''انہوں نے ٹھیک کیا ہے...... ایک جگہ رشتہ طے ہو چکا ہو تو دوسروں کو کیوں بلایا جائے......؟''

کہنے کو تو وہ یہ بات کہہ گئی مگر دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے کر مسل ڈالا۔

''اچھے رشتے کو ترجیح دینی چاہئے۔''

"رشتہ وہ اچھا ہی نہیں، بہت اچھا ہے۔" اس نے دبی دبی آواز میں کہا، اُسے اپنی ہی آواز پرائی لگی۔

"کیا ماہیا پسند کرتی ہیں......؟"

"بہت ...... بہت زیادہ......" وہ ہکلائی۔

"مجھے یقین نہیں آتا...... آپ ایک بار ان سے میرے لئے بات تو کریں۔"

"میں ...... کس سے......؟"

"ماہیا سے......"

"کوشش کروں گی ...... لیکن فی الحال نہیں۔ کیونکہ اس وقت ہمارے گھر میں بہت پریشانی ہے ...... میری سسٹر ہسپتال میں داخل ہیں۔ ایسے میں یہ بات کرنا مناسب نہیں۔"

"ٹھیک ہے ...... حالات بہتر ہوں تو آپ بات ضرور کریں۔"

"جی...... آپ چائے لیں گے یا ٹھنڈا......؟"

"جی شکریہ ...... یہ میرا کارڈ رکھ لیں ...... اگر ماہیا سے بات ہو جائے، وہ میرے لئے ووٹ دے دیں تو اطلاع کر دیجئے گا۔"

اس نے جیب سے اپنا کارڈ نکال کر اس کی طرف بڑھایا۔

"بہتر...... لیکن یہ بات چیت احسن بھائی ہی کریں گے آپ سے۔"

"او کے! لیکن پہلے آپ ماہیا جی کو تو راضی کر لیں......" وہ بولا۔

"ٹھیک ہے...... خدا حافظ۔" اس نے کہا۔

وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد وہ ڈرائنگ روم سے باہر نکلی تو ٹھٹک گئی ...... اسجد طنزیہ نظروں سے گھور رہا تھا ...... اس نے اس کے ہاتھ سے کارڈ جھپٹ کر پڑھا اور واپس تھما دیا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے اسجد......؟" اس نے کچھ خفگی کا مظاہرہ کیا۔

"بدتمیزی ہی ہے، بدتہذیبی تو نہیں بھابی جی!" وہ زہریلی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"کیا کہنا چاہتے ہو......؟" اس نے ڈپٹ کر کہا۔

"سب کچھ جانتے بوجھتے ہوئے میرے اور ماہیا کے ارمانوں کا سودا کرنا چاہتی ہیں آپ......؟"

"اسجد! جسٹ شٹ اپ ...... میں ایسا کر سکتی ہوں کیا......؟" وہ شدید غصے سے چلائی۔

"آپ اپنے آپ سے یا پھر اس کارڈ سے یہ سوال کریں ...... میرے لئے تو سب کچھ سن لینا ہی کافی ہے......" یہ کہہ کر وہ پاؤں پٹختا ہوا وہاں سے اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

وہ مجرم سی بنی مُردہ قدموں کے ساتھ اپنے کمرے کی طرف چل دی۔ کانوں میں اس کی زہریلی آواز گونج رہی تھی اور نگاہوں میں طنزیہ مسکراہٹ۔

احمد اس کی حالت دیکھ کر متفکر سے ہو گئے۔

"نازش! کیا ہوا......؟ کون تھا......؟"

اس نے ہاتھ میں پکڑا کارڈ احمد کی طرف بڑھا دیا اور خود صوفے پر گر سی گئی۔

+++

"نصیر محمد! ...... اس بیڈ روم کی صفائی تم کرتے ہو......؟"

واش روم سے باہر نکلتے ہوئے اس نے ملازم سے پوچھا ...... وہ اس کے کہنے پر کافی لے کر آیا تھا۔

"جی چھوٹی بی بی!" اس نے ادب سے کہا۔

"دیوار سے تصویر کہاں گئی......؟" اس نے احسن بھائی اور نیلوفر آپی کی بڑی سی تصویر کے بارے میں پوچھا۔

"وہ جی سٹور میں رکھ دی ہے۔" اس نے سادگی سے جواب دیا۔

"کیا......؟ تمہاری جرأت کیسے ہوئی کہ تم اتنی قیمتی تصویر سٹور میں رکھ دو؟" وہ دھاڑی۔ ملازم سہم گیا۔

"چھوٹی بی بی! بڑے صاحب نے تصویر دی تھی۔"

"احسن بھائی نے......؟ کیا انہیں نیلو آپی کے جانے کا یقین بھی ہو گیا......؟"

وہ غم و غصے سے چکراتے سر کو تھام کر کرسی پر بیٹھ گئی ...... سر کا درد کم کرنے کے لئے اس نے کافی منگوائی تھی۔

اس نے ہاتھ کے اشارے سے نصیر محمد کو بھیج دیا اور خود کرب سے ہونٹ چبانے لگی۔

''یا اللہ! تُو نے مردوں کے سینے میں گوشت پوست کے دل کی جگہ پتھر رکھ دیا ہے ...... انہیں کس مٹی سے تخلیق کیا ہے کہ عورت کی مہر و اُلفت کے بدلے میں بھی یہ ہرجائی بے وفائی کرتا ہے ...... اتنی جلدی اپنے پہلو میں جگہ بدل لیتا ہے ...... بیوی اس کی توجہ اور قرب کے انتظار میں موت سے لڑ رہی ہے اور اس نے اس کی تصویر کو سٹور میں پھینک دیا۔''

وہ اندر کی تڑپ کے ہاتھوں بے قرار ہو کر اس کمرے سے نکل آئی ...... اپنے حصے میں پہنچ کر اس نے دکھ سے پلٹ کر دیکھا، اسے چاروں طرف ہنستی مسکراتی نیلوفر ہی دکھائی دی۔ بے اختیار ہی اس کی آنکھیں چھلک اٹھیں۔

اسی لمحے ملازم نے آ کر اطلاع دی۔

''چھوٹی بی بی! آپ کا فون ہے۔''

''ہنہ ...... کہاں سے ...... کس کا......؟'' وہ بڑبڑاتی ہوئی اندر کی طرف بھاگی۔

''ہیلو......'' پھولی سانس کے ساتھ وہ فقط اتنا کہہ سکی۔

''خیریت......؟'' دوسری طرف سے اسجد نے پوچھا۔

''اوہ ...... اسجد! میں بہت اپ سیٹ ہوں......'' وہ لمبا سانس لے کر اطمینان سے بولی۔

''میں وجہ جانتا ہوں ...... اس لئے خود بھی اپ سیٹ ہوں۔''

''تھینک یو اسجد!'' وہ تشکر سے بولی۔

''کیا ہم اس وقت مل سکتے ہیں......؟''

''نہیں ...... میں کچھ دیر میں ہسپتال چلی جاؤں گی ...... نیلو آپی آئی سی یو میں ہیں......''

''کچھ دیر کے لئے ...... میں بہت ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔''

''ایسا کرو، ہسپتال ہی آ جاؤ۔''

''وہاں نازش بھابی اور احمد بھائی پہلے سے موجود ہیں۔''

''تو کیا ان سے بھی سیکرٹ ہے کچھ......؟'' اس نے حیرت سے پوچھا۔

''پتہ نہیں ...... تاہم میں ان کی موجودگی میں تمہیں ملنے نہیں آ سکتا۔''

''تو ٹھیک ہے ...... پھر کسی اور دن پر رکھ لو۔'' وہ متانت سے بولی۔

''کب......؟''

''اسجد! آپی کی وجہ سے میں بہت ڈسٹرب ہوں ...... کسی بھی لمحے کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ اس لئے میں تو ابھی سے آنسوؤں میں ڈوب چکی ہوں۔''

''اوکے! میں سمجھ سکتا ہوں ...... مگر دیکھو، غفلت میں دیر نہ کر دینا۔''

''اسجد؟ آئی لو یو ویری مچ......''

''آئی لو یو ٹو......''

''اوکے بائے۔''

''بائے۔''

فون کر کے پلٹی تو ششدر رہ گئی ...... نازش اس کے پیچھے کھڑی سب کچھ سن رہی تھی۔

''آپ......؟''

''اسجد کا فون تھا......؟'' نازش نے پوچھا۔

''ہنہ......''

''کیا کہہ رہا تھا......؟''

''پریشان تھا ہم سب کی وجہ سے......'' اس نے قریب پڑی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''چلو، میں تمہیں لینے آئی ہوں ...... نیلوفر کی زبان پر صرف تمہارا اور دانیال کا نام ہے......'' نازش نے سنجیدگی سے کہا۔

''میں ان کا سامنا نہیں کر سکتی۔''

''ہم بہت سے موقعوں پر اپنے آپ کا بھی سامنا نہیں کر سکتے۔ مگر کرتے

ہیں۔ سب کچھ ہماری مرضی اور پسند سے نہیں ہوتا ...... بہت کچھ اچانک بدل جاتا ہے۔'' نازش نے کہا۔

''خیر ہے ...... آپ اُلجھی اُلجھی باتیں کر رہی ہیں......؟'' اس نے حیرت سے پوچھا۔

''دیر نہ کرو ...... اماں نے اور احسن بھائی نے فوراً آنے کو کہا ہے۔''

''کیا احسن بھائی ہیں وہاں......؟''

''ہاں......''

''حیرت ہے......'' وہ طنزیہ کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

+++

سب کو کمرے سے باہر بھیج کر ڈاکٹر احسان نے ماہیا کو نیلوفر کے بلانے پر اندر بھیج دیا۔

وہ شدید تکلیف میں آخری لمحات سے گزر رہی تھی ...... اس کی ٹھہری ہوئی پتلیوں میں اضطراب اور ملال تھا ...... وہ کچھ کہنے کو بے چین تھی۔ ماہیا کا چہرہ دیکھ کر وہ جیسے جی اٹھی۔ اس نے دھیرے سے دایاں ہاتھ اٹھایا اور انگلی سے اپنی آنکھوں کی طرف دیکھنے کا اشارہ کیا۔ ماہیا اس کی طرف جھکی۔

''آپی! آپ ٹھیک ہو جائیں گی ......''

نیلوفر نے نفی میں گردن ہلا کر اس کی بات کا جواب دیا۔

ماہیا نے اس کا برف کی طرح کا ٹھنڈا ہاتھ تھام کر کہا۔

''مایوسی گناہ ہے......'' اس کے ساتھ ہی نیلوفر کی آنکھوں سے موٹے موٹے موتی ٹوٹ کر دائیں بائیں تکیے میں جذب ہو گئے۔

''آپ کہئے ...... کیا کہنا ہے ...... میں ہوں نا......'' ماہیا نے وفورِ محبت سے اس کی پیشانی چومتے ہوئے یقین دلایا۔

''اح...... احسن ...... بے...... بے وفا......'' نیلوفر کے لبوں نے جنبش کی تو ماہیا کو دُکھ کے ساتھ حیرت بھی ہوئی ...... اس حالت میں بھی وہ احسن بھائی کے متعلق اس طرح سوچ رہی تھیں۔

''احسن بھائی آپ کے پاس ہیں ...... باہر ہیں ...... بہت پریشان ہیں۔'' اس نے چٹا کورا جھوٹ بول دیا۔

''نہ ...... مجھے نہیں ...... مل ...... ملنا...... وہ چہرہ ...... میں نے ...... نہیں دیکھنا......'' اشکوں کی جھڑی کے ساتھ ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں وہ بہت کچھ کہہ گئی۔

ماہیا کا دل کٹ کے رہ گیا۔

''آپ ٹھیک ہو کر گھر چلیں ...... پھر میں احسن بھائی سے بات کروں گی ...... میں دیکھوں گی وہ دوسرا چہرہ ......'' تسلی میں زہر آلود تاثر تھا۔

''نہ ...... میں نہیں رہ......'' ادھورے جملے کے ساتھ وہ لمبی لمبی سانسیں لینے لگی۔ سینہ پھڑ پھڑانے لگا ...... اس کا ہاتھ سختی سے اپنے ہاتھ میں جکڑ کے وہ نیم وا آنکھوں سے صرف دیکھ رہی تھی۔

''دا ...... دانیال کا ...... خیال......'' مدھم آواز میں وہ پھر بولی تو ماہیا تڑپ اٹھی۔ بے اختیار اس کے ہاتھ چومنے لگی ...... اس کا چہرہ چومنے لگی۔ وہ اس کے بازوؤں کے حصار میں تھی۔

ڈاکٹر کے خیال سے ماہیا اسے چھوڑ کر باہر بھاگی ...... مگر دروازے پر ہی جم گئی ...... اس کے سرد ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے اسے صاف محسوس ہوا تھا کہ یہ ساتھ ہمیشہ کے لئے چھوٹ گیا ہے......

اس نے ہچکی دباتے ہوئے اپنے ہاتھ کو دیکھا، اس میں وہ ٹھنڈک موجود تھی جو نیلو آپی کے ہاتھ سے منتقل ہوئی تھی۔

وہ پاگلوں کی طرح چیخ کر پھر اس کی طرف پلٹی۔ مگر اب کی بار نیم وا آنکھیں بند ہو چکی تھیں ...... ایک مکمل جامد سناٹا اس کے چاروں جانب پھیل چکا تھا۔

وہ دیوانہ وار اس سے لپٹ گئی ...... اسے چومنے لگی ...... پیار کرنے لگی۔

لیکن وہ تو جیسے صدیوں کی کرب ناک مسافت طے کر کے سوئی تھی ...... ایک ہلکی سی بھی حرکت اس میں نہیں ہوئی ...... البتہ اس کی چیخوں سے ...... ہچکیوں سے باہر موجود تمام لوگ پریشان ہو کر اندر آ گئے ...... اور فوراً جان گئے کہ کون سا سانحہ

گزر گیا ہے...... کون سی قیامت گزر گئی ہے......!

+++

موت کی حقیقت کس قدر طاقت ور اثر رکھتی ہے......

زندوں کے درمیان سے کسی کا چلے جانا اور پھر کچھ عرصہ ان زندوں کا سکوت میں آ جانا...... سہم جانا بڑا دردناک ہوتا ہے۔

بین، دبی دبی سسکیوں میں بدل جاتے ہیں...... در و دیوار خاموشی سے اشک بار دکھائی دیتے ہیں...... جانے والے کی محبت و اُلفت دلوں میں ہلچل مچاتی ہے، تڑپاتی ہے...... اِک شور سا اُٹھتا ہے اور پھر روتے روتے نڈھال ہو کر ایک دوسرے کو تسلیاں دی جاتی ہیں۔

نیلوفر جیسی ہر دلعزیز شخصیت کی موت نے سب کو ہلا کر رکھ دیا۔

بیگم سلیم الزماں کی تو پلکوں سے نہ رکنے والا سیلاب تھا جو بہے چلا جا رہا تھا۔

دانیال کا سہم اور حزن سے یہ حال تھا کہ اس کو سینے سے لگائے بیگم سلیم الزماں بکھرنے سے بچا رہی تھیں...... حقیقتاً تو وہ بکھر چکا تھا۔ باپ تھا فاصلے پر...... ایک ماں ہی قریب تھی سو وہ بھی ہمیشہ کے لئے دور ہو گئی تھی۔

ماہیا بے ہوشی کی حالت میں تھی...... نازش اور بوا بھیگی پلکوں کے ساتھ اس کے بستر کے قریب تھیں۔

احمد، اسجد، احسن نے تعزیت کے لئے آنے والوں کو سنبھال رکھا تھا...... نیلوفر کو رخصت ہوئے تیسرا دن تھا مگر سوگ اور ماتم بالکل تازہ تھا۔ اس کے جانے کا کسی کو یقین ہی نہیں آ رہا تھا...... مگر یہ سچ تھا کہ وہ جا چکی تھی...... ہمیشہ کے لئے...... دُکھ اور اُداسیوں کی دنیا سے دور۔ احسن کی نارسائی کے صدموں سے دور...... تنہائی کے کرب سے آزاد...... سر سے پیر تک آرام و سکون میں آ گئی تھی۔

سب کو اس کی جان لیوا بیماری پر افسوس تھا...... کوئی نہیں جانتا تھا کہ یہ بیماری کب اور کیوں اسے لگی؟ یہ صرف ماہیا جانتی تھی کہ آخری لمحوں تک وہ احسن کے دیئے ہوئے دُکھ گن رہی تھی...... اس کی جفاؤں کے صدمے سے نڈھال تھی...... اور شاید مرتے مرتے اس نے بے وفائی کی وہ داستان پوری پڑھ لی تھی۔

تبھی تو ٹوٹے پھوٹے جملوں اور بے ترتیب سانسوں میں شدید اضطراب اور نامکمل اظہار تھا۔ ماہیا کا دل درد کی شدت سے تڑپ اٹھا...... ایک دم اٹھ بیٹھی تو بوا نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

''اُٹھو میری بچی! کچھ ہمت سے کام لو...... دیکھو، دانیال نے ایک گھونٹ پانی بھی نہیں پیا ہے...... وہ سہما سمٹا بیٹھا ہے۔''

بوا نے یہ بتا کر اس کا دل چیر ڈالا۔ وہ بے قرار ہو کر بستر سے اتری اور اماں کے کمرے کی طرف بھاگی...... وہاں نازش، تمکین، بیگم ادریس، سب بچے سوگوار بیٹھے تھے...... صرف سہما ہوا دانیال تھا جو گھٹنوں پر سر رکھے خاموش بیٹھا تھا۔ اماں نے اس کی کمر پر اپنا ہاتھ رکھا ہوا تھا۔

وہ دانیال کو کھینچ کر بانہوں میں بھر کے واپس اپنے کمرے میں آ گئی...... دانیال اسی قرب کا تو منتظر تھا۔ تین دن سے ماں کے بعد وہ اس کی محبت سے بھی محروم تھا...... اس کے بازوؤں میں آیا تو پھوٹ پھوٹ کے رو دیا۔

''نہیں...... نہیں میری جان! روتے نہیں......'' اس نے اس کی پلکیں اپنے دوپٹے کے پلو سے صاف کیں۔

''ماہیا آنٹی! ماما کیوں چلی گئیں......؟'' وہ سسکا۔

''اپنی مرضی سے کون جاتا ہے...... اللہ کی مرضی تھی بس۔'' اس نے دلاسہ دیا۔

''آنٹی! مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔''

''ارے کیوں...... ہم سب کے ہوتے ہوئے......؟'' اسے سینے سے لگاتے ہوئے پوچھا۔

''بابا تو اپنے کمرے میں رہتے ہیں۔''

''اب وہ تمہارے پاس رہیں گے...... اور پھر میں جو ہوں، آپ میرے پاس رہنا۔''

''بابا، ماما کے کمرے میں کبھی نہیں آئیں گے۔''

''نہ آئیں...... وہاں ہم رہیں گے۔'' اس نے دلار سے اس کے گھنے بالوں

میں انگلیاں پھیریں۔

"بابا تو کبھی میرے ساتھ کھانا بھی نہیں کھاتے۔"

"آپ فکر نہ کرو...... سب ٹھیک ہو جائے گا۔ جس کا دکھ تھا وہ تو چلی گئی۔ اب سب ٹھیک ہو جائے گا...... بس آپ بہادر بچے بنو۔ فریش ہو کر میرے ساتھ کھانا کھاؤ۔" اس نے اتنے پیار سے کہا کہ وہ فوراً راضی ہو گیا۔

"بوا...... بوا! ہمارا کھانا لے کر آؤ......" اس نے آواز دے کر کہا۔

"شاباش......! دانیال کی وجہ سے ہم سب بہت پریشان تھے۔" بوا ٹرے میں کھانا لئے بھاگی چلی آئیں۔

"بوا! احسن بھائی کو دانیال کا خیال نہیں آیا......؟" اس نے پوچھا۔

"وہ باہر مہمانوں میں گھرے ہوئے ہیں...... احمد میاں یتیم خانے اور مدرسے دیگیں چھوڑنے گئے ہیں۔" بوا نے بتایا۔

"اور باقی سب......؟" اس نے دانستہ جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"باقی، تمکین بٹیا، بیگم ادریس اور اسجد ابھی کچھ دیر پہلے چلے گئے ہیں۔"

"اچھا......" اس کا لہجہ بہت مدھم تھا۔ بوا نے محسوس کیا۔

"اسجد کچھ کھنچا کھنچا، بجھا بجھا سا لگتا تھا......" بوا نے کہا۔

"کیوں......؟"

"پتہ نہیں......"

"چلیں چھوڑیں بوا! کون کیسا ہے؟ ہماری تو اپنی دنیا میں اتنی بڑی تبدیلی آ گئی ہے......" دانیال کو واش روم سے باہر آتا دیکھ کر وہ پلیٹ میں سالن ڈالنے لگی۔

"سب مہمانوں کے جانے کے بعد ہی تو سناٹا محسوس ہو رہا ہے۔ نیلوفر والے حصے کی طرف تو دیکھا بھی نہیں جا رہا۔"

"بوا! آپ اماں کا بھی خیال رکھیں...... وہ بہت دکھی ہو گئی ہیں۔" بوا کو ٹالنے کے لئے وہ بولی۔ دراصل بوا نے غیر ارادی طور پر نیلوفر کا ذکر کرتے رہنا تھا۔ دانیال کے لئے فی الحال اس حوالے سے بچنا ضروری تھا۔ تین دن میں ہی وہ کملا

کر رہ گیا تھا۔

+++

سب لوگوں کو سونے کے لئے مجبور کر کے اماں نے احسن کے کندھے پر شفقت بھرا ہاتھ رکھ کر انہیں بھی آرام کے لئے ہدایت کر کے بھیج دیا۔

وہ تھکے تھکے سے اپنے پورشن کی طرف آ گئے...... حد درجہ اُداسی اور خاموشی نے ان کا استقبال کیا۔ ہر چیز جیسے اپنی مالکن کا سوگ منا رہی تھی۔

وہ اُلجھے اُلجھے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے ٹی وی لاؤنج میں ہی صوفے پر گر سے گئے...... ان کی حالت خلافِ معمول تھی...... اس سے پہلے بھی وہ دیر دیر سے اس طرح آتے تھے۔ نیلوفر کے کمرے کے سامنے سے بڑی بے رحمی سے گزر جاتے تھے۔ خوشگوار موڈ میں فریش ہو کر لطیف خوشبو کا چھڑکاؤ کر کے لمبی سی میز پر بیٹھ کر کھانا کھاتے، ٹی وی دیکھتے، کافی سے لطف اندوز ہوتے...... ایسے میں بھولے سے بھی انہیں نیلوفر کا خیال نہیں آتا تھا۔ وہ سر درد سے بے حال بھی ہوتی رہتی تو وہ رسمی سے جملے کہہ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ جاتے۔

آج پہلا موقع تھا کہ ان کا پورا وجود پتھر کا ہو رہا تھا۔ چاروں طرف سے نیلوفر کی یادیں جھانک رہی تھیں...... وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھ رہے تھے...... آج وہی کیوں ہستی کا ساماں بن گئی تھی؟...... کوئی دوسری شریر، شوخ جس کیوں دل میں چٹکیاں نہیں لے رہی تھی؟...... کوئی انوکھی سی گدگدی کیوں نہیں ہو رہی تھی؟...... نیلوفر کی یاد سے چڑچڑاہٹ کیوں نہیں جاگ رہی تھی......؟

وہ بوجھل دل و دماغ کے ساتھ ٹہلنے لگے۔

"احسن رضا! جس یقینی تبدیلی کے تم منتظر تھے، اس تبدیلی پر بے چین و مضطرب کیوں ہو؟...... اس آزادی کا خیر مقدم کیوں نہیں کرتے؟"

ان کے اندر سے ایک آواز اٹھی۔ وہ آواز پر ٹپٹائے۔ جیب سے سگریٹ نکال کر سلگایا اور پھر نیلوفر کے کمرے کی طرف آ گئے...... ہلکی سی چرچراہٹ سے دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہو گئے...... آج بیڈ خالی تھا۔ نیلوفر کی مہک ابھی کمرے میں باقی تھی۔

’کیا تمہارے احساس سے ہی اِک نیا احساس جنم لیتا تھا......؟‘ انہوں نے دھواں فضا میں چھوڑتے ہوئے سوچا۔

کمرے کی لائٹ آن کر کے وہ چند لمحے کھڑے رہے اور پھر بنا لائٹ آف کئے کمرے سے باہر نکل آئے۔

اپنے کمرے میں پہنچ کر انہوں نے تھوڑا سا اطمینان محسوس کیا۔

واش روم میں غسل کر کے ہلکے سے شلوار سوٹ میں خود کو کافی ترو تازہ محسوس کیا...... نیند تو آنکھوں سے کوسوں دور تھی ...... ایک دم ہی انہیں دانیال کا خیال آیا۔ وہ کچھ بے چین ہو گئے۔ ہاتھ بڑھا کر انٹرکام کا بٹن دبایا۔

’’جی......؟‘‘ ماہیا نے بادل نخواستہ کہا۔

’’دانیال ٹھیک ہے......؟‘‘ انہوں نے مختصراً پوچھا۔

’’خبر گیری کا شکریہ احسن بھائی! وہ بالکل ٹھیک ہے۔‘‘ وہ طنز نہ چھپا سکی۔

’’اسے میرے پاس بھیج دو......‘‘ لہجہ سخت تھا۔ وہ کچھ نرم پڑ گئی۔

’’وہ آرام سے سو گیا ہے ......آپ فکر نہ کریں۔‘‘

’’وہ سوتے میں ڈر جاتا ہے ......خیال رکھنا......‘‘ پہلی مرتبہ ان کے لبوں سے اتنی فکرمندی کی بات سن کر اسے حیرت ہوئی۔

’’اسے تو ویسے تنہا سونے کی عادت ہے احسن بھائی!‘‘

’’شب بخیر......‘‘ انہوں نے سنجیدگی سے کہا اور انٹرکام بند کر دیا۔

چند لمحے وہ سوچتے رہے ...... اس بات میں کتنا سچ اور وزن تھا؟ انہوں نے تو کبھی بیوی اور بیٹے کی تنہائی کی فکر نہیں کی تھی۔ ان کے دل کی دھڑکن کے شور نے انہیں کچھ سوچنے سمجھنے ہی نہیں دیا تھا۔

نیلوفر کی رفاقت میں ہر لمحہ، ہر پل وہ اسی ترنگ اور خوشی میں زندہ رہے جسے ان کا دل سچی محبت کہتا تھا ...... اس نئی محبت کی مہک میں قید ہو کر وہ پُرسکون نیند سوتے تھے ......لبوں پر سوتے میں بھی مدھر مسکان ان کے لبوں پر رقصاں رہتی تھی۔

ایک آدھ بار نیلوفر نے سوتے میں آ کر دیکھا اور اگلے دن شکوے کے انداز

میں جتلایا بھی۔

آج تک جب نیلوفر کا جملہ یاد آتا تو وہ اس کے مشاہدے کی داد ضرور دیتے ...... اور پھر اس بات پر طنزیہ ہنستے بھی کہ پلکوں کے پیچھے کس کی تصویر لے کر سوتا ہوں، وہ تو نیلو بیگم! تم نے کبھی دیکھی ہی نہیں۔

ہر رات ان کی جواں محبت نئے روپ اور نئے لباس میں سج کر ان سے لپٹ کر سوتی تھی ...... ہر صبح وہ بہت اُمنگ اور ترنگ کے ساتھ بیدار ہوتے تھے۔ ایسے میں دانیال اور نیلوفر بالکل غیر اہم ہو جاتے تھے ......سرے سے انہیں نظر ہی نہیں آتے تھے۔ اگر نظر پڑ بھی جاتی تو غصے یا چڑچڑے پن کا شکار ہو جاتے۔ نیلوفر تو سر تھام کے رہ جاتی۔

’’اوہ......!‘‘

وہ اسے یاد کر کے بند آنکھوں کو بائیں ہاتھ کی انگلیوں سے مسلنے لگے۔ پھر ساری رات ایک سگریٹ کے بعد دوسری سگریٹ پھونکتے رہے ...... ٹہلتے رہے ......سو نہیں سکے۔

+++

اگلی صبح ان کی طبیعت ناساز تھی۔

سرخ آنکھوں کے ساتھ......

تیز بخار کی حالت میں......

وہ دانیال کو سکول کے لئے جگانے چلے آئے۔

ماہیا نے مُندی مُندی آنکھوں سے ہلکی سی روشنی میں بھی ان کی کیفیت کا اندازہ لگا لیا۔

’’احسن بھائی! آپ ٹھیک تو ہیں......؟‘‘

’’ہنہ ...... دانیال کو جگا کر بھیج دو۔ میں ناشتہ بنواتا ہوں۔ اس نے سکول جانا ہے۔‘‘ وہ یہ کہہ کر پلٹنے کو تھے کہ وہ بیڈ سے اتر کر ان کے سامنے آ گئی اور بے اختیار ہی ان کی کلائی تھام کر بخار کی شدت محسوس کرنے لگی۔

’’آپ کو تو بہت تیز بخار ہے...... آپ چل کر آرام کریں۔ میں آپ کے لئے

گولی لاتی ہوں۔" اسے ایک دم ہی ان پر رحم آنے لگا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں ...... دانیال کو تیار کراؤ ...... اس کے ایگزامز سر پر ہیں۔" وہ یہ کہہ کر چلے گئے۔

ماہیا کو سخت حیرت ہوئی اور افسوس بھی۔ اس توجہ اور محبت کی خواہش مند منوں مٹی تلے جا سوئی تو احسن رضا کو ہوش آیا۔

بادل نخواستہ اس نے دانیال کو اٹھایا۔ اسے سکول جانے کے لئے سمجھایا۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"ماہیا آنٹی! آپ بھی میرے ساتھ چلیں ...... میرا وہاں دل گھبرائے گا۔"

"ہائے میں صدقے ...... چلو میری جان!" اس نے تڑپ کر اسے اپنے گلے لگا لیا۔ اسے خود بھی اندازہ تھا کہ اس حصے میں کس قدر ویرانی ہو گی۔ ماں کی صورت دانیال کو ہر شے میں دکھائی دے گی۔

وہ اسے لئے وہاں پہنچی تو حیرت زدہ رہ گئی ...... خانساماں نے ناشتہ میز پر لگا دیا تھا ...... احسن بھائی خود تیاری کے ساتھ بیٹھے اخبار پڑھ رہے تھے۔

"گڈ مارننگ بابا!" دانیال نے کہا۔

"گڈ مارننگ!" انہوں نے اخبار رکھا اور اسے پیار سے کہا۔

"ناشتہ تو بوا وہاں بنا رہی ہیں احسن بھائی ......" ماہیا نے کہا۔

"نہیں ...... میں نے ان سب کو بھی یہیں بلایا ہے۔"

"لیکن ......"

"ماہیا! دانیال کو تیاری میں جلدی سے ہیلپ دو ...... سکول سے دیر نہ ہو جائے۔" وہ بہت سنجیدگی سے بولے۔

وہ گردن ہلا کر دانیال کے ہمراہ اس کے کمرے کی طرف چلی گئی۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں واپس آئے تو اماں، نازش، احمد بھائی، عروشہ، زین، بوا سب ناشتہ کر رہے تھے ...... نیلوفر کی کمی محسوس کر کے اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

بڑے قرینے سے اس نے پلکیں صاف کیں ...... پہلے ہی سب بہت اُداس اور چپ چپ تھے ...... اماں تو صدمے سے نڈھال تھیں ...... ایک ایک گھونٹ پر

سسکیاں اندر دم توڑ رہی تھیں۔

دانیال، احسن بھائی کے برابر بیٹھ گیا۔ ماہیا نے اس کی پلیٹ میں آملیٹ رکھا، لائس رکھے اور جوس کا گلاس سامنے کیا۔ وہ ناشتہ کرنے لگا۔

"احسن بیٹا! شاباش ...... آپ نے ہمت سے کام لیا۔ میری نیلوفر کی نشانی کو اسی طرح سنبھال کر رکھنا ......" اماں نے رقت بھری آواز میں کہا۔

"چچی اماں! دانیال تنہا نہیں ہے ...... آپ سب ہیں اس کے پاس۔ میرے پاس۔" وہ بولے۔

"اللہ خوش رکھے ...... ہماری تو آپ دونوں میں جان ہے میاں!" بوا نے اٹھ کر دست شفقت ان کے سر پر پھیرا۔

دانیال نے ناشتہ ختم کر لیا تھا ...... اس لئے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے ساتھ ہی احسن اٹھنے لگے۔ مگر دانیال نے ماہیا کا پلو پکڑ لیا۔

"آپ آرام کریں احسن بھائی، دانیال کے ساتھ میں جا رہی ہوں۔" ماہیا نے ہا اور دانیال کے ہمراہ ڈائننگ روم سے باہر نکل آئی۔

سارے راستے وہ دانیال کا ذہن بٹاتی رہی ...... اِدھر اُدھر کی باتوں میں لگی رہی۔ دوپہر کے کھانے کے لئے اس کی فرمائش پوچھتی رہی۔

جونہی سکول کے گیٹ پر پہنچے تو اس کا ماتھا چوم کر رخصت کیا۔ گاڑی ریورس کر رہی تھی کہ برابر سے شہریار کی گاڑی آگے آ گئی ...... اُسے مجبوراً رُکنا پڑا ......

اس نے کھڑکی سے چہرہ باہر نکال کر کہا۔

"مس ماہیا! پلیز، مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے ...... آپ سامنے گاڑی لے چلیں۔"

اس نے اس قدر سنجیدگی اور متانت سے کہا تھا کہ اسے بات ماننی پڑی ......

گاڑی پارک کر کے فرنٹ ڈور اس نے کھول دیا۔ کچھ دیر بعد وہ اپنی گاڑی لاک کر کے آیا اور اس کے برابر بیٹھ گیا۔

"شکریہ ماہیا جی!"

"اس بے تکلفی کی ضرورت نہیں ہے ...... مطلب کی بات کریں۔" وہ سنجیدگی

سے بولی۔

''دراصل آپ سے افسوس کرنا تھا...... آپ کی سسٹر کا افسوس کرنے میں اور ڈیڈی آئے تھے...... آپ سے ملاقات نہیں ہوئی تھی ...... اس لئے آپ کو دیکھ کر افسوس کرنے کے لئے میں نے روک لیا...... میں بھی عاطف کو چھوڑنے آیا تھا۔''

''آپ کا بہت شکریہ......لیکن افسوس تو آپ نے متعلقہ آدمی سے کرلیا تھا۔'' اس نے جواب میں کہا۔

''میرا تعلق آپ کے حوالے سے بنتا ہے۔''

''میرا آپ سے کیا حوالہ ہے......؟'' اس نے الٹا سوال کیا۔

''آپ میری منزل ہیں، میرا راستہ ہیں......'' اس نے صاف گوئی کا مظاہرہ کیا۔

''مسٹر شہریار! ہر منزل کا راستہ ایک ہی نہیں ہوتا۔''

''مگر میری منزل کا ہر راستہ آپ تک پہنچتا ہے۔''

''مجھے دیر ہورہی ہے شہریار صاحب!'' اس نے گاڑی اسٹارٹ کی۔

''اوکے! میں اس وقت آپ کو کسی پریشانی میں نہیں دیکھنا چاہتا ...... پھر ملیں گے۔'' وہ یہ کہہ کر گاڑی سے اتر گیا......

اس ناپسندیدہ جملے کو اس نے ہوا میں اُڑا کر گاڑی ریورس کی اور وہاں سے نکل آئی۔

* * *

وہ ناشتہ کئے بنا گاڑی کی چابی اٹھا کر باہر نکلا تو بیگم ادریس نے آواز دے کر پوچھا۔

''اسجد! ناشتہ کئے بنا کہاں جارہے ہو......؟''

''ماما! دل نہیں چاہ رہا......''

''یہ دل کو کیا ہوگیا ہے؟'' وہ کہتی ہوئیں قریب آگئیں۔

''ماما! مجھے آفس سے دیر ہورہی ہے......''

''میں دیکھ رہی ہوں چند روز سے تمہارا موڈ خراب ہے۔'' انہوں نے کچھ سختی سے پوچھا۔

''ایسا کچھ نہیں ہے......آپ آرام کریں......'' اس نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔

وہ متفکر سی وہیں لان میں پڑی کرسی پر بیٹھ گئیں۔

کچھ ہی دیر میں احمد علی کی گاڑی گیٹ سے اندر داخل ہوئی تو انہوں نے موڈ بہتر کیا۔

''آداب ماما!'' نازش اور احمد نے ان کے قریب آکر کہا۔ بچے ان سے لپٹ گئے۔

''جیتے رہو ...، بیٹھو......'' انہوں نے کہا تو وہ دونوں ان کے قریب کرسیاں کھینچ کر بیٹھ گئے۔

''خیریت رہی سب......؟'' انہوں نے نازش سے پوچھا۔

''جی ماما! اب تو سب خیریت ہی خیریت ہے ...... بس گھر پر ویرانی چھائی ہوئی ہے ...... ایک نیلوفر کے جانے سے سب تنہا تنہا لگتے ہیں......'' نازش گلوگیر

لہجے میں بولی۔

"ہاں بیٹا! یہ بہت بڑا سانحہ ہے...... اللہ سب کو صبر دے گا۔ احسن اور دانیال تو بہت اپ سیٹ ہوں گے۔"

"جی...... ویسے آج احسن بھائی نے ہمت سے کام لیا ہے، دانیال کو سکول بھیجا ہے...... اور خود آفس چلے گئے ہیں۔ اماں کو دوا دے کر، بوا کو ہدایت کر کے ہم آئے ہیں۔"

"بس آہستہ آہستہ سب تکلیف کم ہو جائے گی۔"

"ماما! یہاں تو سب خیریت رہی...... کہاں ہیں سب لوگ......؟" احمد علی نے پوچھا۔

"اللہ کا شکر ہے۔ تمکین اور مژگاں کمرے میں ہیں، اسجد ابھی دفتر گیا ہے۔"

"میں بھی جاتا ہوں......" احمد علی نے کہا۔

"چلے جانا...... پہلے میری بات سنو۔" انہوں نے تحکم سے کہا۔

"جی! کہیے......" وہ ماں کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"یہ اسجد کو کیا ہو گیا ہے؟"

"کیا مطلب......؟" احمد علی نے سوالیہ نظروں سے ماں کو دیکھا۔

"وہ کچھ اُکھڑا اُکھڑا سا ہے...... نہ ٹھیک سے کھا رہا ہے اور نہ پی رہا ہے۔"

"آپ نے کوئی بات کی ہے اس سے......؟" نازش نے پوچھا۔

"نہیں...... ابھی تو اس مسئلے پر آپ دونوں سے میری بات نہیں ہوئی۔"

"پھر کیا بات ہوئی......؟" احمد علی نے کہا۔

"یہی تو نہیں معلوم کہ اس کا موڈ کیوں خراب ہے...... تم دونوں اس سے پوچھو۔ میں جلد از جلد اس فرض سے سبکدوش ہونا چاہتی ہوں۔"

"ماما! جلدی نہ کریں...... کوئی عجلت بھی مناسب نہیں۔ تمکین اپنے گھر میں ہے۔ اسجد کہیں بھاگا نہیں جا رہا۔" احمد علی نے کہا۔

"ماما! احمد ٹھیک کہہ رہے ہیں...... اس سے پہلے اس الجھن کا پوچھ لینے دیں۔ پھر آپ نرمی سے اسے سمجھائیے گا۔" نازش نے بھی شوہر کی تائید کی۔

"تم دونوں کا کیا خیال ہے کہ وہ میرے فیصلے سے انحراف کرے گا......؟" انہوں نے خدشہ ظاہر کیا۔

"یہ بات نہیں ہے ماما...... دراصل کچھ بھی بدلنے کے لئے جلدی سے کام نہیں لینا چاہئے۔"

"چلو، چند دن بعد سہی۔"

"ٹھیک ہے ماما...... آج شام واپسی پر ہم اس سے پوچھیں گے۔" احمد علی یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہو گئے۔

"جاؤ، اللہ کے سپرد......" بیٹے کی سعادت مندی پر وہ کھل اٹھیں۔

"نازش! میرے ساتھ آؤ...... ذرا کپڑے نکالو۔ میں چینج کرنا چاہتا ہوں۔" احمد علی نے نازش سے کہا۔

نازش نے اشارتاً ساس سے اجازت لی اور شوہر کے پیچھے پیچھے چلی آئی۔

+++

احسن رات دیر سے لوٹے تھے......

سارے گھر کی لائٹس آف دیکھ کر وہ اپنے کمرے کی طرف چلے آئے......

لیکن انہیں نیلوفر کے کمرے میں روشنی دکھائی دی تو وہ واپس پلٹ کر اس طرف آ گئے۔

بیڈ پر دانیال کے ساتھ تقریباً بیٹھنے کے انداز میں وہ اونگھ رہی تھی۔ دانیال سو چکا تھا...... اس کے سوئے سوئے چہرے پر بے ترتیب اُلجھی اُلجھی لٹیں جھول رہی تھیں...... خوابیدہ روپ نے انہیں ساکت کر دیا...... مگر کہتے ہیں کہ عورت سوتے میں بھی مرد کی نظروں کی گرمی محسوس کر لیتی ہے۔ وہ ایک دم جاگ گئی۔ ان کی گہری بارُعب نگاہوں سے گڑبڑا گئی۔ وہ اپنے پیروں پر گھوم گئے۔

"اس طرح جاگتے میں سونے سے بہتر تھا کہ دانیال کو اپنے پاس سلا لیتیں۔" انہوں نے بھاری لہجے میں کہا۔

"جی دانیال کی ضد تھی ورنہ......" وہ سلیپر پاؤں میں ڈال کر کھڑی ہو گئی۔

"ورنہ کچھ اہمیت نہیں رکھتا...... ہم دلوں کے جذبوں کے ہاتھوں مجبور ہو کر

سب کچھ کرتے ہیں۔''

''لیکن اگر وہ جذبے نیک ہوں تو......'' وہ نہ چاہتے ہوئے بھی لہجے کے طنز کو نہ چھپا سکی۔

''جذبوں کی شدت یہ سوچنے ہی کب دیتی ہے کہ جذبے نیک ہیں یا بد......' انہوں نے اس کی خمار آلود نگاہوں میں جھانکا۔

''اور اس شدت کی وجہ سے کسی کا کتنا بڑا نقصان ہی کیوں نہ ہو جائے۔'' اس نے دھیمے سے کہہ کر قدم اٹھائے کہ وہ سامنے آ گئے۔

''کوئی جان بوجھ کر کسی کا نقصان نہیں کرتا ...... بس دل کے ہاتھوں مجبور ہو جاتا ہے۔'' ان پر اس وقت سحر طاری تھا۔ وہ نجانے کہاں سے بول رہے تھے۔ احساسِ جرم اور احساسِ بے بسی دونوں ساتھ ساتھ تھے......

وہ بنا کچھ کہے کمرے سے باہر نکل آئی اور وہ ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کر کے ایزی چیئر پر بیٹھ گئے ...... ان کے چاروں اطراف ماہیا کے جملے کی چنگاریاں اُڑ رہی تھیں ...... وہ ان کے دلی جذبوں سے نا آشنا ہوتے ہوئے کتنا کڑوا سچ بول گئی تھی ...... وہ جانتے تھے کہ اس نے نیلوفر کی موت کا ذمہ دار انہیں ٹھہرایا ہے۔ وہ ایسا نہ بھی کہتی تب بھی وہ خود جانتے تھے کہ نیلوفر کو انہوں نے کیا دیا ہے؟ اذیت ناک موت ...... لیکن وہ یہ تو نہیں جانتی تھی کہ اس کا ذمہ دار کون ہے......؟ کس کی آنکھوں کے سحر میں پھر کوئی نشہ نہ چڑھا، کس کے شبنمی لبوں کی نرمی نے اتنا ہنگامہ برپا کیا کہ پھر انہیں کچھ یاد نہ رہا ...... وہ تو رات دن اسی قیامت کی زد میں رہے۔ دل بچاتے تو نگاہیں چوٹ کھاتیں۔ نگاہوں کو بچاتے تو دل پارہ پارہ ہو جاتا ...... کچھ بھی تو وہ اپنی مرضی سے نہ بچا سکے۔ سب تہہ و بالا ہو گیا تھا ...... پوری ہستی اس کے خانوں میں بٹ گئی تھی ...... ہاتھ میں تو کچھ بھی نہ رہا تھا۔

'کاش! میں تمہیں بتا سکتا کہ میری ہستی کا آغاز اور انجام کس کے زاویۂ نگاہ کا منتظر ہے......' وہ لبوں کے اندر ہی اپنے دل کی آواز دبا کر رہ گئے ......

آدھی رات جاگتے گزر گئی اور آدھی رات جاگتے میں سوتے گزرنی تھی۔ وہ بے کل تھے، بے چین تھے ...... سب حسب پسند ہونے پر بھی ناخوش تھے۔ خوش

ہونے کے مقام پر ناخوشی کا کیا سبب تھا یہ وہ نہیں جان پا رہے تھے ...... شاید ایک حصار میں رہتے ہوئے سب کچھ سوچنا کتنا سہل اور آسان تھا۔ حصار کیا ٹوٹا، سب کچھ دھندلا سا ہو گیا تھا ...... ہر احساس مشکل ہو گیا تھا۔

ایک مرد کسی اوٹ سے جس قدر آسانی سے نگاہوں کی چوری کرتا ہے، وہ بنا کسی اوٹ کے نہیں کر سکتا۔ یہ احساس نیلوفر کے جانے کے فوراً بعد ہی انہیں ہو گیا تھا ...... وہ خود کو بنا کسی سائبان کے تصور کر رہے تھے۔

نیلوفر سے لاتعلق ہو کر وہ ہر لمحہ نئے تعلق میں کھوئے رہتے تھے۔ اب ویسا کچھ محسوس نہیں کر رہے تھے۔ یہ بات کافی تکلیف دہ تھی۔

+++

بار بار اس کے موبائل پر نمبر ملانے کے بعد اس نے گھر کا نمبر ڈائل کیا ...... ماہیا نے ریسیور اٹھایا ...... اس نے شکر کی لمبی سانس بھری۔

''یہ موبائل کیا سجانے کے لئے رکھا ہے......؟'' اس نے جھنجلا کر کہا۔

''آپ کو فرصت مل گئی......'' اس نے الٹا طنزیہ سوال داغا۔

''فرصت نکالنی پڑتی ہے ...... آپ کی طرح نہیں کہ سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے......'' وہ جل کر بولا۔

''جہاں کا نہیں، اپنوں کا درد ...... جو کہ بہت کم لوگوں کے دلوں میں ہوتا ہے۔'' اس نے بھی ترخ کر جواب دیا۔

''اور ان اپنوں میں ہمارا کہیں ذکر نہیں آتا۔''

''جلی کٹی سنانے کو فون کیا ہے......؟ میرا تو خیال تھا کہ میرے آنسو بانٹنے کے لئے ایک آدمی سب سے زیادہ آگے ہو گا ...... مگر آج ہفتہ گزرنے کے بعد وہ فون کر رہا ہے۔'' اس نے شکایت کی۔

''اور جو بہت سے لوگ ہیں آنسو صاف کرنے کو......؟''

''شٹ اپ ...... بات کرنی ہے تو کرو۔ ورنہ فون بند کر دو......'' وہ آگ بگولہ ہو گئی۔

''مجھے افسوس ہے، میں تمہاری پلکوں سے سارے آنسو چن لینا چاہتا ہوں۔

ٹرسٹ می۔'' وہ ایک دم ٹریک پر آ گیا۔

''آل رائٹ۔''

''میں خود بہت اپ سیٹ ہوں ......تم بن جینے کا تصور نہیں کر سکتا۔''

''رومانٹک ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔''

''یہ شہریار بیگ کون ہے......؟'' اس نے ایک دم پوچھا۔

''پتہ نہیں......'' وہ بیزاری سے کہہ گئی۔

''تم نہیں جانتیں......؟'' اس نے دباؤ والے انداز میں پوچھا۔

''بھئی کہہ جو دیا......'' وہ جھلا کر بولی۔

''او کے ......لیکن اور لوگ تو مسٹر شہریار کو جانتے ہیں۔''

''جانتے ہوں گے۔''

''اچھا یہ بتاؤ ہم کب مل سکتے ہیں؟''

''یہ کیا دقیانوسی سوال ہے ...... ہم جب چاہیں مل سکتے ہیں ...... کیا اس سے پہلے کسی نے کچھ کہا ہے؟''

''ٹھیک ہے، کب......؟'' وہ شرمندگی سے بولا۔

''اوں، کل صبح دس بجے کے بعد آ جانا۔'' اس نے کہا۔

''ٹھیک ہے ...... سی یو، بائے بائے میری جان......!'' وہ بہت سرشاری سے بولا۔

ماہیا نے خود بھی بہت اطمینان کے ساتھ فون بند کر دیا۔

وہ ریسیور رکھ کر بیڈ پر دراز ہو گیا۔ عین اسی لمحے زبیدہ نے آ کر کہا۔

''چھوٹے صاحب! احمد صاحب اپنے کمرے میں بلا رہے ہیں۔''

''اچھا آتا ہوں......'' اس نے زبیدہ کو بھیج کر ایک بھرپور انگڑائی لی اور اٹھ کھڑا ہوا۔

ان کے کمرے کے دروازے پر ہلکی سی دستک دے کر وہ اندر داخل ہو گیا۔

''آؤ یار اسجد! ادھر آؤ......'' احمد علی نے بہت محبت سے بھائی کو قریب بٹھایا۔

''جی! فرمایئے......'' اس نے خشک لہجے میں پوچھا۔

''یار! کیا بات ہے ......آج کل ہنسنے بولنے پر بل آتا ہے کیا......؟'' انہوں نے ازراہِ مذاق کہا۔

''بھئی ہمارا اسجد شاید کچھ خفا ہے......'' نازش نے اس کے چہرے کی سنجیدگی بھانپ لی۔

''آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے بھابی جان!'' اس نے چبا چبا کر کہا۔

''یہ غلط فہمی سارے جہاں کو ہو سکتی ہے مگر ایک ماں کو نہیں......'' احمد علی مسکرا کر بولے۔

''خیر ایسی کوئی بات نہیں ہے۔''

''تو یار! کیوں اُکھڑے اُکھڑے رہتے ہو......؟''

''جو محسوس کیا ہے اس کا ردعمل تو ہو گا۔''

''کیا محسوس کیا ہے......؟''

''آپ چھوڑیں......'' اس نے ترچھی نگاہ سے نازش کو گھورا۔

''دیکھو! یقیناً تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے......؟'' نازش نے کہا۔

''آپ کیوں وضاحتیں دے رہی ہیں ...... میں نے تو آپ سے کوئی گلہ نہیں کیا۔'' وہ سنجیدگی سے بولا۔

''تو یار! خوش رہا کرو ...... ماما پریشان ہیں۔ ویسے ہی آج کل حمکین کی وجہ سے اپ سیٹ ہیں۔''

احمد علی نے رائے دی تو وہ اثبات میں گردن ہلا کر چلا گیا۔

+++

''آپ نے محسوس کیا کہ وہ کس قدر بدگمان ہے، ہم سے، خاص کر مجھ سے۔'' نازش نے بیڈ شیٹ کی سلوٹیں درست کرتے ہوئے کہا۔

احمد علی نے ایک لحہ توقف کیا اور پھر بولے۔

''کوئی اور وجہ بھی ہو سکتی ہے۔''

''نہیں ...... ہرگز نہیں۔ وہ صرف اسی بات سے بدگمان ہوا ہے۔'' نازش نے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے وثوق سے کہا۔

"اگر ایسا ہے بھی تو اس میں اس کا کوئی قصور نہیں۔ غلط فہمی تو یقینی تھی اس صورت حال میں۔ اور ابھی تو اس وقت زیادہ گڑبڑ ہو گی جب ماما اسے تمکین سے شادی کرنے کا کہیں گی۔"

"ہم کیا کر سکتے ہیں......؟" نازش نے بے بسی سے کہا۔

"ہاں ...... ہم کسی کو بھی تو کچھ نہیں سمجھا سکتے ...... میں تو سخت ندامت محسوس کرتا ہوں ماہیا سے۔ وہ بھلا کیا سوچے گی......؟"

"سوچے گی تو بہت کچھ لیکن میں سمجھا دوں گی۔"

"بس برا تو مشہد نے کیا ہے سب کا۔"

"چھوڑیں اُس منافق کا ذکر ...... دوسروں کے اندر عیب تلاش کرنے والا اپنے اندر کے عیب نہیں دیکھ سکا۔" نازش کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔

"کتنے برے انداز میں وہ ہمارے روبرو تمہارے کپڑوں، زیورات اور اسٹائل پر رواں تبصرہ کرتا تھا ...... اور خود ...... گندگی میں منہ دے کر بیٹھا ہے ...... میں نے تو اس کی کم عقلی سمجھ کر اس کی ہر بات کو ٹالا ورنہ لڑائی کے تو بہت موقعے تھے۔"

"دفع کریں ...... اس کی سوچ اس کے ساتھ۔" نازش نے کہا۔

"ہوں ...... دفع بھی تو نہیں کیا جا سکتا ...... کتنی خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں ایک اس کی بے حسی کی وجہ سے۔"

"اسے تو اپنی معصوم بچی کا بھی خیال نہیں آیا۔"

"ماما کو یہی قلق سب سے زیادہ ہے۔"

"بہرحال اب اسجد کی بدگمانی دور کرنے کی ضرورت ہے۔"

"فی الحال تو ماما کو یقین دلاتے ہیں کہ اسجد ٹھیک ٹھاک ہے ...... وہ اس کو اعتماد میں لے کر بات کریں...... ہو سکتا ہے اسے خود کلیئر ہو جائے کہ اصل بات کیا ہے؟"

"ٹھیک ہے۔"

"کل کا کیا پروگرام ہے......؟"

"شام کو نیلوفر کا ختم ہے ...... جانا تو ہے۔ بس صبح کچھ دیر کے بعد ماما کو لے کر

جاؤں گی ...... بچے گھر پر ہی رہیں گے۔ کیونکہ وہاں مہمان خواتین میں بہت شرارتیں کرتے ہیں۔"

"تمکین اور مژگاں......؟" احمد علی نے پوچھا۔

"جیسے ماما نے کہا ویسے کر لیں گے......" نازش نے کہا۔

"کوشش کرنا ماہیا کو سمجھانے کی۔"

"ہنہ ...... ہاں! آپ اطمینان رکھیں۔" اس نے جواب دیا۔

+++

سیاہ جارجٹ کے سوٹ پر گرے اور سکائی بلیو پرنٹڈ دوپٹہ لئے اس کی گاڑی کے ہارن پر وہ باہر نکل آئی ...... سیاہ سن گلاسز لگائے، خوبصورت چال چلتی ہوئی وہ جونہی اس کے قریب پہنچی تو اس کی نظروں کا سحر ٹوٹا ...... وہ مبہوت ہوا ایک ٹک اسے دیکھ رہا تھا ...... وہ مسکرا کر فرنٹ دروازہ کھول کر اس کے قریب بیٹھی تو اس نے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

"آج نظر اتار لینا......" وہ شرارت سے بولا۔

"تمہاری نگاہوں نے اتار تو لی ہے......" اس نے بھی شوخی سے جواب دیا۔

"اے کاش ...... قیامت تک صرف تم میری ہی نظروں کا مرکز و محور رہو......" اس نے صدقِ دل سے دعا کی۔

"خدا کے لئے، بی پریکٹیکل ...... یہ کتابی جملے مت دہراؤ۔" اس نے ہاتھ جوڑ دیئے۔

"اور سناؤ ......کیسی صورت حال ہے؟"

"کہاں کی......؟"

"تمہارے گھر کی ...... خاص کر احسن بھائی کی۔"

"بس چاروں طرف اُداسی اور ویرانی ہے ...... احسن بھائی پراسرار تھے اور پراسرار ہیں۔ ان سے تو میں بہت دیر سامنا بھی نہیں کر سکتی۔"

"تو ہمارے مسئلے کا کیا ہو گا......؟" اس نے ایک جوس کارنر کے قریب گاڑی روکی۔

"ہمارا مسئلہ فی الحال منوں، ٹنوں مٹی تلے دبا ہوا ہے ...... ابھی تو گھر میں تعزیت کرنے والوں کا تانتا بندھا ہے ...... شام کو ختم ہے۔ دیکھیں، چہلم کے بعد کچھ بات ہو سکے گی۔"

"اتنی دیر بعد......؟" وہ حیرت سے بولا۔

"اسجد! اتنے خودغرض نہ بنو ...... میری جواں سالہ بہن کا کفن بھی میلا نہیں ہوا۔ میں اماں سے یا احسن بھائی سے ایسے میں کوئی بھی بات کیسے کر سکتی ہوں؟" وہ کچھ سنجیدہ ہو گئی۔

"میں نے یہ کب کہا ہے ...... مگر مجھے کچھ آثار خطرناک دکھائی دے رہے ہیں۔" اس نے دل میں آیا شک بیان کیا۔

"کیسے آثار......؟"

"نازش بھابی کے۔" وہ برجستہ بولا۔

"کیا مطلب......؟" اس نے اورنج جوس کا سپ لیا۔

"مطلب یہ کہ کچھ دال میں کالا ہے ...... کوئی کھچڑی پک رہی ہے بالا بالا۔"

"ہنہ، کھچڑی ...... میں نے تو ایسا کچھ محسوس نہیں کیا۔" وہ ہنسی۔

"تمہارے گھر میں تو المیہ چل رہا ہے۔ نیلو آپی کی بیماری اور پھر موت ...... اس لئے تم محسوس نہیں کر سکیں۔ مجھے تو احسن بھائی کا ٹال مٹول بھی اسی ڈرامے کا حصہ معلوم ہوتا ہے۔"

"اسجد! لگتا ہے تم آج کل ڈائجسٹ زیادہ پڑھ رہے ہو ...... ہر چیز کو شک کی عینک سے دیکھتے ہو۔" وہ تمسخرانہ انداز میں بولی۔

"کچھ بھی کہو ...... مگر اتنا یاد رکھو کہ میں تمہارے بنا اِک پل نہیں جی سکتا۔ تمہیں مجھ سے کوئی نہیں چھین سکتا۔" وہ چٹانوں کی سی مضبوطی کے ساتھ بولا۔

"حالات کس نے دیکھے ہیں؟ ...... نجانے کیا ہو؟ تاہم جذباتی ہو کر بدگمان ہونے کی ضرورت نہیں۔" وہ جوس کا گلاس خالی کر کے رکھتے ہوئے بولی۔

"صاف سی بات ہے ...... مجھے نازش بھابی کی طرف سے خطرہ ہے......" اس نے صاف گوئی کا مظاہرہ کیا۔

"احمق ہو تم ...... وہ میری بہن اور تمہاری چہیتی بھابی ہیں۔"

"یہی تو مجھے بھی یقین ہے......" وہ بھی اپنی کم عقلی پر ہنسا۔

"اچھا اب چلو ...... آج گھر میں ختم ہے ...... میں اماں کو تھوڑی دیر کا کہہ کر آئی ہوں۔"

"نجانے کب تک فاصلے سے ملنا پڑے گا۔"

"جب تک آپ کے نام لائسنس جاری نہیں ہو جاتا۔"

"ٹھیک ہے جناب ...... لائسنس مل جانے دیں ...... گن گن کے بدلے لوں گا۔" وہ شوخ ہو گیا اور وہ بری طرح جھینپ گئی۔

+++

قرآن پاک کا ختم ہوتے ہی دعا ہوئی اور پھر کھانا شروع کرا دیا گیا۔

ماہیا اپنے کمرے کی کھڑکی سے باہر لان میں مہمانوں کو آتا جاتا دیکھ رہی تھی۔ سب کھانے میں مصروف تھے۔ کسی کے چہرے پر نیلوفر سے مہر و اُلفت کی یاد کے نشانات نہیں تھے ...... سب ایک دوسرے سے آگے بڑھ کر کھانے میں مصروف تھے۔ کوئی مرغ کی ٹانگ بھنبھوڑ رہا تھا، کوئی نان کے نوالے توڑ رہا تھا، کسی کو چاول اور رائتے سے محبت تھی ...... سو جتنے بھی لوگ جمع تھے وہ سب کے سب صرف زندہ تھے۔ زندگی کے احساس سے مالا مال، موت سے بے خوف۔ پوچھا جاتا تو ان میں سے ایک بھی مرنے کی حقیقت سے نا آشنا ہوتا۔

انسان بھی کتنی عجیب مخلوق ہے ...... زندگی کو زندگی میں تلاش کرتی ہے۔ حالانکہ زندگی موت کے سائے میں پروان چڑھتی ہے ...... مگر یہ کوئی نہیں جاننا چاہتا۔ وہ اُداس تھی، بے کل تھی یا پھر نازش، احمد علی، اماں، بوا، دانیال اور احسن رضا ...... باقی تو سب صرف کھانے کے لئے آئے تھے۔

ماہیا کی طبیعت بیزار سی ہوئی تو وہ پردہ برابر کر کے اندر ہو گئی ...... دنیا کے سرد لاپرواہ احساسات پر کڑھتے ہوئے۔ اس نے خود کو بیڈ پر گرا سا دیا۔

ابھی کچھ دیر ہی گزری تھی کہ دروازہ ہلکی سی دستک کے ساتھ کھلا۔ نازش نثو

پیپر سے ناک رگڑتی ہوئی اس کے قریب آ گئی۔ اسے دوپہر سے شدید زکام ہو گیا تھا۔ دوا لینے کے باوجود مسلسل شدت پکڑے ہوئے تھا۔

"ماہیا! سو تو نہیں رہیں......؟"

"نہیں...... آ جائیں۔" اس نے ٹانگیں سکیڑ کر اسے قریب بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"ماہیا! ایک بات پوچھوں......؟" اس کے بالکل قریب بیٹھ کر اس نے پوچھا۔

"کمال ہے......آپ کو بھی تمہید کی ضرورت ہے۔"

"بات دراصل کچھ ایسی ہی ہے۔"

"آپ بلا تکلف کہیں......" وہ سنبھل کر متوجہ ہو گئی۔

"شہریار بیگ کیسا لڑکا ہے......؟"

"اس کے والد صاحب سے پوچھ کر بتاؤں گی......" اس نے مذاق میں بات اُڑا دی۔

"میں مذاق نہیں کر رہی۔" نازش نے سنجیدگی اختیار کی۔

"یہ آج کل ہر کوئی شہریار بیگ کے بارے میں کیوں پوچھ رہا ہے؟ ...... اور مجھ سے ہی کیوں پوچھ رہا ہے؟" وہ بھنا کر بولی۔

"اور کس نے پوچھا ہے......؟"

"مسٹر اسجد نے۔"

"اوہ......" انہوں نے لمبا سانس لیا اور پھر بولیں۔ "تو کیا کہا تم نے اسے؟"

"یہی کہ میں کسی شہریار کو نہیں جانتی۔"

"اسجد کی حد تک تو تم نے بالکل ٹھیک جواب دیا ہے ...... مگر ہمارے لئے نہیں۔"

"کیا مطلب......؟"

"دیکھو ماہیا! کچھ فیصلے اچانک تبدیل ہو جاتے ہیں۔"

"آپ کہنا کیا چاہتی ہیں......؟" اسے تشویش ہوئی۔

"شہریار بیگ بہت اچھا لڑکا ہے ...... خاص کر تمہیں بڑی شدت سے چاہتا ہے۔" ہمت کر کے نازش نے کہہ ڈالا۔

اسے گویا بچھو نے ڈنک مار دیا......

"تو ......تو کیا کروں......؟ اور آپ کو یہ سب کس نے بتایا......؟"

"آرام سے ......تحمل سے...... وہ مجھے ملنے آیا تھا......محبت کی بھیک مانگ رہا تھا۔" نازش نے ایک دم بوکھلا کر کہا۔

"ہنہ......محبت سڑک پر پڑا ہوا سکہ ہی تو ہے جسے وہ ہاتھ بڑھا کر اٹھا لے اور جیب میں چھپا لے......" وہ برا سا منہ بنا کر بولی۔

"ماہیا! محبت کرنے والوں کی قدر کرتے ہیں ...... میں تو اس کی شدید محبت دیکھ کر بہت متاثر ہوئی ہوں۔"

"اسجد کی شدید محبت سے ناواقف ہیں کیا آپ......؟" اس نے ٹھیک اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا۔ نازش گڑبڑا گئی۔

"اچھی طرح واقف ہوں، مگر......"

"مگر کیا......؟"

"حالات کے بدلتے دیر کتنی لگتی ہے......"

"کیا اسجد بدل گیا ہے......؟"

"اسجد کہاں سے آ گیا؟ ......میرا مطلب ہے کہ شہریار اچھا لڑکا ہے ...... اسجد کے لئے تو احسن رضا نے بھی انکار کر دیا ہے۔ شاید شہریار کو وہ بھی پسند کر لیں۔" کمال ہوشیاری سے نازش نے بات کا رُخ موڑ دیا۔

"آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ احسن بھائی نے شہریار بیگ کو ریجیکٹ کر دیا ہے ......اور آپی! یہ ضروری نہیں کہ حالات بدلیں تو انسان اپنی محبت کا راستہ بدل لے۔" اس نے خاصی تلخی سے کہا۔

"میں نے تو فقط حفظ ماتقدم کے تحت کہا...... کیونکہ وقت کی تبدیلی اور تقاضے انسان کے اختیار میں نہیں ہوتے۔" نازش نے بھی تنبیہہ والے انداز میں سرزنش کی۔

"آپ کچھ بھی کہیں ...... میں آپ کے خیالات سمجھنے سے قاصر ہوں۔"

"او کے ...... میں نے تمہاری بات سمجھ لی ہے۔" نازش نے آہستگی سے کہا اور

اٹھ کھڑی ہوئی۔

+++

کمرے کی مدھم روشنی میں، بیڈ پر دائیں طرف کروٹ لئے وہ سائیڈ ٹیبل پر رکھی مشہد کی اور اپنی تصویر دیکھ رہی تھی ...... خوب صورت لمحے کو کیمرے کی آنکھ نے بہت ہی مہارت سے کیپچر کیا تھا......

اس کی پلکوں سے نمکین پانی کے چشمے پھوٹ نکلے۔ دل میں بے تحاشا درد کی موجیں کروٹیں لینے لگیں۔ کتنا چاہا تھا اس نے کہ مشہد اس کا بن جائے ...... شادی کے باوجود وہ ہمیشہ غیر یقینی کیفیت کا شکار رہی تھی۔ اس کے قریب بیٹھتے اٹھتے، سوتے جاگتے، اس نے دل ہی دل میں شدتوں کے ساتھ یہی دعا کی تھی کہ مشہد دل سے، جان سے اس کا ہو جائے۔ کاغذوں سے نکل کر اس کی زندگی کی حقیقی کتاب کا سرورق بن جائے ......صرف اس میں سانس لے، اس میں مسکرائے، اس کے لئے جیئے اور اس کے لئے مرے ......مگر یہ تو فقط اس کی معصوم سی سوچ تھی جو صرف اس کی حد تک محدود تھی۔ اس کی محبت بھی یکطرفہ تھی اور خلوص بھی ...... وہ دلی طور پر اس سے محبت کرتی تھی۔ مگر اسے مجبور نہیں کر سکتی تھی کہ وہ بھی اسے چاہے، اسے سراہے۔

محبت میں یہی تو ایک بڑی مجبوری ہوتی ہے کہ یہ مجبور کر کے نہیں کرائی جا سکتی۔ یہ تو یکدم جسم و جاں پر حملہ آور ہو کر تمام اعصاب پر کنٹرول حاصل کر لیتی ہے ...... انسان ہپناٹائز ہو کر صرف اسی کے رحم و کرم پر سانس لیتا ہے ...... محبوب کی صورت اپنے قامت میں ڈھلی دکھائی دیتی ہے۔ محبت کے اس روپ کو جس نے دیکھ لیا وہ تو پھر زمانے کا خوش قسمت انسان بن گیا ...... وہ تو تھی بدقسمت۔ پیدائشی بدقسمت ...... اسے یکدم اپنی گرفت میں لینے والی محبت کہاں سے ملتی؟

'اے کاش، مشہد! میں تمہارے دل میں اپنی محبتوں سمیت آہستگی سے اتر پاتی ...... اور تم اپنے اندر دل کے نہاں خانوں میں مجھے چھپا لیتے ......'

مگر اس سوچ پر بھی اپنی ہی پلکیں مزید بھیگ گئیں ...... دل کا درد سوا ہو گیا ...... اب تو سب کچھ ختم ہو گیا تھا ...... سب قربتیں فاصلوں میں بدل گئی تھیں۔

"جو چلا گیا ہے اسے بھول جانا ہی بہتر ہوتا ہے......" اسی وقت بیگم ادریس نے آ کر تصویر الٹ کر رکھتے ہوئے تلخی سے کہا۔

"پھوپھو......آپ......" وہ ٹانگیں سکیڑ کر اٹھ بیٹھی۔

"تمکین! یادوں کے چراغ ان کے لئے جلاتے ہیں جو اچھی یادیں چھوڑ جائیں۔"

"پھوپھو! یہ زخم بہت گہرا ہے ...... بھرنے میں وقت تو لگے گا......" وہ رقت آمیز لہجے میں بولی۔

"تمام زخم بھر جاتے ہیں ...... وقت خود مرہم پٹی کرتا ہے ...... بھول جانے کی صفت اللہ نے انسان کو عطا کی ہے ...... بڑی سے بڑی تکلیف انسان بھول جاتا ہے۔" انہوں نے مسکرا کر اسے مثبت پہلو دکھایا۔

"شاید ...... فی الحال تو میری زندگی بے آب و گیاہ ہے......" وہ دھیرے سے بولی۔

"ہمت نہیں ہارتے ...... اللہ مشکل کشا ہے۔"

"آپ نے کیسے زحمت کی......؟" وہ یاد کر کے بولی۔

"مجھے تم سے ضروری بات کرنی تھی میری جان!" وہ نرمی سے بولیں۔

"جی، بولئے۔" وہ پوری طرح سنبھل کر بیٹھ گئی۔

"تمکین بیٹا! پانچوں انگلیاں ایک برابر نہیں ہوتیں ...... کوئی زخم دیتا ہے تو کوئی زخموں پر مرہم رکھتا ہے۔ کوئی آنسو دیتا ہے تو کوئی آنسو صاف کرتا ہے ...... کسی پر بھروسہ ٹوٹتا ہے اور کسی پر قائم ہوتا ہے۔" انہوں نے تمہید باندھی۔

"پھوپھو! آپ کھل کر بات کریں۔"

"تمکین! مژگاں بہت چھوٹی ہے اور تمہاری ماشاء اللہ ایک عمر پڑی ہے ...... اس حادثے کی وجہ سے زندگی کو تنہا نہیں چھوڑا جا سکتا۔"

"میں تنہا کہاں ہوں ...... میرے ساتھ مژگاں ہے، آپ ہیں اور سب لوگ ہیں۔" وہ ان کی فکر دور کرنے کی غرض سے بولی۔

"ہنہ ...... مگر یہ سب سہارے اس ایک سہارے کا نعم البدل نہیں ہو سکتے ......

آپ کو ایک جواں محبت کرنے والے سہارے کی ضرورت ہے۔''

''نہیں پھوپھو! مجھے کسی مرد کے سہارے کی ضرورت نہیں ...... میں اب مزید کوئی تجربہ کرنے کو تیار نہیں......'' وہ فوراً ان کی بات پر نفی میں گردن ہلانے لگی۔

''دیکھو! یہ صرف لمحاتی اور جذباتی باتیں ہیں ...... حقیقت تو یہ ہے کہ مرد کے سہارے کے بغیر عورت اس معاشرے میں ایک قدم بھی نہیں چل سکتی۔''

''میں چلنا چاہتی ہوں ...... اپنی مژگاں کی انگلی تھام کر۔''

''اللہ مژگاں کو اس قابل بنائے، مژگاں اپنے باپ کی انگلی تھام کر آگے بڑھے۔'' انہوں نے بڑے قرینے سے دل کی بات کر دی۔

''باپ تو اس کا رہا ہی نہیں......'' اس نے تاسف سے کہا۔

''یہی تو ہم بھی کہہ رہے ہیں کہ مژگاں کے لئے باپ کی ضرورت ہے۔ اس لئے پرانی یادیں دفن کر دو۔''

''باپ کی ضرورت بازار سے خرید کر پوری نہیں کی جا سکتی۔'' اس نے قریب سوئی مژگاں کے بالوں میں انگلیاں پھیریں۔ ''اور یادیں بھی آسانی سے کہاں دفن ہوتی ہیں؟'' اُس نے رک کر کہا۔ ''پھوپھو، پلیز! کوئی اور بات کریں۔'' وہ اُکتا سی گئی۔

''تمکین! اب جو بات میں کرنے جا رہی ہوں وہ اب تک کی گئی تمام باتوں سے بہت ضروری اور بھاری بات ہے ...... اس کا وزن تحمل سے سنبھالنا ہے ...... کسی قسم کا شدید ردعمل ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ میں نے اس کے تمام تر اچھے برے اثرات پر غور کر کے تم سے کہنے کی کوشش کی ہے۔''

''پھوپھو! پلیز، کہہ ڈالیں۔ کیونکہ میں بہت پریشان ہو گئی ہوں۔''

''پریشان تو ہم سب ہیں ...... اس پریشانی کو کم نہیں بلکہ ختم کرنے میں ہمارا ساتھ دو۔

''پھوپھو...... پھوپھو......'' وہ پھوٹ پھوٹ کے رو دی۔ ان کے سامنے ہاتھ جوڑے ہچکیاں لینے لگی۔ ''پلیز! آپ میری وجہ سے پریشان نہ ہوں۔ میں اپنے غم سے تنہائی میں لڑتی ہوں۔ مگر کیا کروں اس سے نجات ممکن نہیں......''

''تمکین! یہ بھلائی اور بہتری کا راستہ ہے۔''

''مجھے ایسے کسی راستے پر نہیں چلنا......'' وہ ان سے لپٹ کر رو دی۔

''تمکین! ٹھنڈے دل و دماغ کے ساتھ سوچو اور پھر زندگی کی طرف لوٹو۔''

وہ یہ کہہ کر باہر نکل گئیں تو وہ پھوٹ پھوٹ کے رو دی۔ وہ انہیں کیسے بتاتی کہ زندگی کی طرف لوٹنا کتنا مشکل ہے۔

دروازے پر ہلکی سی دستک دے کر احسن رضا کمرے میں داخل ہو گئے۔

بیگم سلیم الزماں عشاء کی نماز میں مشغول تھیں۔ وہ الٹے قدموں پلٹے۔ سامنے سے ماہیا کافی کا مگ لئے آ رہی تھی۔ سیاہ پلین سوٹ میں بغیر دوپٹے کے وہ اپنے خیالوں میں مگن تھی۔ انہیں خلافِ توقع اپنے سامنے دیکھ کر وہ شرمساری ہو کر دائیں بائیں دیکھنے لگی۔ دوپٹے کے بغیر حجاب نے بوکھلا سا دیا۔

وہ اس کی حالت سے محظوظ ہوئے اور اپنی جگہ رک سے گئے ...... وہ بازو پھیلاتی، سمٹتی، جسم کے نشیب و فراز کو چھپانے کی سعی میں تھی۔

"ہنہ ...... یہ کافی ہمارے لئے ہے......؟" انہوں نے نرمی سے پوچھا۔

"جی ...... آپ لے لیں۔" اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھائے بنا جلدی سے کہا۔

انہوں نے آگے بڑھ کر مگ لے لیا۔ خالی ہاتھ سینے پر باندھنے کا یہ جواز بھی ختم ہو گیا تھا ...... وہ کچھ نادم اور کچھ اکتا کر اپنے کمرے کی طرف بڑھنے لگی تو انہوں نے پکارا۔

"ماہیا! کیا یوں سرِ راہ ہم کافی پئیں......؟"

"جی ...... وہ، آپ آئیے، میرے کمرے میں آ جائیں۔" اس نے بغیر پیچھے دیکھے ہی کہا اور دھم دھم کرتی کمرے میں گھس گئی۔

اپنے پیچھے ان کے قدموں کی آواز پر جلدی سے صوفے پر سے دوپٹہ اٹھا کر سینے پر پھیلایا۔ وہ فوراً ہی کمرے میں داخل ہو گئے۔

"کافی بہت مزے کی ہے......" وہ صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولے۔

"میں نے نیلو آپی سے سیکھی تھی۔" اس نے اطلاع دی۔

"ہاں ...... مگر نیلوفر نے کبھی کافی ہمیں تو نہیں پلائی۔" وہ بولے۔

"معاف کیجئے گا احسن بھائی! وہ آپ سے قریب ہی کب تھیں......؟" اس کی زبان سے طنزیہ جملہ پھسل گیا۔

"اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ جو کافی پلاتا ہے وہ قریب ہوتا ہے۔" انہوں نے ذو معنی نظروں سے دیکھا ...... اس کے جملے کی کاٹ وہ دانستہ ٹال گئے۔

"اپنائیت کی بات ہوتی ہے سب ...... وہ تو عمر بھر اجنبی رہیں۔" وہ پھر اسی ٹریک پر چل دی۔

اب کی بار کافی کا مگ میز پر کھٹ سے رکھ کر وہ اس کے روبرو آ کر بولے۔

"ہم بھی تو یہی کہتے رہے کہ اپنائیت کسی اور سے ہو گئی ہے۔"

"احسن بھائی! یہ بات آپ نے نیلو آپی سے کہہ دی اور انہیں تنہا کر دیا۔" وہ حیرت سے بولی۔

"کچھ باتیں کہی نہیں جاتیں بلکہ محسوس کی جاتی ہیں ...... تمہاری اس بارے میں کیا رائے ہے......؟" وہ دھیمے سے بولے۔

"احسن بھائی! آپ نے یہ محسوس کیا کہ نیلو آپی وقت سے پہلے چلی گئیں۔"

"انسان بے اختیار ہے ...... سب کچھ اس کی مرضی کے بغیر ہوتا ہے۔" وہ یہ کہہ کر گھوم گئے۔

"کاش! نیلو آپی کے لئے آپ کی کوئی مرضی ہوتی۔"

"کیا؟ ...... تم یہ سمجھتی ہو کہ میں زور آور ہوں ...... میری مرضی سے اس کی موت ٹل جاتی؟" وہ دوبدو ہو کر بولے تو وہ گھبرا گئی ...... آواز تھرا گئی۔

"اب بولو ...... بولتی کیوں نہیں......؟" انہوں نے تکرار کی۔

"احسن بھائی! آپ موت ٹال نہیں سکتے تھے ...... لیکن اس کی اذیت میں کمی کر سکتے تھے ...... وہ بہت بے کل اور بے قرار رہتی تھیں......" وہ جلدی جلدی کہہ گئی۔

"بے قراری کا علاج بھی ہے کسی کے پاس کیا......؟" اس میں بھی انہوں نے سوال نکال لیا۔

"خیر اب اس بحث کو چھوڑیں......" وہ بیزاری سے بولی تو وہ مسکرا دیئے اور بہت کچھ کہنے کی خواہش دل میں لئے واپس لوٹ آئے ......نظروں میں اس کے قیامت خیز سراپے کی بجلیاں بھر کے دل کو نئی تڑپ اور بے قراری دے کر اپنے کمرے میں گھس گئے۔

'ماہیا! کاش میری بے قراریٔ دل بھی کسی پر آشکار ہوتی ......تمہارے سب الزامات درست سہی ...... میں نیلوفر کا مجرم ہوں ......مگر میرا بھی تو کوئی مجرم ہے ...... مجھے بھی تو کوئی مجرم بنانے والا تھا اور ہے ...... نیلوفر کے پہلو میں ہوتے ہوئے بھی کسی نے کاری وار کیا تھا میرے دل اور دماغ پر ......آج تک جس کی کسک سے میں باہر نہ نکل سکا...... مجھ پر وارفتگی کا سحر کسی نے تو پھونکا تھا......آج تک میں اسی سحر کے دائرے میں قید رہا...... نیلوفر کیا، کوئی بھی ہوتا تو اسی طرح خسارہ اٹھاتا ...... میں اسے کیا بتاتا کہ کوئی اور شادی کے پہلے دن ہی میرے اور اس کے درمیان آ چکا ہے ...... ماہیا بی بی! تم اس کیفیت سے نا آشنا ہو ......مرد ہرجائی، بے وفا اور نجانے کیا کیا بن جاتا ہے ایک عورت کی نظر میں، دوسری عورت کے لئے ......وہ خود سے تو کچھ بھی نہیں کرتا ......یہی بات میں نے نیلوفر کو بتائی تھی ...... میں چھپا نہیں سکتا تھا۔ وہ اسے سمجھ بھی گئی تھی اور جان بھی گئی تھی۔'

+++

مژگاں کے رونے کی آواز مسلسل آ رہی تھی۔

اسجد کچھ دیر پہلے ہی کمرے میں آیا تھا ...... اُسے اُس کے مسلسل رونے پر حیرت ہوئی۔ گھڑی پر نگاہ ڈالی تو بارہ بج رہے تھے۔ مژگاں کا رونا اسے پریشان کر گیا اور وہ ادھ کھلے جوتوں کے تسموں کے ساتھ تمکین کے کمرے کی طرف آ گیا۔ ہلکی سی دستک دی اور پھر کمرے میں داخل ہو گیا۔

کمرہ پوری طرح روشن تھا...... مژگاں بیڈ پر تنہا پڑی رو رہی تھی جبکہ بالکنی میں خود سے بے نیاز آسمان کی وسعتوں میں گھورتی وہ اس کی آمد سے بھی غافل رہی۔

اس نے مژگاں کو گود میں اٹھا لیا۔ وہ تو مانوس مہک محسوس کرتے ہی خاموش ہو گئی مگر تمکین کی دبی دبی سسکیاں اسے واضح محسوس ہوئیں۔ وہ اس کی پشت پر

پہنچ گیا۔

"آپ رو رہی ہیں......؟"

اس کے بولنے پر وہ چونکی، جلدی سے چہرے پر پھیلی نمی صاف کی۔

"وہ ......نہیں ......بس یونہی۔"

"بس یونہی کیا......؟ بچی رو رو کر ہلکان ہو رہی تھی۔ آپ نے اسے نہیں دیکھا۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ آپ افسوس اور دُکھ کی حالت سے باہر نہیں نکلیں۔" وہ بولا۔

"کہا نا، کہ ایسا کچھ نہیں ...... لاؤ اسے مجھے دو۔"

وہ نظریں چراتے ہوئے بازو پھیلا کر بولی۔ کچھ دیر پہلے ہی تو پھوپھو اسے رونے سے منع کرنے کا حکم صادر کر گئی تھیں۔ وہ لحہ لحہ ٹوٹ رہی تھی۔ لیکن آنسو نہیں بہا سکتی تھی۔

"آپ کیا سوچنے لگیں......؟" اسے اُلجھا اُلجھا دیکھ کر وہ بولا۔

"اسجد، پلیز! مجھے تنہا چھوڑ دو ...... میں بہت ڈسٹرب ہوں۔" وہ دھیرے سے بولی۔

"کیوں ...... کیوں ڈسٹرب ہیں آپ بھابی......؟" وہ مژگاں اسے دے کر بولا۔

"میری الم ناک زندگی سب کی ڈسٹربنس کا باعث ہے، مگر رونے پر کسی کا اختیار کب ہوتا ہے؟" اس نے نم پلکیں رگڑ کر صاف کیں۔

"آپ اس گھر کی عزت ہیں۔ آپ کا دُکھ سُکھ ہم سب سے وابستہ ہے۔ آپ ایسے کیوں سوچ رہی ہیں؟"

"پھوپھو جان کہتی ہیں یادیں دفن کر دوں، زندگی کی طرف لوٹوں۔ مگر کیسے؟"

"بھابی! ماما آپ کی بہتری چاہتی ہیں۔ آپ نے آنسو ہی آنسو دیکھے ہیں۔ وہ چاہتی ہیں کہ آپ سب بھول کر ہنسیں، مسکرائیں......" اسجد نے اُسے ہمیشہ کی طرح تسلی دی۔

"مسکراؤں ...... کاش! مسکرانا اتنا آسان ہوتا......" وہ دُکھ سے بولی۔

"ہمارا سفاک بھائی دیارِ غیر میں خوشیاں منا رہا ہے اور آپ اپنوں کے بیچ روتی رہیں، یہ اچھی بات نہیں۔"

"اسجد! میں کوشش کروں گی کہ میری وجہ سے کسی کو پریشانی نہ ہو۔"

"کسی کو کوئی پریشانی نہیں ہے۔ آپ اپنا اور مژگاں کا خیال رکھیں۔"

"مژگاں تو میری زندگی ہے۔" اس نے سینے سے لگی مژگاں کے بال چومتے ہوئے کہا۔

"بھابی! آپ تنہا نہیں ہیں۔ ماما ٹھیک کہتی ہیں۔ کیا کرنا ان یادوں کا جو آپ کو آنسو دیں۔ بھول جائیں سب کچھ...... خوش رہا کریں......" وہ سنجیدگی سے بولا تو وہ ہولے سے مسکرا دی۔ ایک دم ہی اُس کا ذہن ہلکا پھلکا ہو گیا...... اُس نے تو یہ سمجھ لیا تھا کہ سب شاید اُس کی وجہ سے پریشان ہو گئے ہیں...... حالانکہ وہ سب اس کی بہتری اور بھلائی کے خواہاں تھے۔

"اسجد! تم مژگاں کو پھوپھو کے پاس لے کر چلو، میں تمہارے لئے کھانا گرم کر کے لاتی ہوں۔"

"اوہ تھینک یو سویٹ سویٹ بھابی......" وہ مژگاں کو گود میں لے کر چلا گیا اور وہ کچن کی طرف چل دی۔

+++

ٹی وی لاؤنج سے وہ انگلش مووی دیکھ کر باہر نکلا تو ٹھٹکا۔

ہال کمرے کے دروازے کے باہر دیوار سے ٹیک لگائے شائلہ کھڑی تھی۔ نارنجی اور پیلے کنٹراسٹ شلوار سوٹ، کھلے بالوں کے ساتھ کافی حد تک دلکش دکھائی دے رہی تھی۔

"ارے آپ کہاں سے نازل ہو گئیں......؟" اس نے مسکرا کر پوچھا۔

"کیوں...... میں یہاں نہیں آ سکتی......؟" اس کے لہجے میں ہلکا سا دُکھ تھا۔

"کیوں نہیں...... جم جم آئیں......" وہ شرمندہ ہو گیا۔

"جھوٹ نہ بولیں شہریار! آپ کو میرا یہاں آنا اچھا نہیں لگتا......" وہ رخ موڑ کر بولی۔

"یہ آپ کو یقیناً ہماری پیاری سی بھابی جان نے کہا ہو گا۔" وہ شرارت سے بولا۔

"نہیں...... کچھ کچھ اندازہ انسان کو خود بھی ہو جاتا ہے۔"

"اچھا...... اب کی بار بہت سمجھ داری کی باتیں سیکھ کر آئی ہو۔" اس نے دلچسپی سے دیکھا۔ اس کے ساتھ وہ شرارت کر لیتا تھا۔ اس شرارت کو ہی نائلہ نے پسندیدگی سمجھ لیا تھا۔

"میں تو بے وقوف ہوں۔"

"بہت بری بات...... اس طرح نہیں کہتے...... خیر یہ یہاں راستے میں کھڑے ہو کر بات کرنے کی بجائے ہم بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں۔ آؤ میرے ساتھ۔" وہ اسے لئے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

"ایک بات تو بتائیں۔"

"ہزار باتیں پوچھو شائلہ جی!" وہ مخصوص ترنگ کے ساتھ بولا۔

"کیا میں بہت بدشکل ہوں......؟"

"ہُنہ...... کچھ زیادہ تو نہیں......" وہ شرارت سے "ہُنہ" کو لمبا کھینچ کر بغور اس کا جائزہ لیتے ہوئے بولا۔

"اس کا مطلب ہے کہ میں بدشکل ہوں......" وہ جل کر بولی۔

"لڑتی کیوں ہو......؟ خود ہی پوچھا ہے تو بتا دیا۔"

"وہ بہت حور پری ہے جسے آپ اس گھر میں لانا چاہتے ہیں......" وہ ایک دم ہی ہتھے سے اُکھڑ گئی۔

"کون......؟" وہ دانستہ انجان بن گیا۔

"وہی جسے آپ نے پسند کیا ہے۔"

"اوہ، اچھا وہ...... وہ تو جانِ شہریار ہے......" وہ چھیڑنے کو بولا۔

"مجھے بتایئے تو، اس میں ایسی کیا بات ہے......؟" وہ ٹپ ٹپ آنسو بہانے لگی۔

"ارے، ارے...... یہ رونا کیوں شروع کر دیا؟...... وہ تو بہار کا موسم ہے،"

پھولوں کی نکہت ہے، کلیوں کی چٹک ہے، بادِ صبا کا جھونکا ہے، رعنائی و دلفریبی میں بے مثال ہے ...... وہ پری جمال، حور شمائل ہے اور......"

"بس، بس......" وہ جھٹکے سے کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئی اور کمرے سے جانے لگی۔

"سنو...... دوسروں سے حسد نہیں کرتے......" اس نے روک کر کہا۔

"کیا وہ بھی آپ سے محبت کرتی ہے......؟" اس نے آخری سہارے کے لئے پوچھا۔

"نہیں ...... بالکل نہیں ...... ویسے ہی خیال ہے میرا کہ میری زندگی میں وہ آ جائے گی۔"

"صرف خیال کی بنیاد پر۔ یقین نہیں ہے۔" اسے کافی تقویت ملی۔

"ہُنہ......صرف خیال ہے۔" اس نے اعتراف کیا۔

"اور اگر ایسا نہ ہوا تو......؟"

"تو تم جیسی بدشکل کے بارے میں سوچنا پڑے گا۔" وہ بڑی سادگی سے بولا۔

وہ پھر بھی ادا سے لجا کر آگے بڑھ گئی۔ اور وہ ہاتھوں کا تکیہ بنا کر ماہیا سے باتیں کرنے لگا۔

+++

نازش دوپہر کے کھانے کی تیاری میں مصروف تھی۔

تمکین کمرے میں تھی۔ بیگم ادریس نے اسے باہر آنے کو نہیں کہا۔

احمد علی آفس جا چکے تھے جبکہ اسجد آفس کی تیاری کے بعد جانے ہی والا تھا کہ ماہیا آ گئی۔ اس کا موڈ بدل گیا اور وہ کھل اٹھا۔

ماہیا نے بیگم ادریس کو سلام کیا اور ٹی وی لاؤنج میں آ گئی ...... بیگم ادریس نے بڑے رکھے سے انداز میں اس کی آمد کا نوٹس لیا تھا۔ اسجد اس کے پیچھے ہی ٹی وی لاؤنج میں آ گیا۔ بچے سکول گئے ہوئے تھے اس لئے بہت سناٹا تھا۔

"آپی آج اتنی جلدی کچن میں چلی گئیں......؟"

"میرا خیال ہے احمد بھائی کے دوست کھانے پر آ رہے ہیں......" اسجد نے جواب دیا۔

"پھر تو میں غلط موقع پر آ گئی۔"

"جی نہیں ...... کھانا آفس ڈرائیور لے کر جائے گا ...... وہیں دوستوں نے آنا ہے۔" اسجد نے تفصیل بتائی۔

"اور تم کیسے ہو......؟" اس کی نظروں کی تپش سے گھبرا کر اس نے پوچھا۔

"بہت بے چین، بہت بے قرار، بہت منتظر۔ نجانے کب تم میرے قریب آ کر مجھے چھوؤ گی، چھیڑو گی۔" وہ ہکا بکا دور نکل گیا۔

"بس بس......مسٹر مجنوں! واپس آ جائیے۔" اس نے اس کے کان کے قریب چٹکی بجائی۔

"مجنوں ہمارے سامنے کیا ہے؟ ...... وہ گلیوں کے چکر لگاتا رہا...... ہم ہوتے تو اغواء کر کے لے جاتے۔" وہ سینہ تان کر بولا۔

"بہت خوب ......لیلیٰ کو اغواء کرنے کا خواب ہے آپ کا۔"

"اپنی لیلیٰ کو......اپنی ماہیا کو......" وہ شوخی سے بولا۔

"اسجد! تم ابھی تک آفس نہیں گئے......؟" اسی لمحے بیگم ادریس نے آ کر کہا۔

"جی ماما ...... کچھ دیر تک چلا جاؤں گا" اس نے انجانے میں انہیں ماہیا کی موجودگی کا احساس دلایا ...... وہ نہیں جانتا تھا کہ اب وہ احسانات نہیں رہے ...... اب تو وہ اسے ماہیا سے دور رکھنا چاہتی تھیں۔

"کچھ دیر کا کیا مطلب ہے......؟" انہوں نے سرزنش کی۔

"ماما! ماہیا کو کمپنی دے رہا ہوں ...... بھابی کچن میں ہیں، اور......"

"اسجد! آپ جائیں، میں آنٹی سے گپ شپ کروں گی۔" ماہیا نے بیگم ادریس کا تند مزاج دیکھ کر کہا۔

اسجد نے کچھ موڈ آف کیا اور لمبی سانس بھر کے تیز قدموں سے باہر نکل گیا۔

"تم چائے لو گی یا ٹھنڈا......؟" بیگم ادریس نے مسکرانے کی ناکام کوشش کی۔

"شکریہ ...... میں نے آپی سے کہہ دیا ہے کہ کافی پلوائیں۔ بس آتی ہی ہو گی۔" وہ خوش دلی سے مسکرا کر بولی۔

"میں نازش کو بھیجتی ہوں ...... ملازمین خود کھانا بنائیں۔ وہ تمہارے پاس

آئے۔" یہ کہہ کر وہ چلی گئیں۔

اس نے فضا میں کافی گھٹن محسوس کی۔ اٹھ کر جانا چاہتی تھی مگر مجبوراً نازش کا انتظار کرنے لگی۔

کچھ ہی دیر بعد نازش آ گئی اور نازش کے ساتھ ہی زبیدہ ٹرے میں کافی، کباب اور فرنچ فرائز لئے آ گئی۔

"میں جانا چاہ رہی تھی۔" زبیدہ کے جاتے ہی وہ بولی۔

"ہائے ...... کیوں میری جان......؟"

"میرا مطلب ہے کافی پی کر......" وہ ہنسی۔

"نہیں، کھانا کھا کر ...... ابھی تو بچے بھی نہیں آئے ہیں ...... کتنے عرصے کے بعد آئی ہو۔" نازش نے آرام سے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"آپی! گھر میں کوئی پرابلم ہے کیا......؟" اس نے دھیرے سے پوچھا۔

"نہیں ...... کیوں......؟" نازش نے تعجب سے پوچھا۔

"محسوس ہو رہا ہے، آنٹی کا موڈ خراب ہے۔" اس نے ایک بار پھر دھیرے سے کہا۔

"کچھ کہا انہوں نے......؟" اس نے استفسار کیا تو اس نے بیگم ادریس کی اسجد کو سرزنش بیان کر دی۔

"ویسے ہی شاید تم نے محسوس کر لیا ہے......" نازش دل میں تو سمجھ گئی مگر اس کو ٹالنے کی غرض سے بولی۔

"مجھے ایسا لگا کہ وہ اسجد کا میرے پاس بیٹھنا پسند نہیں کر رہیں۔"

"ممکن ہے ...... انسانی رویوں میں تبدیلی بڑی اچانک اور آہستگی سے آ جاتی ہے۔"

"ایسی کوئی تبدیلی اسجد بھی محسوس کر رہا ہے شاید۔"

"چھوڑو ...... اگر کچھ ہوتا بھی ہے تو ہماری ضرورت اور بہتری کے لئے ہوتا ہے۔"

"خیر، مجھے اجازت دیں ...... اماں انتظار کر رہی ہوں گی۔ اور دانیال کو سکول

سے لینا ہے۔" اس نے کافی ختم ہوتے ہی کہا۔

"ٹھیک ہے ...... اماں کو سلام دینا۔ میں کل چکر لگاؤں گی۔" نازش نے کہا۔

"او کے......!"

"ویسے شہریار کے لئے سوچا جا سکتا ہے۔"

"آپی! کوئی بھی چیز بدل نہیں ہوتی۔ یہ منافقت ہے کہ میں شہریار کو چانس پر رکھوں۔" اس نے سنجیدگی سے کہا اور پرس اٹھا کر چل دی۔

اس کے جاتے ہی شہریار کا فون آ گیا ...... نازش نے بجھے بجھے دل سے ریسیور کان سے لگایا۔

"آپ بہت خاموش لگتی ہیں......" اس کے لہجے کی خاموشی بھانپ کر وہ بولا۔

"نہیں بس، مجھے اچھا نہیں لگ رہا کہ میں آپ سے انکار کروں......"

"تو اقرار کر لیں۔"

"وہ میں نہیں کر سکتی ...... جس نے کرنا ہے وہ تو صاف مُنکر ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ......"

"ہاں ...... اس کا مطلب ہے کہ ماہیا تمہارے لئے کوئی مثبت رویہ نہیں رکھتی۔"

"آپ نے اسے سمجھایا تھا......؟" شہریار کی آواز درد میں ڈوبی ہوئی تھی۔

"سمجھایا بھی تھا اور راضی کرنے کی کوشش بھی کی تھی۔"

"اتنا اسے ضرور بتا دیں کہ میں اس کے بنا زندہ تو رہوں گا مگر مسکرا نہیں سکوں گا۔"

"نہیں شہریار! آپ اپنا خیال رکھنا۔ اللہ آپ کو خوش رکھے......" نازش افسردہ سی ہو گئی۔

"خدا کرے اُسے اُس کی منزل مل جائے......" شہریار کی آواز میں بے پناہ کرب تھا۔

"شکریہ ...... مگر حالات کیا رخ اختیار کریں، یہ کسی کو نہیں معلوم......" ایک خوف اور بےیقینی اندیشہ تھا اس کی آواز میں۔

"اوکے ...... اسے میرا آخری سلام دیجئے گا......" شہریار نے افسردگی سے کہا اور ہمیشہ کے لئے فون بند کر دیا......!

نازش چند لمحے ریسیور کو گھورتی رہی اور پھر کریڈل پر رکھ کر کچن میں پھیلے کام کا خیال کر کے وہاں سے باہر نکل آئی۔

+++

وہ گھر آ کر بھی بہت ڈسٹرب تھی۔

بجھی بجھی سی......

کھوئی کھوئی سی......

کسی ذہنی خلفشار کا شکار......

کھانے کی میز سے بھی واجبی سا کھانا کھا کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ اماں نے تشویش بھری نظروں سے اس کا جائزہ لیا اور بیٹھنے کو کہا۔

"ماہیا! کیا بات ہے......؟"

"جی! کچھ نہیں......"

"کچھ تو ہے ...... جب سے نازش کی طرف سے لوٹی ہو، چپ چپ ہو۔" اماں نے دل کی بات کی۔

احسن رضا نے غور سے اس کو دیکھا...... ان کے دیکھنے سے وہ ہمیشہ کی طرح بوکھلا گئی۔

"اماں! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" وہ چڑ کر بولی۔

"اسجد نے کچھ کہہ دیا کیا......؟" احسن رضا نے انتہائی چبا کر جملہ اچھالا تو وہ جھلا اٹھی۔

"وہ مجھے کیا کہے گا......؟"

"شاید ہمارے انکار پر برہم ہو وہ۔"

"ہنہ ...... اسے کچھ فرق نہیں پڑتا کسی انکار سے۔" وہ کچھ دھیرے مگر غصیلے انداز میں بولی۔

"چچی اماں! ویسے یہ لوگ کس قسم کے ہیں......؟ ایک دفعہ کی بات ان کی سمجھ

میں نہیں آتی۔" اب کی دفعہ انہوں نے ٹیڑھی نظروں کا استعمال کیا اور بات اماں سے کی۔

"بیٹا! بظاہر ان میں کوئی برائی نہیں ہے ...... وہ بہت خواہش مند ہیں اگر ہم لوگ اس مسئلے پر غور کر لیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔" اماں نے کہا۔

"اماں! کوئی ضرورت نہیں ہے غور و فکر کی ...... جس کی جو خواہش ہے، وہ پوری کر لینے دیں۔" وہ بھی طنزیہ فقرہ ان کے منہ پر مار کر وہاں سے چلی گئی۔

احسن دھیرے سے مسکرا کر کھانے میں مصروف ہو گئے ...... جبکہ وہ کمرے میں آ کر بستر پر گر گئی ...... اسے آس پاس سے اندیشوں اور وسوسوں نے گھیر لیا۔ اسجد کی محبت کی جڑیں تو دل سے ہو کر پورے وجود کو جکڑ چکی تھیں۔ اس سے دُوری کا تو تصور بھی محال تھا۔ مگر یہ بھی اسے یقین ہوتا جا رہا تھا کہ اسجد کی بے چینی بھی غیر اہم نہیں۔

وہ شاید سچ کہہ رہا تھا۔ حالات بدل رہے تھے ...... آج جس طرح اس کا سواگت کیا گیا، وہ تکلیف دہ تھا ...... جس طرح اسجد کو اس سے دور رکھا گیا، یہ کھلا اعلان تھا کہ اسجد کو دانستہ طور پر اس سے دُور کیا جا رہا ہے ...... اور اسجد سے دُوری کا خیال بھی محال تھا ...... وہ سوچ کر ہی مضطرب ہو گئی۔ جلدی سے اس کا موبائل نمبر ملایا۔

"مجھے امید تھی کہ تم پریشان ہو کر فون کرو گی۔" اس کا نمبر اپنے موبائل سیٹ پر دیکھ کر وہ بولا۔

"پھر پریشانی کی وجہ بھی بتا دو۔"

"وہ تو مجھے بھی نہیں معلوم ...... میں تو آج کل خود بدلے ہوئے رشتوں کے درمیان ہوں۔"

"اسجد! مجھے اندیشہ ہے کہ ہمیں جدا کر دیا جائے گا۔"

"خدا نہ کرے ...... تاہم تمہارا اندیشہ ٹھیک بھی لگتا ہے۔"

"یہاں احسن بھائی کا بلا جواز انکار اور وہاں......"

"تم فکر نہ کرو ...... میں آج گھر میں بات کرتا ہوں ...... کچھ تو سامنے آئے

گا۔'' اس نے جملہ کاٹ کر تسلی دی۔

''کر لو بات ...... میں بھی اماں سے پھر دوٹوک بات کروں گی۔'' وہ بھی فیصلہ کن انداز میں بولی۔

''آئی ایم سوری ڈیئر! آج ماما کا رویہ اچھا نہیں تھا۔''

''اِٹس اوکے......'' اس نے کچھ پُرسکون لہجے میں کہا۔

''میں پھر ساری بات فون پر بتاؤں گا۔'' امجد نے کہا۔

''میں انتظار کروں گی ...... لیکن پلیز، انداز بہتر رکھنا۔ گھر والوں سے آرام سے بات کرنا۔''

''اتنا یقین رکھنا کہ اپنے حق کے لئے میں پوری لڑائی لڑوں گا۔''

''بس بس ...... کوئی محاذ پر لڑنے نہیں جا رہے ...... ہوسکتا ہے بات کچھ بھی نہ ہو۔'' وہ ہنس کر بولی۔

''ممکن ہے ...... لیکن کچھ ہے بھی سہی، یہ طے ہے کہ میں اپنے ہاں اور تم اپنے ہاں ضرور بات کریں گے۔''

''بالکل ...... میں نے بھی احسن بھائی کے انکار کو لفٹ نہیں کرائی۔'' وہ بولی۔

''اوکے...... خدا حافظ!''

''خدا حافظ!''

+++

حیات بیگ اسے کھانے کی میز سے غائب دیکھ کر اٹھے اور نائلہ سے کہا۔

''شہریار کے لئے کمرے میں کھانا بھیجو ...... میں وہیں جا رہا ہوں۔''

''خیریت ڈیڈی؟'' نائلہ نے پوچھا۔

''وہ کھانے کے لئے نہیں آیا تو یقیناً کوئی بات ہوگی۔''

''آپ چلیں انکل! کھانا میں لے کر آتی ہوں۔'' شائلہ نے انتہائی سعادت مندی سے کہا۔ وہ گردن ہلا کر ڈائننگ روم سے باہر نکل آئے۔

وہ بے ہنگم میوزک کے شور میں خود خاموش تھا ...... اس کے چہرے پر ناکام حسرتوں کے واضح نشان تھے۔ جب کبھی وہ بہت اُداس ہوتا تھا تو اسی طرح فل

والیم میں شور شرابے والی کیسٹ لگا کر خود کو تنہا کر لیتا تھا۔

حیات بیگ اس کی اس عادت سے بخوبی واقف تھے ...... خوبرو بیٹے کو اس طرح کُملایا ہوا دیکھ کر ان کے دل پر آری چل گئی۔ کیسٹ پلیئر بند کر کے انہوں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا ...... وہ ان کی طرف متوجہ ہوگیا ...... اس کی سرخ سرخ بے خواب آنکھوں میں میلوں کا سناٹا تھا۔

''کیا بات ہے شیر جوان......؟'' وہ خوشگوار موڈ میں بولے۔

''بات تو کوئی تھی ہی نہیں۔'' اس نے آہستگی سے کہا۔

''تو پھر ملال بھی کیوں ہے......؟'' وہ برجستہ بولے۔

''ملال تو میرے اختیار میں ہے۔''

''ملال میں کوئی کسی کو شیئر نہیں کرتا ...... پھر کسے دکھانا چاہتے ہو......؟''

''ڈیڈی! محبت میں، میں نے شراکت مانگی تھی ...... مجھے بدلے میں ملال ہی تو ملا ہے۔''

''نادان! جو مل گیا ہے، اسے غنیمت جانو۔ محبت خیرات نہیں جو مانگی جائے۔ یہ تو برابری کا سودا ہے۔'' انہوں نے اس کی پیٹھ تھپکتے ہوئے کہا۔

''میں تو اسے اس سے بھی زیادہ چاہتا ہوں۔ برابری سے کئی گنا زیادہ۔'' وہ بولا۔

''تصحیح کر لو ...... چاہتا ہوں، نہیں، چاہتا تھا۔'' انہوں نے بے ساختہ کہا تو وہ چونکا۔

''کیا محبت بھی زمانوں کی پہچان ہے؟ ...... اسے تو جو بھی زمانہ دیں، یہ قائم رہتی ہے......'' وہ بھی حیات بیگ کا بیٹا تھا ...... بڑا ذومعنی جملہ ادا کیا۔

''بہت خوب۔''

''ڈیڈی! کاش مجھے ماہیا کا ساتھ مل جاتا۔''

''بیٹا جی! یہ جو 'کاش' ہے نا یہ بہت ظالم شے ہے ...... ہر چیز کو اژدھے کی طرح منہ کھول کر نگل جاتا ہے ...... سمجھ لو کہ ماہیا تمہاری قسمت میں نہیں تھی۔''

''کیوں ڈیڈی......؟''

"کیوں کا جواب تو ماہیا اور اس کے گھر والے ہی دے سکتے ہیں ...... کیونکہ میں نے تو بصد شوق اسے بہو تسلیم کر لیا تھا۔"

"یہی تو رنج ہے کہ میرے جذبوں کی صداقت کے باوجود اس کے دل میں کوئی جذبہ پیدا نہیں ہو سکا......" وہ سانس بھر کے بولا۔

"تو اسے تقدیر کا لکھا سمجھ کر قبول کر لو......شائلہ اچھی لڑکی ہے ...... میں نے تہہ دل سے اب سے چند لمحے پہلے اسے بہو بنانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔"

"جی ...... یہ شائلہ کہاں سے آ گئی......؟" وہ چیخا۔

"شائلہ تھی، ماہیا کہیں سے آ گئی تھی ......سو، ووٹ شائلہ کے حق میں ہی جاتا ہے۔"

"مگر ڈیڈی......"

"دیکھو بیٹا! تم چانس مس کر چکے ہو ...... ویسے بھی لکیروں کو پیٹنا دانش مندی نہیں ہے......شائلہ بہت اچھی لڑکی ہے۔ ماہیا جیسی نہیں، اپنے جیسی تو ہے۔"

"ڈیڈی! یہ آپ کا فیصلہ ہے......؟"

"ہاں ...... اور تم بھی اس فیصلے کو تسلیم کر لو۔"

"میں ماہیا کو نہیں بھول سکتا......"

"مت بھولو ...... یاد رکھو ...... گلے میں اس کی تصویر لٹکا کر رکھو ......مگر شادی کے لئے تیار رہو ...... میں ابھی کارڈز بننے کے لئے دیتا ہوں۔"

وہ ان کا منہ دیکھتا رہ گیا ...... ایک لفظ بھی نہ کہہ سکا۔ وہ چلے گئے اور وہ پست ہمتی کے ساتھ وہیں بیٹھا رہ گیا......!

+ + +

"ماما! مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے......"

ان کے کمرے میں داخل ہو کر کسی کی موجودگی کی پرواہ کئے بغیر ہی وہ بولا۔

نازش اور احمد علی نے بات کرتے کرتے اسے دیکھا۔

"کہو......؟"

"ماما......آپ کا رویہ بدلا بدلا سا کیوں ہے......؟"

"کس کے ساتھ......؟"

"میرے ساتھ اور ماہیا کے ساتھ ...؟" وہ تھوک نگلنے کے بعد کہہ گیا۔

"تم صرف اپنی بات کرو ...... ماہیا تو مہمان تھی" وہ ایک دم سنجیدہ سی ہو گئیں۔

"ماما......آپ نے بہت برے طریقے سے مہمان نوازی کیوں کی ؟"

"اسجد! تمہیں غلط فہمی ہوئی ہو گی۔" احمد علی بولے۔

"آپ نہیں جانتے بھائی! آج ماما بالکل روایتی عورت بن گئی تھیں۔"

"خوامخواہ بات کا بتنگڑ نہ بناؤ ...... ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔" انہوں نے ڈانٹا۔

"جی ہاں ...... بہت عزت کی ہے آپ نے۔"

"اسجد! کچھ باتوں کا کوئی سبب ہوتا ہے۔" نازش نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔

"ہاں! تو بتائیں نا وہ سبب ...... کیوں سب نے چپ سادھ رکھی ہے؟ کیوں ذو معنی باتیں کی جا رہی ہیں؟ ...... میں بھی تو وہ سبب جاننا چاہتا ہوں۔" وہ نان سٹاپ بولتا چلا گیا۔

"اسجد! اتنی بدتمیزی......؟" بیگم ادریس نے غصے سے کہا۔

"میں شرمندہ ہوں ...... لیکن آپ سب لوگ کیوں نہیں بتاتے کہ مسئلہ کیا ہے؟" وہ کچھ نرمی سے بولا۔

"مسئلہ سنے بغیر اتنے اشتعال میں ہو۔ اگر مسئلہ سن لیا تو نجانے کیا کر ڈالو" بیگم ادریس نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ماما! یہ آپ پہلے سے کیسے اخذ کر سکتی ہیں......؟"

"اسجد! ایک بات کان کھول کر سن لو، ہمارا فیصلہ حتمی ہو گا ...... کسی قسم کی گستاخی کی اجازت نہیں ملے گی۔"

"مجھے ایسا لگنے لگا ہے کہ میں کسی ایسے گھرانے میں آ گیا ہوں جہاں ہر کام تحکمانہ طرز پر کرایا جاتا ہے ...... کہاں گیا وہ پیار بھرا لب و لہجہ......؟"

"اسجد! کچھ بھی نہیں بدلا ......سوائے اس کے کہ مشہد کی بے حسی سے ہم سب

متاثر ہوئے ہیں ...... سب ہی چڑچڑے ہو گئے ہیں اور اب گھر کی خوشیاں بچانا چاہتے ہیں۔'' احمد علی نے بردباری کا مظاہرہ کیا۔

''احمد بھائی! میں کب منکر ہوں گھر کے تحفظ سے......؟ لیکن خدارا، مجھے بتائیں تو۔'' وہ ایک دم نرم پڑ گیا۔

''ماما! آپ اسجد پر بھروسہ رکھیں......'' نازش نے رائے دی۔

''اسجد! ہم نے تمہاری شادی کا فیصلہ کیا ہے ...... اور اس کے لئے ہمارا انتخاب تمکین ہے۔''

ان میں خود بھی بات کرنے کی ہمت نہیں تھی۔ اس لئے اس سے نظریں چرا کر ایک دھماکا اس کی سماعت پر کر دیا ...... وہ تو اس شدید دھماکے کی زد میں آتے ہی ریزہ ریزہ ہو گیا۔

''ماما! کیا کہا آپ نے......؟'' وہ چلایا۔

''وہی کہا جو تم نے سنا ...... باقی باتیں بعد میں ہوں گی۔'' وہ یہ کہہ کر اپنے کمرے سے باہر چلی گئیں۔

اسجد، بھائی کے سامنے پھٹ پڑا۔

''تو یہ کھچڑی پکا رہے تھے آپ سب ...... یہ گڑھا تیار کر رہے تھے آپ ...... اور یہ خیال کئے بنا کہ تمکین میری بھابی ہیں......''

''اسجد! جسٹ ریلیکس۔ پلیز، تحمل سے بات سنو ...... ماما کا یہ فیصلہ بہت دُور اندیشی پر مبنی ہے ...... تمکین اور مژگاں کے مستقبل کی خاطر، اس گھر کی بھلائی کی خاطر انہوں نے یہ مشکل فیصلہ کیا ہے۔''

''میں کیسے مان لوں کہ یہ ان کا فیصلہ ہے......؟ نازش بھابی بہت عرصے سے یہ چاہ رہی تھیں کہ میرا اور ماہیا کا رشتہ نہ ہو سکے۔''

''اسجد! یہ الزام ہے ...... حقیقت یہی ہے کہ ماما یہ فیصلہ کر چکی تھیں ...... ایسے میں ماہیا کے حوالے سے میں مزید سوچنا نہیں چاہتی تھی۔ جو کچھ تم نے سوچا اور سمجھا وہ محض بدگمانی ہے۔'' نازش نے دھیرے دھیرے وضاحت کی۔

''میں مان بھی لوں تو آپ نے یہ کیسے سوچ لیا کہ جو آپ چاہیں گے وہ ہو

بھی جائے گا۔'' وہ بولا۔

''یہ بات غور سے سن لو کہ ہم نے ایسا نہیں چاہا ......ہمیں تو ماما نے یہ فیصلہ کرنے کے بعد کہا ...... اور ہم نے بہت سمجھایا مگر وہ اپنے موقف پر قائم رہیں۔'' احمد علی نے واضح کیا۔

''تو ٹھیک ہے ...... وہ قائم رہیں۔ مگر مجھے ان کا فیصلہ منظور نہیں۔''

''دیکھو! ماما، مشہد کی حرکت کی وجہ سے بہت پریشان ہیں ...... مژگاں اور تمکین کی تباہی کا ذمہ دار وہ خود کو گردانتی ہیں اور......''

''اور میں قربانی کا بکرا ہوں ...... یہ بھی تو سوچ لیں کہ میرا دماغ اس بات کو کبھی قبول نہیں کرے گا ...... رشتے اتنی آسانی سے اپنی جگہ بدل سکتے ہیں؟ خود سوچیں۔'' وہ چلایا۔

''اسجد! پلیز آہستہ، تمکین نے سن لیا تو......'' نازش نے ٹوکا۔

''کوئی سنے یا نہ سنے، مجھے میری مرضی سے مطلب ہے، آپ لوگ کان کھول کے سن لیں۔''

''اچھا حوصلہ رکھو، فی الحال تمکین کی عدت پوری ہونے تک تو ویسے بھی ماما کوئی بات نہیں کر سکتیں۔ انہیں سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔'' احمد بھائی نے دھیرے سے سمجھایا۔

''کچھ بھی ہو جائے، میں ماہیا کے سوا کسی سے شادی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا ...... بتا دیں ماما کو......'' وہ فیصلہ کن انداز میں کہتا ہوا باہر نکل گیا۔

گاڑی کو فل سپیڈ میں سڑکوں پر دوڑاتے ہوئے وہ بارہا حادثے سے بچا۔ مگر حواس قابو میں نہیں تھے ...... دل بیٹھا جا رہا تھا اور دماغ میں آندھیاں چل رہی تھیں۔

یہ کیسا طوفان زندگی میں اچانک در آیا تھا کہ کچھ بھی کر لینے کو جی چاہ رہا تھا ...... ماہیا کی لے پر دھڑکنے والا دل، اس کے خواب دیکھنے والی آنکھیں، اس کی مہک میں بسی سانسیں سب ڈوب رہی تھیں ...... ماما نے یہ کیا کہہ دیا تھا کہ چاروں جانب قیامت کی فضا تھی۔

'اپنی روح کے بغیر بھی کبھی کوئی جی سکا ہے ...... کیا یہ سب نہیں جانتے کہ میں ماہیا میں سانس لیتا ہوں ...... وہ میری پہلی اور آخری محبت ہے ...... اور تمکین بھابی، ان کے لئے تو میں ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔ رشتوں کی مناسبت سے محبت کی جاتی ہے ...... کیا تمکین بھابی یہ سب قبول کر لیں گی......؟ کیا وہ یہ سب مان کر چپ سادھ لیں گی......؟ کوئی احتجاج نہیں کریں گی......؟'

وہ مسلسل سوچ رہا تھا اور گردونواح سے غافل گھنٹوں کی بے حساب تھکن کے بعد رات گئے جب لوٹا تو بیگم ادریس کو اپنا منتظر پایا۔

''کہاں تھے آپ......؟'' انہوں نے رعب دار آواز میں پوچھا۔

''ماما! پلیز، کوئی نواب بیگم یا چودھرائن بن کر مجھے نہ ملیں۔'' وہ سخت بیزاری سے بولا۔

''غور کیا ہے، کتنے بے ادب ہو گئے ہو؟'' وہ پھر درشت لہجے میں بولیں۔

''ماما! آپ اپنی ہر بات کا جواب محبت کا پھاہا رکھ کر بھی پوچھ سکتی ہیں۔ بیٹے

کے دل پر کیا گزر رہی ہے، یہ جان کر محبت و نرمی سے بھی تو کچھ کہہ سکتی ہیں ...... کیا میرے دل کی کیفیت سے نا آشنا ہیں آپ......؟''

وہ نڈھال سا قالین پر اوندھے منہ گر گیا ...... ان کا کلیجہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ...... سب سے لاڈلے اور چہیتے بیٹے کی پسند اور خوشی جانتے ہوئے بھی کس قدر ظالمانہ فیصلہ مسلط کر دیا تھا۔ وہ تڑپ کر فرش پر جھکیں اور اس کے بالوں میں ممتا بھری انگلیاں پھیرنے لگیں۔

''اسجد! ماں قربان، تم میرا مان ہو۔ میرے اعتماد اور یقین کا مرکز ہو ...... میں سب جانتی ہوں۔ لیکن کیا کروں......؟''

''یہ مسئلہ آپ نے سر پر کیوں طاری کر لیا ہے......؟ تمکین بھابی گھر میں ہیں۔ اور ان کے لئے بہتر راستہ نکل آئے گا۔'' ماں کو نرم پڑتا دیکھ کر وہ جلدی سے تاویل دینے لگا۔

''یہ بات اتنی آسانی سے تم نے اس لئے کر دی کہ میری جگہ نہیں ہو ...... میں دراصل تمکین کی گناہ گار ہوں ...... پہلا غلط فیصلہ میرا جرم ہے۔ اب اس کی تلافی بھی تو مجھے ہی کرنی ہے۔ تمکین کی زندگی مشہد نے برباد کر دی ہے۔ معاشرے میں کیا مقام دیا ہے اسے۔ پھول سی بچی بے آسرا کر دی۔ ہم اسے کسی اور کے حوالے کر دیں؟ وہ ہمارا خون ہے۔''

''ماما! بہت سے لوگ مثالی باپ بن کر دکھاتے ہیں ......کوئی بہتر بندوبست ہو سکتا ہے۔''

''نہیں ...... ہمیں اپنا خون پرائے ٹکڑوں پر نہیں پالنا ...... اتنے ظالم نہ بنو۔ کس قدر مانوس ہے مژگاں تم سے ...... اسے باپ کا پیار نہیں دے سکتے تم......؟''

انہوں نے شدید جذباتی حملہ کیا کہ وہ دل مسوس کے رہ گیا۔

''ماما! میں اس رشتے کو کیسے نبھا سکتا ہوں؟ ...... میں ماہیا کے بنا مر جاؤں گا۔'' وہ ان کی گود میں منہ چھپا کر رو دیا۔

''حوصلہ میری جان ......! جی دار لوگ عظیم قربانیاں دیتے ہیں ...... میرا مان ہے، میری منت ہے کہ تم تمکین کو قبول کر لو......'' وہ خود بھی رو دیں۔ مگر وہ پھر

بھی بولا۔

"ماما، پلیز! کوئی اور راستہ مل سکتا ہے...... کوشش کی جا سکتی ہے۔"

"نہیں ...... راستہ مل سکتا ہے، مگر منزل نہیں ...... میں کسی پر اعتبار نہیں کر سکتی تمکین میری مطلقہ بہو ہی نہیں، میری اکلوتی بھتیجی بھی ہے ...... کیا منہ دکھاؤں گی میں مرے ہوئے بھائی کو......؟"

وہ آنچل میں منہ چھپا کر رو دیں۔ وہ دل گرفتہ سا تیزی سے اٹھ کر وہاں سے چلا گیا۔

+ + +

وہ دانیال کو ناشتے کے بعد ٹی وی لاؤنج میں لے آئی۔ اماں اور بوا دوسرے حصے میں چلی گئیں۔

دراصل دانیال کے ایگزامز ہونے والے تھے۔ وہ آج کل اسے بہت سا وقت دے رہی تھی۔

احسن رضا اپنے کمرے سے تیار ہو کر آئے تو رک گئے۔

"ماہیا......!"

"جی......!"

"وہ شہریار بیگ کی شادی ہو رہی ہے ...... اسے مبارکباد ضرور دینا۔" انہوں نے کف لنکس ٹھیک کرنے کے بہانے نظریں چرا کر طنز بھری اطلاع فراہم کی۔

"تو آپ مجھے کیوں یہ اطلاع دے رہے ہیں......؟"

"ویسے ہی ...... وہ میرے پاس آیا جو تھا۔"

"میں اسے نہیں جانتی احسن بھائی!"

"خیر ...... یونہی سہی۔" وہ کمال لاپرواہی سے بولے۔ اندر سے تو وہ جل بھن گئی مگر بظاہر پُرسکون رہ کر بولی۔

"احسن بھائی! میں کوئی کام کرنا چاہتی ہوں۔"

"ضرور ...... میرے سارے کام تم کیا کرو......"

"میں کوئی دفتری کام کرنا چاہتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے ...... میرے آفس میں، میری کرسی پر بیٹھو۔" انہوں نے نگاہ جما کر کہا۔

"میرا مطلب یہ نہیں تھا......" وہ نادم سی ہو گئی۔

"میرا مطلب بھی یہ نہیں ہے ...... میں خوش دلی سے کہہ رہا ہوں۔"

"نہیں، میں آپ کی کرسی پر تو بیٹھنا نہیں چاہتی۔" وہ یہ کہہ کر دانیال کے قریب چلی گئی۔

"میری خوشی ہے اس میں......" وہ روبرو آ کر بولے۔

"مگر آپ نے کبھی نیلو آپی کو تو کام کی اجازت نہیں دی ...... وہ تنہا گھر میں دردِ سر کا مقابلہ کرتی رہیں۔" اسے موقع ہاتھ آ گیا۔

احسن رضا کی کشادہ پیشانی پر سلوٹ سی پڑ گئی۔ مگر مسکرا کر انہوں نے اسے دور کر دیا۔

"ہر پسند اپنے اپنے مقام پر رہے تو بہتر ہوتا ہے ......ضروری نہیں کہ جو نیلوفر کے لئے احسن رضا کے جذبات تھے، وہی سب کے لئے بھی ہوں۔"

"بیوی سے بھی زیادہ کوئی پسند ہو سکتا ہے کیا......؟" وہ کافی حد تک بہادر بن گئی تھی۔

احسن رضا کو حیرت تھی۔

"بالکل ...... ہو سکتا ہے۔ دیکھو، بیوی کے آنے سے کوئی دیوار نہیں کھنچ جاتی۔ نہ دل میں، نہ گھر میں۔ کوئی حرفِ آخر تو نہیں ہوتی بیوی۔" انہوں نے مضحکہ خیز انداز میں عورت کی تذلیل کی۔

ماہیا سلگ اٹھی۔

"یہ تو بہت بری بات ہے احسن بھائی! آپ کی نظر میں بیوی کی یہی قدر و قیمت ہے۔ اسلام نے عورت، مرد کے اس رشتے کو جتنی عزت دی ہے، آپ نے اسے ہوا میں اُڑا دیا......"

وہ جذباتی ہو گئی تو وہ زوردار قہقہے کے ساتھ ہنستے چلے گئے۔ اس سے پہلے انہیں اس طرح ہنستے کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ وہ اور دانیال محوِ حیرت تھے۔

"ماہیا! ایسا کرو، دفتری کام میں انٹرسٹ لینے کی بجائے واعظ یا مقرر بن جاؤ۔" وہ اسے یہ کہہ کر چلے گئے اور احساسِ ندامت سے اس کی آنکھیں بھر آئیں۔

"احسن بھائی! میں آپ پر ثابت کر دوں گی کہ ہر عورت کے ساتھ ایک سا سلوک نہیں کیا جا سکتا۔" اس نے خود کلامی کی۔ دانیال اس کی بات نہ سن سکا۔

"آنٹی! بابا کا کیا پرابلم ہے؟" دانیال نے کتاب بند کرتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ نہیں ...... پرابلم ہمارے معاشرے کے ہر فرد کو لاحق ہے۔"

"بابا کس سے خوش ہوتے ہیں......؟"

"شاید اپنے آپ سے ...... ہر مرد کی طرح صرف اپنے آپ سے۔" وہ چاہتے ہوئے بھی ضبط نہ کر سکی۔

"آنٹی! اگر آپ نہ ہوتیں تو میں کتنا تنہا ہو جاتا......؟"

"نہیں میری جان! ایسا مت سوچو ...... وہ آپ سے تو بہت پیار کرتے ہیں ......آپ نے تبدیلی محسوس نہیں کی؟" وہ واپس اس کی طرف لوٹ آئی۔

"بابا کبھی ماما کی کمی تو پوری نہیں کر سکتے۔" وہ افسردگی سے بولا۔

"دانی! ماں کی کمی تو کوئی بھی پوری نہیں کر سکتا ......مگر بابا کی آپ اکلوتی اولاد ہیں۔ ان کا آپ کے سوا کون ہے؟" اس نے پیار سے اسے گلے لگایا۔

"آنٹی......! عاطف کہہ رہا تھا، شہریار چاچو کی شادی اس کی آنٹی سے ہو رہی ہے۔"

"اچھی بات ہے......" وہ ٹال گئی۔

"آج شہریار چاچو عاطف کو لینے آئے تھے تو کہہ رہے تھے کہ آپ کی آنٹی نے ہمیں سب سے جدا کر دیا ہے، یہ بتا دینا۔"

"چھوڑو، آپ یہ چیپٹر جلدی سے پڑھ لو ...... میں کچھ کھانے پینے کو لاتی ہوں۔" وہ نظر انداز کر کے وہاں سے اٹھ گئی۔

+++

دن تیزی سے گزر گئے۔ آج اُس کی عدت پوری ہو گئی تھی۔ وہ بکھری بکھری سی لان میں چلی آئی۔

ایسا لگتا تھا جیسے ویران اور تنہا زندگی کا سفر شروع ہو گیا۔

نازش اور احمد علی نے حیرت سے اس کی حالت دیکھی۔ وہ سوکھے پتے کی مانند کانپ رہی تھی۔

نازش نے چائے کا کپ میز پر رکھ کر جلدی سے اسے سہارا دیا اور اپنے قریب بٹھا لیا...... محبت کا سہارا پا کر وہ سسک اٹھی۔

"نازش بھابی! میں کتنی بدنصیب ہوں ...... میرا سایہ بھی میرے لئے اجنبی ہو گیا۔ میں قدم کیسے اٹھاؤں؟"

"تمکین ...... تمکین! میری جان! ہمت نہ ہارو ...... مرض دور کرنے کے لئے کڑوی کسیلی دوا کھانی پڑتی ہے ...... چیر پھاڑ کے عمل سے گزرنا پڑتا ہے۔ ہم سب بہت دُکھی ہیں تمہارے لئے۔ تمہیں خوش دیکھنے کی تمنا ہے۔" نازش نے محبت بھرے لہجے میں اُس کی دلجوئی کی۔

"آپ سب دُکھی نہ ہوں۔ میں نے تو قسمت کا لکھا سمجھ کر قبول کر لیا ہے۔ میں اپنے حال میں اپنی بچی کے ساتھ خوش رہوں گی ...... میں نے زندگی سے سمجھوتہ کر لیا ہے۔"

"تمکین! زندگی ایک دن اور ایک ہفتے کا سفر نہیں، گزر جائے تو پل کی خبر نہیں۔ نہ گزرے تو پہاڑ جیسی ہے ...... اسلام اور قانون ایسے موقع پر عافیت کا راستہ دکھاتا ہے۔" احمد علی نے شفیق انداز میں اُسے بہت کچھ سمجھانے کی کوشش کی ...... عین اُسی وقت ماما بھی مژگاں کو لئے اُسی طرف آ گئیں اور اُسے اُداس، سادہ سے کپڑوں میں دیکھ کر بولیں۔

"تمکین بیٹا! رنگوں سے محبت کرنا سیکھو۔ اسلام عدت کے بعد عورت کو نئی زندگی کی نوید دیتا ہے اور تم نے یہ پھیکے سے رنگ کے کپڑے پہن رکھے ہیں۔"

"پھوپھو! بس دل نہیں چاہا۔"

"اب دل کو سمجھاؤ کہ بہتری کی طرف آئے۔ احمد علی! تم نے تمکین کو بتایا کہ نہیں؟" انہوں نے بات کرتے کرتے احمد علی کو مخاطب کیا تو وہ بوکھلا گئے۔

"ماما! دراصل ابھی تک تمکین افسردہ ہے۔ آج اس کی آزادی کا پہلا دن ہے

اور......"

"اور اس دن کا ہمیں شدت سے انتظار تھا۔ تم دونوں ابھی اور اسی وقت بتاؤ، میں شکرانے کے نفل پڑھنے جا رہی ہوں۔" وہ یہ کہہ کر واپس اندر کی طرف چلی گئیں۔ تمکین ہونق بنی اُن دونوں کا منہ دیکھنے لگی۔

"احمد بھائی! پھوپھو کیا کہہ کر گئی ہیں؟"

"وہ ...... وہ دراصل تمہاری بہتری چاہتی ہیں، تاکہ تم اور مژگاں ہنسو، مسکراؤ، اچھی زندگی بسر کرو......" نازش نے ہکلا کر کہا۔

"دیکھو تمکین! ماما چاہتی ہیں کہ تمہاری شادی کر دی جائے ...... اور اس کے لئے انہوں نے اسجد کو چنا ہے......" احمد علی جلدی سے کہہ گئے۔

وہ پوری قوت سے چونکی ......

"جی! کیا کہا آپ نے؟ پھوپھو نے میری آزادی کے ساتھ ہی میرے لئے سُولی تیار کر لی......"

"تمکین! غلط نہ سمجھو۔ ماما نے، ہم سب نے سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا ہے ...... اسجد کو اور تمہیں یہ فیصلہ ماننا ہوگا۔"

"مگر میں ایسا کیسے مان سکتی ہوں؟ اسجد کیسے یہ قبول کر سکتا ہے؟" وہ رو دی۔

"کہا نا کہ یہ فیصلہ ہو چکا ہے، اسجد سے بہتر مژگاں کے لئے باپ کا ملنا مشکل ہے۔ اس بچی کی خاطر سوچو......" احمد علی نے سمجھایا۔

"اور وہ جو ماہیا سے شدید محبت کرتا ہے اُسے کس جرم کی سزا ملے گی؟" وہ بولی۔

"دیکھو! اس اذیت ناک لمحے سے ہم گزر رہے ہیں۔ بچوں کا دکھ بڑے لہو کی گردش میں محسوس کرتے ہیں۔ لیکن کیا کریں؟ ماہیا اور تمہاری پوزیشن میں واضح فرق ہے۔ اگر مژگاں نہ ہوتی تو شاید ماما ایسا نہ سوچتیں ...... مگر اب مجبوری ہے، اسے قبول کر لو ...... اسجد لاجواب ہے ...... اُس کے ساتھ زندگی کا لطف اٹھاؤ۔ کتنا عرصہ مشہد نے آنسو دیئے ہیں اسجد کا ساتھ سب کو خوشیوں میں بدل دے گا۔"

وہ کہہ چکے تو تمکین نے غیر یقینی انداز میں انہیں دیکھا ...... نازش نے اُسے

چائے بنا کر دی تو وہ کپ گھورنے لگی۔

"تمکین! یہ فیصلہ ماما نے بھی انتہائی کرب سے گزر کر کیا ہے۔ ہمیں اُن کی بات میں صداقت نظر آئی ہے۔ اسی لئے ہم بھی اب ایسا ہی چاہتے ہیں ...... میں نہیں جانتی کہ جب یہ اعلان ہوگا تو میری بہن پر کیا قیامت گزرے گی؟" نازش نے کہا تو اُس نے رنجیدہ سی نگاہوں سے نازش کے چہرے پر پھیلی گمنام سی اُداسی دیکھی اور چائے کا کپ خشک لبوں سے لگا لیا۔ اُسے ایسا لگا کہ یہ فیصلہ سچ مچ اُوپر ہو چکا ہے ...... تب احمد علی نے دھیرے سے کہا۔

"زیادہ سوچتے نہیں، بڑوں پر بھروسہ کرتے ہیں۔"

"مگر احمد بھائی......" وہ لڑکھڑائی۔

"بھائی بھی کہتی ہو اور اگر مگر بھی کرتی ہو۔ کچھ اور نہیں سوچنا۔ بس ابھی اور اسی وقت یہ فیصلہ قبول کر لو......" احمد علی نے کہا۔

"میں نے ایسا کبھی نہیں سوچا......" وہ پھر رو دی۔

"تقدیر کے فیصلے اوپر ہوتے ہیں۔ ہم کب ایسا چاہتے ہیں مگر ہوتا وہی ہے۔" نازش نے کہا۔ تب احمد علی سنجیدگی سے بولے۔

"اللہ پر توکل رکھو اور بہتری کی دعا کرو ...... ہم سب تمہارے اپنے ہیں ...... یہ اقرار خود ماما کو سناؤ۔ وہ منتظر ہیں۔ بہت بے چین ہیں۔"

"اور اسجد......؟"

"وہ بھی ماما کی بات ٹال نہیں سکتا۔"

"یہ تو پھر مجبوری اور جبر کا تعلق ہوا......"

"دیکھو! جس سابقہ شخص سے جبر کا تعلق تھا اس سے تمہیں آج بھی محبت ہے۔ یہ رشتہ تو اخلاص اور محبت کے پیش نظر قائم کیا جا رہا ہے۔" احمد علی کے لہجے میں ہلکی سی لرزش آ گئی۔ نازش نے مسکرا کر بات بدل دی۔

"تمکین! تم بہت خوشیاں دیکھو گی ...... میرا دل کہتا ہے کہ تمہارے سب آنسو موتی بن جائیں گے۔"

تمکین یقین کر کے چپ چپ کمرے کی طرف چلی گئی۔

چند دن وہ خود سے لڑتی رہی، کمرے میں بند سوچ بچار کرتی رہی اور پھر پُرسکون ہوگئی۔

+++

تمکین کے اقرار کے بعد اس رات وہ کٹی ہوئی شاخ کی مانند ماں کے بازوؤں میں جھول گیا۔

خاموش کمرے میں بند احتجاج کے باوجود ہار گیا تھا ...... جی بھر کے محبت کی بربادی پر آنسو بہائے ...... خود کو لعنت ملامت کی ...... احساسِ ندامت سے پورا کا پورا عرق آلود ہوا۔ آئینے میں اپنا نامکمل چہرہ دیکھا ...... ماہیا سے کیسے نظریں ملائے گا......؟ کیسے اسے بتائے گا کہ وہ کچھ نہ کر سکا......؟ یہ سب باتیں سوچنے کے بعد وہ شکست تسلیم کر چکا تھا۔

''اسجد، شاباش! ماں کا مان رکھ لیا۔''

''مگر ماما! اسجد کے پاس کچھ نہیں بچا ...... اسجد اب ادھورا ہی رہے گا۔'' اس کا لہجہ اتنی شدید ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھا کہ چند لمحے تو بیگم ادریس کا دل ہول گیا۔ بیٹے کا دُکھ وہ محسوس کر سکتی تھیں ...... وہ روایتی ماں نہیں تھیں ...... وہ تو خود اپنے اسجد کی خوشیاں چاہتی تھیں۔ مگر قسمت کو یہ سب منظور نہیں تھا۔

''سب کچھ ہے میرے فرمانبردار بیٹے کے پاس ...... ہمیشہ شاد آباد رہے گا۔'' انہوں نے پیشانی چوم کر کہا۔

''ماما! میں اپنی محبت کی نظر میں بے وفا بن جاؤں گا۔''

''ماہیا کو نازش اچھے طریقے سے سمجھا دے گی ...... وہ سلجھی ہوئی بچی ہے ہماری مجبوری کو سمجھے گی۔''

''کاش! میں پاکستان ہی نہ آتا۔''

''اب دل گرفتہ کر دینے والی باتیں چھوڑو ...... نئی منصوبہ بندیاں کرو۔ سوچو۔ میں احمد علی سے مشورہ کرتی ہوں۔ چند روز بعد ہی میں نکاح کرنا چا ہوں۔'' انہوں نے حتمی انداز میں کہا۔

''آپ کا جو جی چاہے کریں۔'' وہ بے جان سا ان کے بیڈ پر لیٹ گیا۔

رانی نے بیگم ادریس کو کسی ملنے والی کے آنے کی اطلاع دی تو وہ چلی گئیں۔

اسی اثناء میں تمکین، مژگاں کو لینے آ گئی۔ اسے تنہا لیٹا دیکھ کر وہ پلٹنا ہی چاہتی تھی کہ وہ بولا۔

''مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔''

وہ ٹھٹکی۔

''آپ ماما کے فیصلے سے متفق ہیں یا حسب عادت خاموشی ظاہر کر دی ہے؟''

''یہی سوال اپنے آپ سے پوچھو، جواب مل جائے گا۔'' اس نے انتہائی دانش مندی سے جواب دیا۔

''ماما کی بات میں کیسے ٹال سکتا ہوں......؟'' وہ دھیرے سے بولا۔

''اس کا مطلب تو یہی ہوا کہ مجبوراً رضامندی ہے۔'' وہ رخ موڑ کر بولی۔

''اس کا مطلب یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ ماما نے مثبت رخ پر قائل کر لیا ہو۔''

''دونوں صورتوں میں مجھے معلوم ہے کہ آپ نہ چاہتے ہوئے ایسا کریں گے۔''

''فرض کر بھی لیں تو آپ نے بھی تو مجبوراً یہ رضامندی دی ہے۔''

''اب مجھ سے کیا چاہتے ہو......؟''

''یہی کہ اب بھی اچھی طرح سوچ لیں ...... میں جو کچھ ہوں، آپ کے سامنے ہوں۔''

''پھوپھو نے جو بہتر سمجھا کیا، مجھے کوئی اعتراض نہیں۔'' وہ یہ کہہ کر آگے بڑھی تو وہ سامنے آ گیا۔

''آپ نے پھوپھو کی بات اتنی جلدی اور اتنی آسانی سے مان لی۔''

''تو کیا کرتی؟ میرا اور ہے ہی کون......؟'' ٹپاٹپ آنسو ٹوٹ کر برسنے لگے تو وہ کچھ دیر چپ رہ کر بولا۔

''تو پھر ایک بات پر یقین رکھئے گا کہ اسجد نے دل کی بازی ہار کے یہ فیصلہ کیا ہے۔ خود چاہے ساری زندگی دھوپ میں جلے، آپ کو اور مژگاں کو گرم ہوا بھی نہیں لگنے دے گا۔''

اس نے اتنے خلوص سے کہا کہ تمکین پہلی مرتبہ اندر سے مسکرائی ...... اسے اسجد کے لہجے کا یقین اپنے اندر اُترتا محسوس ہوا۔ اسجد نے مژگاں کے لئے بانہیں پھیلائیں تو وہ مژگاں کو اسے دے کر خود کمرے سے باہر نکل آئی۔

اپنے کمرے تک کا راستہ اس نے اُڑ کر طے کیا اور کمرے میں پہنچ کر پہلا کام یہ کیا کہ بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر رکھی مشہد کی اور اپنی تصویر اٹھا کر دراز میں بند کر دی۔

+++

کئی بار موبائل اٹھایا، کئی بار نمبر ملانے کی کوشش کی ......مگر ہر بار ادھورا نمبر ہی بند کر دیا۔

دل کہتا تھا کہ اپنی جانِ عزیز کو اس قیامت کے بارے میں بتا دے......مگر دماغ ماؤف ہو کر ساتھ چھوڑ جاتا، کیسے بتائے؟ کیا بتائے؟ سارے پکے ارادے، وعدے انتہائی کمزور ثابت ہوئے تھے ...... اپنے گھر کی بہتری کی خاطر یہ فیصلہ خود غرضی پر مبنی ہی تو تھا۔ ماہیا کو کس جرم کی سزا ملی ہے؟ مجھے چاہنے کی سزا؟ ...... کتنے برے طریقے سے اعتماد پامال ہو گا...... وہ ٹوٹ کر بکھر جائے گی...... اس کی دراز پلکوں سے ٹوٹتے ستارے کون چنے گا......؟ اس کے کومل لبوں کی سسکیاں کون سنے گا......؟

وہ بے کل ہو گیا......موبائل فون غصے میں دور پھینک دیا اور آڑا ترچھا بیڈ پر گر گیا۔ دل کی تڑپ سچی تھی کہ فون چلاّنے لگا...... اس نے بیزاری سے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھایا اور کان سے لگا لیا۔

''ہیلو......''

ماہیا کی خوبصورت آواز پر ہمیشہ کی طرح وہ جی اٹھا مگر اگلے ہی لمحے مردنی چھا گئی۔

''ہیلو......''

''اسجد! موبائل کیوں آف کیا ہے؟''

''پتہ نہیں......''

''کیا پتہ نہیں ......کیا موبائل کسی اور کے پاس ہے......؟''

''تم سناؤ، کیسے فون کیا......؟''

''کیوں ...... میں نہیں کر سکتی کیا......؟''

''یار! یہ کیا، کیوں کے علاوہ بھی کوئی بات ہے کہ نہیں......؟'' وہ جھنجھلا کر بولا تو ماہیا حیرت میں آ گئی۔

''اسجد......!''

''ماہیا! سوری، میں دراصل بہت ڈسٹرب ہوں۔'' وہ شرمندگی سے بولا۔

''میں وجہ پوچھ سکتی ہوں......؟''

''کچھ فائدہ نہیں ہو گا...... میرا مرض بڑھنے والا ہے، گھٹنے والا نہیں۔''

''اوہ گاڈ! تم تو فلاسفر بن گئے ہو......'' وہ شرارت سے بولی، اس کا موڈ ٹھیک کرنے کی خاطر۔

''میں جو کچھ بن گیا ہوں، تم نے ابھی اس نام سے مجھے نہیں پکارا۔''

''میرا خیال ہے میں نازش آپی سے پوچھتی ہوں۔''

''ٹھیک ہے...... تاہم تھوڑا انتظار کر لو۔ زیادہ بہتر ہے۔''

''اوکے! میں انتظار کی لذت سے ضرور گزروں گی ...... فی الحال آج ڈنر باہر کرتے ہیں...... آ جاؤ۔''

''میرا موڈ بالکل نہیں ہے...... پھر کبھی سہی۔''

''اسجد! یہ تم کہہ رہے ہو......؟''

''ماہیا! پلیز، میں سچ کہہ رہا ہوں۔''

''کوئی اور بات تو نہیں ہے نا......؟ میرا دل ڈر رہا ہے۔''

''نہیں ...... ڈرو مت ...... ڈرنے سے کون سا خطرہ ٹل جاتا ہے؟''

''اچھا، تم کل مجھے ضرور ملو گے۔'' وہ پریشان سی ہو گئی۔

''کاش......!''

''کیا......؟''

''کچھ نہیں......'' اس نے ٹالا۔ وہ اس کی دل آزاری کیسے کرتا؟

''اسجد! میں تمہیں ملنے آ جاؤں......؟'' اس نے محبت سے چور لہجے میں

پوچھا۔

''نہیں ...... میں کسی سے نہیں مل سکتا ...... بلکہ کچھ حاصل نہیں۔'' اس نے چڑچڑے انداز میں کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

یہ اتنی بری، غیر اخلاقی حرکت تھی کہ وہ بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر زور زور سے مکے مارنے لگا ...... اپنی جانِ ادا، جانِ بہار کو ہرٹ کر کے وہ ملول و مضطرب ہو کر اپنے بال نوچنے لگا، چیخنے چلاّنے لگا ...... اس کے چیخنے پر باہر سے گزرتی رانی پریشان ہو کر نازش کو بلا لائی۔

وہ اندر آئی تو کمرے کا سارا سامان بکھرا پڑا تھا ...... اس کی اُجڑی اُجڑی حالت سب کچھ بتا رہی تھی۔ نازش کو دیکھ کر وہ چلاّیا۔

''چراغ جلائیں آپ سب ...... گھی کے چراغ ...... میں اتنا گھٹیا انسان ہوں۔ میں نے اپنی ماہیا کو بہت تکلیف دی ہے ...... اس کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی ہے ...... وہ رو رہی ہو گی۔''

''اسجد! فیصلوں کے بعد پچھتایا نہیں کرتے ...... ماہیا کو میں تمہاری کیفیت بتاؤں گی تو وہ خود تمہارے جذبے کو سراہے گی ...... ایسا ردِ عمل شو نہ کرو۔ تمکین کی دل آزاری ہو گی۔ مجھے دیکھو، میں ماہیا کی بہن ہوں۔''

''کیسی بہن ہیں آپ......؟ اس کی بربادی کا انتظام کر رہی ہیں......'' وہ جل کر بولا۔

''کاش! میں اپنا دل کھول کر دکھا سکتی۔ کیا کروں، ایک اچھی بہو اور بیٹی کے فرائض ادا کرتے کرتے اپنی بہن کا دُکھ سہہ رہی ہوں......'' نازش کی پلکوں سے جھڑی لگ گئی۔

''بھابی! میں بے وفا نہیں ...... میں ہرجائی نہیں......'' وہ تکیے میں منہ دے کر لیٹ گیا۔

''یقین رکھو، یہ الزام تم پر نہیں آنے دوں گی ...... بس اب ہونٹ سی لو۔ ورنہ مجھ پر بھی الزام آئے گا۔'' نازش نے پیار سے اس کے بال سنوارتے ہوئے کہا اور فوراً کمرے سے باہر نکل آئی۔

ضبط کا یارا نہ رہا تو باہر دیوار سے لگ کر آنسو بہانے لگی۔ کس ضبط اور حوصلے کا مظاہرہ کر رہی تھی ...... اس کو روتا دیکھنے والے حیرت زدہ رہ جاتے۔ اپنی پھولوں ایسی پیاری اور لاڈلی بہن کے آنسو اس کے دل پر گر رہے تھے۔ اسے بخوبی اندازہ تھا کہ اس خبر کے بعد اس پر کیا گزرے گی؟ ...... محبت کا روگ اس کی زندگی کو چاٹ جائے گا۔ اس کی جھیل سی آنکھیں اُداس ہو جائیں گی۔ اس کے چمپئی گال زرد پڑ جائیں گے۔ اسجد کے بنا وہ کیسے جی پائے گی......؟ یہ سوچ ہی اسے ہولا رہی تھی۔

جوں جوں نکاح کا وقت قریب آ رہا تھا، اس کا دل بیٹھا جا رہا تھا ...... رسمی سی تیاری کی ذمہ داری بھی اسی کے کاندھے پر تھی۔ تاریخ کا فیصلہ نہیں ہوا تھا جو کہ ہونا باقی تھا ...... وہ یہ سوچ رہی تھی کہ کب، کیسے ماہیا کو آگاہ کرے ...... نکاح کے بعد یا نکاح سے پہلے......؟

وہ نجانے اور کتنی دیر وہاں کھڑی غم غلط کرتی رہتی کہ زین اور عروشہ لڑتے جھگڑتے، چیختے چلاّتے اسی طرف آ گئے۔ وہ جلدی سے پلکیں صاف کر کے ان کو سمجھانے لگی۔

+++

دانیال کا آج پہلا پرچہ تھا۔

اسے بھیج کر وہ بے چین سی ڈھیروں دعائیں مانگ چکی تھی۔

خود بھی اسجد کے ٹیلی فون کے بعد سے پریشان تھی۔ مگر دانیال کے پرچے کی ٹینشن بہت زیادہ تھی۔ ذہن بانٹنے کی خاطر کچن میں گھس گئی۔ دانیال کی پسند کا کیک بیک کر کے فارغ ہوئی تو ملازم نے مہمان کے آنے کی اطلاع دی۔ وہ ہاتھ دھو کر تولیے سے خشک کرتی ہوئی ڈرائنگ روم میں آ گئی۔

فل کشن بلیک ریڈ ویسٹرن صوفے پر وہ بیٹھا دروازے کی طرف ہی دیکھ رہا تھا ...... آج اس کے چہرے پر اُداسی اور دُکھ تھا۔ کوئی شوخی، شرارت نہیں تھی۔ وہ مجبوراً سامنے والے صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

''فرمائیے ...... کیسے زحمت کی......؟''

"میں نے آپ کا حکم مان لیا ہے۔" وہ اُداسی سے مسکرا کر بولا۔

"کون سا حکم......؟" وہ تڑخی۔

"اپنی دنیا برباد کرنے کا۔"

"شٹ اپ......" وہ ایک دم بولی۔

"میں نے جھوٹ تو نہیں کہا...... آپ کے بغیر زندگی کا فیصلہ نہیں، موت کا فیصلہ میں نے کرلیا ہے۔"

"دیکھیں، بے کار باتیں سننے کا میرے پاس وقت نہیں ہے۔"

"آج تو سننی پڑیں گی...... کیونکہ میں آخری بار آیا ہوں۔"

"شہریار صاحب! جلدی کہیے، کیا کہنا ہے......؟"

"یہ بس دعوت نامہ...... میری شادی ہو رہی ہے......" اس نے کوٹ کی جیب سے ایک خوش نما شادی کارڈ نکال کر اس کی طرف بڑھایا۔

"شکریہ...... اس کی ضرورت نہیں۔ میں یہ کارڈ نہیں لے سکتی۔"

"آپ کی مرضی ہے...... تاہم میں یہ اس لئے دینے آیا ہوں کہ......"

"پلیز، بات کو طول نہ دیں اور خوشی سے شادی کریں۔" وہ طنزیہ مسکرا کر کھڑی ہوگئی۔

"محبت کی اتنی توہین کرنا حُسن کی عادت سہی...... مگر گزارش ہے کہ ایک بار ہی سہی، میرے نام کو، میرے جذبوں کو آپ سراہیں، یاد کریں...... بس آخری گزارش ہے......"

وہ یہ کہہ کر لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا چلا گیا اور وہ بے دم سی باہر آ گئی۔ ٹی وی لاؤنج میں پہنچی تھی کہ نازش، عروشہ کی انگلی پکڑے داخل ہوئی۔

"یہ شہریار کیوں آیا تھا......؟" شہریار کی گاڑی نکل رہی تھی اور وہ پہلے سے گاڑی لاک کر رہی تھیں۔

"موصوف اپنی شادی کا کارڈ دینے آئے تھے۔" اس نے ناگواری سے کہا۔

"ماہیا! کاش تم نے اس کے جذبے کی قدر کی ہوتی......" نازش صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ ماہیا نے عروشہ کو گود میں بھر کے چومنا شروع کر دیا۔

"میں نے کتنا سمجھایا تھا کہ وقت اور حالات تبدیل ہو جاتے ہیں......" نازش نے اس کی لاپرواہی پر چڑ کر کہا۔

"ایسا کیا ہو گیا ہے آپی......؟" عروشہ کو گود سے اتار کر آرام سے بیٹھ کر اس نے پوچھا۔

"سب کچھ بدل گیا ہے...... یہ لو، یہ کارڈ مجھ سے بھی لے لو......" نازش نے سنہری حروف سے جگمگاتا شادی کارڈ اس کی طرف بڑھایا۔

اس نے حیرت سے دیکھتے ہوئے کارڈ لے لیا اور کھول کر دیکھنے لگی۔ نازش کی نظریں اس کے چہرے پر جمی تھیں...... جس سرسری انداز میں اس نے کارڈ تھاما تھا اس سے کہیں زیادہ سرسری انداز میں کارڈ اچھال کر صوفے پر پھینک دیا۔

"اس تبدیلی کے لئے تھوڑی سی پہلے سے، باقی بہت زیادہ چند روز سے میں تیار تھی۔" وہ بولی۔

"گویا تمہیں کوئی فرق نہیں پڑا......؟" نازش نے دکھ سے پوچھا۔

"آپ چاہتی ہیں کہ مجھے فرق بھی پڑے...... میں چیخوں، چلاؤں، روؤں، بین کرو...... عجب دستور ہے جہاں کا...... جس کا نقصان ہو، وہی روئے، پیٹے، نقصان پر نقصان کرتا چلا جائے...... ہر مرد کی طرح اسجد نے قدم اٹھایا ہے...... کون سی نئی بات ہے......؟" وہ بڑی گہری سنجیدگی سے بولی۔

نازش کے اندر ماتم ہو رہا تھا۔ اس کا دل بین کر رہا تھا...... وہ جانتی تھی کہ ماہیا شاکنگ کیفیت میں ایسی باتیں کر رہی ہے۔

"ماہیا! اسجد بےقصور ہے...... یہ اس کا فیصلہ نہیں ہے۔"

"اس کا قصور ہے یا نہیں، اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟" وہ تڑخ کر بولی۔

"پڑتا ہے...... کیونکہ تم اسے مجرم اور بے وفا سمجھو گی۔"

"بالکل سمجھوں گی...... کیونکہ اس نے مرد والا مضبوط فیصلہ نہیں کیا...... اپنی ضرورت اور غرض کو مقدم جانا...... ہمیشہ سے یہی ہوتا آیا ہے اور یہی ہوتا رہے گا۔"

"نہیں ماہیا...... اسجد نے بہت بغاوت کی۔ مگر ماما نہیں مانیں...... ماما کے

نزدیک تمکین کو مضبوط اور پُر خلوص سہارے کی ضرورت تھی ...... اس لئے انہوں نے اسجد کو مجبور کیا۔" نازش نے وضاحت کی۔

"خیر ...... مجھے کوئی انٹرسٹ نہیں۔ اسجد خوش رہے۔"

"اسی لئے میں شہریار کو مِس نہیں کرنا چاہتی تھی۔"

"یہ کیا بات کی آپ نے ...... جس سے محبت کی جائے، اس پر شک کر کے کسی دوسرے کو دسترس میں رکھا جائے تاکہ بوقت ضرورت وہ کام آ سکے۔"

"دور اندیشی اسی میں تھی کہ شہریار کی محبت کو تسلیم کر لیتیں۔"

"آپی! محبت کسی کے کہنے یا سمجھانے سے نہیں کی جا سکتی ...... آپ اس ذکر کو جانے دیں۔ میں بالکل خیریت سے ہوں۔ مجھے کوئی دکھ نہیں ہے۔ آپ یقین رکھیں۔" اس نے بڑے اچھے طریقے سے اسے تسلی دلائی۔

"اللہ بہتری کرے گا۔"

"آپ انہیں ہماری طرف سے مبارکباد دیں۔"

"اماں کہاں ہیں......؟ میں انہیں یہ سب کیسے بتاؤں گی......؟" نازش نے اٹھتے ہوئے فکرمندی سے کہا۔

"بے فکر ہو کر بتا دیں۔ وہ کچھ نہیں کہیں گی۔ وہ اس وقت اپنے بیڈ روم میں ہیں۔" اس نے بتایا۔

نازش اٹھ کر چلی گئی تو وہ اپنے کمرے کی طرف چلی آئی۔

دلوں میں بسنے والے جب بنا کچھ بتائے ہمیشہ کے لئے چلے جائیں تو کیسے آرزوؤں کی عمارتیں مسمار ہوتی ہیں، کیسے گرد اُڑتی ہے، کیسے دل کا مقام ویران ہوتا ہے؟ کیسے حسرتیں خاک میں ملتی ہیں، یہ کوئی کیسے کسی کو بتائے۔ اپنی دیرینہ تمناؤں کا مزار تو اپنے کندھے پر اٹھانا پڑتا ہے ...... ایسا ہی مزار اس کے کندھوں پر تھا جس کے سرہانے کھڑی وہ چپ چاپ آنسو بہا رہی تھی۔ دل کے صدر دروازے سے نکل جانے والے کا سوگ منا رہی تھی ...... سب کھڑکیاں اور دروازے بند کر رہی تھی۔ خواہش بے کراں کی قندیل پھونک مار کر بجھا چکی تھی۔

کمرے کے گھور اندھیرے میں تکیے کی نمی سے سر اٹھا کر اماں نے اس کا سر اپنی گود میں رکھا تو وہ ماں کی ممتا بھری آغوش میں سسکیاں دبا کر ضبط کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

"ماہیا! میری جان! غم نہ کرو ...... کوئی بہتری ہو گی ...... اچھا ہوا جو احسن نے انکار کر دیا تھا۔"

"اماں! آپ صرف ممتا بھری لوریاں دیں ...... میرے بالوں میں انگلیاں پھیریں ...... میں توانا ہو جاؤں گی مجھے اپنے دل کی بربادی پر چند آنسو تو بہانے تھے۔ بس اس کے بعد آپ میرے قریب کوئی اُداسی کی پرچھائیں بھی نہیں پائیں گی۔"

"اللہ نہ کرے جو میری جان اُداس ہو......" انہوں نے اس کی پیشانی چوم لی۔

"اماں! دانیال نے کھانا کھا لیا تھا کیا......؟" وہ ان کی دلجوئی کی خاطر بولی۔

"ہاں ...... احسن، احمد، نازش کے ساتھ کھایا ہے ...... وہ دونوں گئے ہیں تو

میں یہاں آئی ہوں۔"

"اماں! دانیال نے امتحان کی تیاری کرنی ہے...... میں اس کے پاس جاتی ہوں۔" وہ چھلانگ مار کر بیڈ سے اتری، واش روم میں گھس کر منہ پر پانی کے چھینٹے مارے اور باہر آ گئی۔

کوریڈور میں ہی احسن رضا سے سامنا ہو گیا...... وہ چینج کر کے اسٹڈی روم کی طرف جا رہے تھے...... اسے دیکھ کر زیر لب مسکرائے اور رک گئے۔

"مجھے اب تو غلط نہیں سمجھو گی ماہیا......؟"

اس نے کچھ بھی نہ سمجھا۔

"میں سمجھی نہیں......؟"

"میرا اشارہ اسجد کی شادی کی طرف ہے......"

وہ عجیب سی کیفیت سے دوچار ہو گئی۔ رنگ متغیر ہو گیا۔

"آپ طنز کر رہے ہیں احسن بھائی......؟"

"میں اپنے درست فیصلے کی نشاندہی کر رہا ہوں۔"

"میں اس موضوع پر کوئی بات کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔" اس نے آگے بڑھنا چاہا تو وہ بولے۔

"موضوع تو وہ بہت پہلے ختم ہو چکا تھا...... اب نئے موضوع پر سوچو۔"

"جی بہتر......" اس نے تحمل سے کہا۔

"دراصل نیا عنوان ہی بسا اوقات ہماری زندگی کا حاصل ہوتا ہے......" وہ وارفتگی سے دیکھتے ہوئے دھیمے سے لہجے میں بولے۔ وہ خوفزدہ سی ہو کر دانیال کے کمرے کی طرف بڑھنے لگی۔

"ماہیا!" انہوں نے پکارا۔

"جی......" وہ رکی۔

"میں نے بھی نیا عنوان سوچا ہے۔"

"جانتی ہوں......" وہ جل کر بولی۔ نیلوفر کا خیال بجلی کی طرح اس کے ذہن میں کوندا۔ اسے یہی غم تو لے بیٹھا تھا۔

"سب سے بے نیاز ہو کر محبت کا عنوان دل میں اتر جاتا ہے۔" وہ اس نئی بیزاری کے باوجود بولے چلے جا رہے تھے۔

"احسن بھائی! دانیال کو کل کے پرچے کی تیاری کرانی ہے۔"

"او کے...... لیکن نیا عنوان ضرور سوچنا......" وہ بولے تو اس نے اثبات میں گردن ہلا کر تیزی سے قدم اٹھائے۔

کمرے میں پہنچ کر اس نے خود کو نارمل کیا۔ مگر احسن بھائی کے طنزیہ جملے اس کو چاروں طرف سے سنائی دے رہے تھے...... دل دُکھ اور درد سے بھر گیا...... پلکیں بھیگ گئیں۔ مگر اس نے مہارت سے صاف کر لیں تاکہ دانیال نہ دیکھ سکے۔

+++

آج شام سات بجے نکاح تھا۔ مخصوص ملنے جلنے والوں کو دعوت نامے جاری کئے گئے تھے۔ ساری تیاری نازش اور احمد علی نے مکمل کر لی تھی۔ مہمانوں کے لئے پُرتکلف کھانے اور بیٹھنے کا انتظام احمد علی نے کیا اور ساری خریداری، تمکین کی تیاری نازش کی ذمہ داری تھی۔ دونوں نے ہی احسن طریقے سے سب کام کر لئے تھے۔ نازش، تمکین کے ساتھ پارلر گئی ہوئی تھی۔

چھ بج رہے تھے...... بیگم ادریس نے گھڑی پر نگاہ ڈالی اور لان میں موجود احمد علی سے پوچھا۔

"احمد! مہمان آنا شروع ہو گئے ہیں...... یہ نازش وغیرہ ابھی تک نہیں آئیں۔"

"آتی ہوں گی ماما...... اسجد تیار ہو کر آ گیا ہے کیا......؟"

"وہ بھی آ جائے گا۔" وہ ساڑھی کا پلو سنبھالتی ہوئی اندر کی طرف چلی گئیں۔

مگر خلافِ توقع اسجد کو اندر بیٹھا پایا تو وہ حیران رہ گئیں۔

"ارے بیٹا! تم یہاں بیٹھے ہو...... تیار ہونے نہیں گئے......؟ کیا وقت ہو رہا ہے...... گھڑی دیکھو۔" اس کو عام سے گھر کے کپڑوں میں دیکھ کر وہ بولیں۔

"ماما! ہر بات دوسروں کی پسند اور مرضی سے نہیں ہو سکتی۔"

"اس کا مطلب ہے مہمانوں کے سامنے بے عزت کراؤ گے......؟"

"ماما! دوسرا شلوار سوٹ اندر رکھا ہے...... میں چینج کر لیتا ہوں۔" وہ جھنجلا کر بولا۔ اسی لمحے ملازم نے آ کر اسے کہا کہ فون ہے۔ وہ فوراً فون سننے چلا گیا۔

"ہیلو......"

"شادی مبارک ہو۔"

"ماہیا! مت کہو ایسے......" اس کی آواز سن کر وہ بے قرار ہو گیا۔

"شادی کے موقع پر یہی کچھ کہا جاتا ہے۔" وہ بولی۔

"یہ شادی تو نہیں ہے......" وہ افسردگی سے بولا۔

"لفظوں کے ہیر پھیر سے حقیقت نہیں بدلتی ...... تاہم میں نے معاشرے کا دستور نبھایا ہے...... اس کے علاوہ اور کچھ نہ سمجھا جائے......"

"سنو! مجھے معاف کر دینا ...... میں بے بس ہوں۔"

"بلاوجہ الفاظ کیوں ضائع کرتے ہیں اسجد صاحب! یہ جھوٹ آپ تمام مردوں کو حاصل ہے۔"

"میں تمام مردوں میں سے نہیں ہوں۔"

"ہر مرد یہی کہتا ہے۔"

"ماہیا! میں جانتا ہوں کہ میرا جرم ناقابل معافی ہے ...... مگر پھر بھی مجھے معاف کر دینا۔"

"میں نے کہا نا کہ ناقابل معافی جرم کے باوجود ہر مرد یہ جرم کرتا ہے۔ ہنستا ہے، جیتا ہے، شان سے زندگی بسر کرتا ہے۔ معافی ملنے یا نہ ملنے سے اس کی صحت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔" وہ ہنس کر بولی۔

"بے ضمیر لوگوں پر شاید فرق نہ پڑتا ہو۔"

"اس کا فیصلہ کون کرے گا...... فی الحال اتنا وقت نہیں ہے۔ اوکے، بائے۔"

"سنو! میں کیسے خدا حافظ کہوں......؟" اس پر تقریباً رقت طاری ہو گئی۔

"کیوں ...... کیا مشکل ہے......؟ ہمیشہ کے لئے چھوڑ دینے والا اس وقت خدا حافظ نہیں کہہ سکتا......؟"

"میرا دل بیٹھ رہا ہے۔"

"ہُنہ ...... ایسا کرو، ٹھنڈا مشروب لو۔ خدا حافظ......" اس نے کہا اور فون بند کر دیا۔ وہ سچ مچ سلگ اٹھا۔ کاش ماہیا دیکھ سکتی۔

+++

دانیال کا آخری پیپر تھا ...... وہ بہت مطمئن تھی کہ آج سر پر طاری بوجھ کم ہو جائے گا۔ دانیال کی وجہ سے وہ ذہنی طور پر بٹی ہوئی تھی۔

دو روز پہلے جو فیصلہ اپنے لئے کیا تھا وہ بھی ابھی تک کسی کو نہیں بتایا تھا۔ آج موقع تھا کہ اماں اور بوا کو بتایا جائے۔

بوا کریلے چھیل رہی تھیں اور اماں کوئی اسلامی کتاب پڑھ رہی تھیں۔ وہ چائے کا کپ لئے قالین پر بوا کے پاس بیٹھ گئی۔

"ارے چندا! صبح سے یہ چائے کا دوسرا کپ ہے، بغیر کچھ کھائے۔" بوا تو برس پڑیں۔

"بس طلب سی ہو رہی تھی۔" وہ ہنسی۔

"تو ساتھ میں کچھ کھانے کو بھی لے لیتیں ...... اپنی حالت دیکھو، کتنی زرد ہو گئی ہو۔" بوا تو شدید غصے میں آ گئیں۔ ان کی آواز پر اماں نے بھی کتاب بند کی اور عینک ایک طرف رکھتے ہوئے بولیں۔

"میری بچی تو مرجھا کے رہ گئی ہے۔"

"کچھ نہیں ہوا...... آپ خوامخواہ فکرمند ہو جاتی ہیں۔"

"ہم فکر نہیں کریں گے تو کون کرے گا......؟" بوا نے لتاڑا۔

"اچھی بوا! جب ہم امریکہ میں آپ کو یاد کریں گے تو اسی طرح غصے میں دیکھیں گے۔"

"ہیں ...... کیا کہا......؟" وہ نہ سمجھیں۔

"ہم نے امریکہ جانے کا فیصلہ کر لیا ہے......" اس نے بہانے سے اپنا فیصلہ سنا دیا۔

"ماہیا......! ہوش میں تو ہو......؟" اب کی بار اماں نے پوچھا۔

"اماں! اعلیٰ تعلیم کے لئے، چند کورسز کے لئے میں جانا چاہتی ہوں اور بس۔"

وہ اٹھ کر ان کے گلے میں بازو ڈالتے ہوئے بولی۔

"پاگل ہوئی ہو ...... ہمیں چھوڑ کر ......؟ اور اب تمہاری شادی کی عمر ہے۔" اماں نے جھلا کر کہا۔

"پیاری اماں! صرف کچھ عرصے کے لئے ...... میں اور دانیال جائیں گے۔ اس نے بھی وہاں سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنی ہے۔"

"یہاں تعلیم نہیں ملتی......؟ اعلیٰ تعلیم کے حوالے سے انگریزوں کی غلامی کیوں کرتے ہو تم لوگ......؟"

"اماں! کوئی انگریز کی غلامی کرنے نہیں جا رہی میں۔ بس کچھ عرصہ اپنی زندگی یہاں سے دور بسر کرنا چاہتی ہوں ......اور دانیال نے تو جانا ہی تھا۔"

"میں نہیں سمجھتی کہ احسن میاں اب دانیال کو ملک سے باہر بھیجیں۔"

"وہ بھیج دیں گے ...... ان کے پاس اپنے لئے اور بہت سے عنوان ہیں۔" وہ طنزیہ بولی۔

"کچھ بھی کہو ...... میں مناسب نہیں سمجھتی۔"

"اماں! پلیز، میری خوشی اور سکون کی خاطر۔" وہ منت پر اتر آئی۔

"بھئی یہاں خوشی کو کیا ہوا......؟ صرف امجد کے نام سے ہی تو خوشیاں وابستہ نہیں تھیں۔"

"بیکار ذکر کرنے سے کیا حاصل......؟ میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔ آپ مجھے میری وجہ سے اجازت دیں۔"

"اور ہم تین آدمی یہاں تنہائی سے لڑتے لڑتے چاہے مر جائیں......" اماں رو دیں۔

"خدا نہ کرے ...... ہم جلد لوٹ آئیں گے۔ اور پھر آپ دونوں بھی تو امریکہ آ سکتی ہیں۔ اتنا ڈھیر سارا پیسہ کس کام آئے گا......؟" وہ خوش دلی سے بولی۔

"ہمیں تو معاف رکھو ......بس تم ہی جلد لوٹ آنا ہماری زندگی میں......" اماں نے اس کی پیشانی چومتے ہوئے گویا ہتھیار پھینک دیئے۔

"ہم تو رو رو کے ہی مر جائیں گے۔" بوا نے سسکی لی تو وہ جھٹ ان سے لپٹ

گئی اور منانے لگی۔

"احسن نے اجازت دی تو چلے جانا ورنہ......"

"ورنہ اب کچھ نہیں ہے ...... ہم پھر بھی جائیں گے۔" وہ دوٹوک لہجے میں بولی۔

"نہیں ...... احسن کی مرضی کے خلاف نہیں۔" اماں نے سختی سے کہا۔

"وہ بھی اجازت دے دیں گے۔"

"وہ بے چارا بھی اُجڑا ہوا ہے ...... دانیال کو بھیج کر بالکل تنہا رہ جائے گا۔"

"یہ بھول ہے آپ کی ...... وہ بہت خوش وخرم رہیں گے۔"

"کبھی کبھی میں محسوس کرتی ہوں کہ احسن میاں کے لئے تمہارا لہجہ بہت تلخ ہو جاتا ہے۔" انہوں نے کریدا۔

"وہم ہے آپ کا ...... مجھے دانیال کو لینے جانا ہے۔ واپسی پر ہم پھر بات کریں گے۔"

"کچھ کھا کر جاؤ۔" بوا نے کہا تو وہ کھلکھلا کے ہنس پڑی۔

"بوا! آپ کا بس چلے تو مجھے سوتے میں بھی کچھ کھلاتی رہیں۔"

"اپنی حالت دیکھو، بیمار لگنے لگی ہو۔"

"اوکے، بائے ...... ہم وہیں بھلے کھا لیں گے۔" وہ سنی ان سنی کر کے چلی گئی۔

بوا سر تھام کے رہ گئیں۔

"یہ آپ نے اچھا نہیں کیا، امریکہ جانے کی اجازت دے دی۔" بوا نے کہا۔

"بوا! یہ ضروری تھا ...... کیونکہ میں ماں ہوں، اچھی طرح سمجھ سکتی ہوں کہ ماہیا نے باہر جانے کا فیصلہ کیوں کیا ہے......؟ وہ بہت اپ سیٹ ہے ...... بظاہر پُرسکون دکھائی دینا سراسر دھوکا ہے ...... محبت میں تو ایک رات بھی بسر ہو جائے تو ساری زندگی اسی محبت میں سمٹ جاتی ہے یہ تو پھر کافی عرصے کی بات تھی۔ کاش! بیگم ادریس کچھ اور مناسب سوچ لیتیں۔" اماں نے دھیرے دھیرے بوا پر واضح کیا۔

"کیا وہاں جا کر اکیلے میں زیادہ پریشان نہیں ہو گی......؟"

"پتہ نہیں ......مگر یہ فیصلہ کیونکہ اس نے خود کیا ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ وہ

ذہنی طور پر تیار ہو۔"

"دیکھ لیں ...... بہت دور چلی جائے گی۔" بوا نے آہ بھری۔

"اللہ اسے خوش رکھے ...... انشاء اللہ دل بہل جائے گا تو لوٹ آئے گی۔"

"اور دانیال......؟"

"دانیال تو تعلیم مکمل کر کے ہی آئے گا۔"

"کیسا زمانہ آ گیا ...... بچے اپنے سے اتنی دور ہو جاتے ہیں۔"

بوا چھلے ہوئے کریلے اٹھا کر کچن کی طرف چلی گئیں اور بیگم سلیم الزماں نے دوبارہ کتاب کھول لی۔

+++

رات بزنس ایسوسی ایشن کے صدر کی جانب سے مقامی فائیو سٹار ہوٹل میں ڈنر تھا۔ وہ وہاں جانے کے لئے تیار ہو رہے تھے۔ ان کی پسندیدہ خوشبو سے سارا ماحول مہک رہا تھا ...... اسے باہر سے ہی اندازہ ہو گیا کہ کہیں باہر کی تیاری ہے۔ تاہم پھر بھی اس نے ہلکی سی دستک دی۔

"کم ان......" ان کی بھاری آواز آئی۔

وہ ہمت کر کے اندر داخل ہو گئی۔

وہ آئینے کے سامنے سے پلٹے اور مسکرائے۔ ماہیا نے یہ بات بہت دفعہ محسوس کی تھی کہ احسن بھائی اسے دیکھ کر مسکراتے ضرور ہیں ...... اب بھی وہ مسکرا کر اس کے مد مقابل آ گئے

"ماہیا! آج میں نے خود تمہارے پاس آنا تھا۔"

"خیریت......؟"

"ہنہ ...... بالکل خیریت ......بس غرض مند کو خود ہی زحمت کرنی چاہئے۔"

"کیا مطلب......؟"

"مطلب تو آ کر بتاؤں گا اور آج ہی بتاؤں گا ...... لیکن اس وقت تم بتاؤ، کیسے آنا ہوا......؟"

"احسن بھائی! مجھے آپ کو کچھ بتانا ہے۔"

"بولو......" وہ ٹائی کی ناٹ گھماتے ہوئے بولے۔

"میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے امریکہ جانا چاہتی ہوں۔"

"وہاٹ......؟" وہ ایک دم چیخے۔

"جی ...... دانیال اور میں۔" وہ تھوک نگلتے ہوئے بولی۔

"ماہیا! میرا خیال ہے آپ ہوش میں نہیں ہو۔" وہ تمسخرانہ انداز میں بولے۔

"احسن بھائی! میں نے اپنے لئے ہوش میں ہی فیصلہ کیا ہے۔"

"نہیں ...... یہ ہوش مندی نہیں ...... اسجد کی شادی کو اس طرح دل پر نہ لو۔"

"پلیز احسن بھائی! مشورے کا شکریہ۔ میں کسی کی وجہ سے کچھ نہیں کرنے والی۔ میں صرف اپنے لئے جانا چاہتی ہوں۔" اس نے نجانے کہاں سے جرأت ادھار مانگ لی۔

وہ محو حیرت تھے کہ دبو سی ماہیا کبھی ان کی طرف ٹھیک سے دیکھ نہیں پائی تھی، آج اتنی بے باکی سے بات کر رہی ہے۔

"کیا تم پر صرف تمہارا ہی حق ہے......؟" انہوں نے محبت پاش نظروں سے دیکھا۔

"جی ہاں ......اور یہ حقیقت ہے کہ ہر انسان کا اپنے پر ہی حق ہوتا ہے ...... ورنہ لوگ حق کے لئے ترستے نہ مر جائیں۔"

"اتنا زہر کہاں سے بھر گیا ہے اس مرمریں وجود میں......؟"

"احسن بھائی! یہ سب وقت اور حالات کی مہربانی ہوتی ہے۔"

"اچھا! غور سے سوچو ...... تدبر سے کام لو ...... یہاں سب اکیلے رہ جائیں گے۔" وہ تحمل سے بولے۔

"کوئی اکیلا نہیں رہتا ...... تاہم میں فیصلہ کر چکی ہوں۔ آپ صبح میرا اور دانیال کا پاسپورٹ لیتے جائیے گا۔"

وہ یہ کہہ کر چلی گئی اور وہ اپنی تیاری سمیت زلزلے میں آ گئے ...... دل کٹ کر رہ گیا ...... ماہیا پر ان کا کوئی حق نہیں تھا۔ یہ بات کچوکے لگانے لگی۔ ٹائی کی ناٹ ڈھیلی ہوتی چلی گئی۔ وہ صوفے پر گر کر چھت کو گھورنے لگے۔ جس پر حق سمجھا وہ

اتنے فاصلے پر ہے۔ یہ سوچ کر بھی وہ ندامت محسوس کرنے لگے ...... جس کی جدائی میں وہ ایسا کر رہی تھی، اس کو تو انہوں نے سرے سے تسلیم ہی نہیں کیا تھا۔

آن کا گرم وجود ٹھنڈا پڑ گیا وہ خود بہت بڑی ناکامی سے دوچار ہوئے تھے ...... ارمانوں کا محل کانپ رہا تھا، خواہش کے ایوان میں بھونچال آ گیا تھا ...... ہونٹ بھینچ کر وہ خود کو نارمل کرنے لگے۔

+++

احسن رضا کے پاسپورٹ حوالے کرتے ہی وہ تیاری میں مصروف ہو گئی۔

اپنی اور دانیال کی ضرورت کی تمام چیزیں خرید لی تھیں۔ چند چھوٹی موٹی چیزوں کی لسٹ بنا رہی تھی کہ احسن رضا آفس سے سیدھا اسی طرف آ گئے۔ بیگم سلیم الزماں سمیت وہ ان کی طرف متوجہ ہو گئی۔ اب اسے ان سے کوئی خوف محسوس نہیں ہوتا تھا۔

''بوا! کھانا لگوائیے۔'' اس نے آواز دے کر کہا۔

''تھکے تھکے سے لگ رہے ہو......؟'' ان کے اُداس چہرے پر نگاہ ڈال کر اماں نے پوچھا۔

''بس چچی اماں! تھکن محسوس ہو رہی ہے۔'' وہ حد درجہ تھکن کی اداکاری کرتے ہوئے بولے ...... حالانکہ وہ بہت ڈسٹرب تھے۔ ماہیا دل ہی دل میں ان کی یہ حالت دیکھ کر خوش تھی۔

''احسن میاں! ہمارے پاس کس چیز کی کمی ہے ...... کیوں رات دن مصروف رہتے ہو؟'' اماں نے کہا۔

''کوئی مصروفیت تو ہونی چاہئے ...... ورنہ جینا مشکل ہو جائے۔'' وہ سنجیدگی سے بولے۔ ماہیا نے پھر چونک کر دیکھا۔

''احسن بھائی! ہمارے کام کا کیا ہوا؟''

''میں نے منیجر کے ذمے لگا دیا ہے...... کام ہوتے ہی اطلاع دے گا۔''

''احسن بیٹا! تم اس پاگل لڑکی کو سمجھاتے کیوں نہیں......؟'' اماں نے سختی سے کہا۔

''میں اب کسی کو کچھ نہیں سمجھا سکتا۔'' وہ بے دلی سے بولے۔

''تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہے......؟'' اماں کو یقین نہیں آ رہا تھا۔

''نہیں ......کوئی اعتراض ہے نہ اعتراف۔'' وہ شکست خوردہ سے بولے۔

ان کے اس انداز پر وہ جس اطمینان کے لئے بے چین تھی وہ دل میں اتر گیا۔

''کمال ہے...... میرا تو خیال تھا کہ تم ان دونوں کو روک لو گے۔''

''چچی اماں! میں بے بس ہو گیا ہوں ...... بالکل بے بس اور بے اختیار ...... جس پر اختیار تھا، وہاں بھی استعمال نہ کر سکا۔'' وہ نیلوفر کو یاد کرتے ہوئے بولے۔ ماہیا کے لئے یہ بات بھی حیران کن تھی۔

''بھئی آ جائیں سب ...... کھانا لگ گیا ہے......'' بوا نے آ کر اطلاع دی تو بات آئی گئی ہو گئی۔

''بوا! دانیال کو بھی بلوائیے۔'' ماہیا نے کہا۔

''میں بلاتی ہوں ...... آپ سب تو اٹھیں۔'' وہ یہ کہہ کر خود ہی دانیال کو بلانے چلی گئیں۔

''تم دونوں چلو، میں آتی ہوں۔'' اماں نے کہا تو وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔

''احسن بھائی! آپ سچ مچ پہلی مرتبہ بہت تھکے تھکے لگ رہے ہیں۔'' اس نے دھیرے سے تیر چھوڑا۔ انہوں نے گہری نگاہ سے دیکھا۔

''ہنہ ...... اور یہ تھکن آپ کے لئے مسرت کا باعث ہے۔'' جملہ اپنی شکست تسلیم کر رہا تھا۔

وہ ہولے سے مسکرا دی۔

کھانے کے بعد احسن رضا تو اپنے کمرے کی طرف چلے گئے اور وہ دانیال کے ساتھ مل کر ایک مرتبہ پھر لسٹ اٹھا کر باہر نکل آئی۔ وہ دلی طور پر بہت خوش تھی۔ اسے نیلو آپی کا چہرہ دکھائی دے رہا تھا جس پر مسکراہٹ دکھائی دے رہی تھی۔ احسن بھائی کو پریشان اور افسردہ دیکھ کر اسے بڑی طمانیت محسوس ہوئی تھی۔ شاہانہ آن بان کے ساتھ، کروفر والے احسن رضا سب کی نظروں میں قابل ستائش

اور بے مثال رہے مگر بیوی کے لئے نہیں ...... ہمیشہ ایک فاصلے پر رہ کر بات کرتے۔ زمین آسمان کے فاصلوں میں کبھی کمی نہیں ہو سکی۔ ان کا لہجہ اس طرح اچانک یوں تبدیل ہو گیا تھا۔

اسے گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے بڑی مسرت اور حیرت ہو رہی تھی۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ اتنا بارعب، مضبوط انسان اندر سے اتنا کمزور اور بے بس ہے ...... کیا عورت ہی اس کی اصل طاقت اور شہ ہوتی ہے؟ ...... وہی اس کو دیوتا اور خود کو داسی بتاتی ہے ...... اس کو ظالم اور خود کو مظلوم بتاتی ہے۔ عورت کو ہی مردانہ گھمنڈ دکھاتا ہے ...... دوسری عورت کو مرعوب کرتا ہے۔ یہ سفر کہیں رک جائے تو پھر نہ کوئی احسن رضا بنے اور نہ نیلوفر۔

آج نیلوفر نہیں رہی تو احسن رضا بھی وہ نہیں رہے ...... وہ دوسرا چہرہ جو نیلوفر کے لئے موت کا پروانہ تھا، وہ احسن رضا کی زندگی میں جگنو بن کر چمکا کیوں نہیں تھا......؟

”احسن بھائی! آپ اپنی پسندیدہ زندگی بسر کر سکیں، اپنی من مانیاں کر سکیں، ہم اسی لئے جا رہے ہیں۔ دانیال کے لئے نیلو آپی فکر مند تھیں۔ اسے اپنی زندگی سے بھی زیادہ عزیز رکھنا میرا مشن ہے۔ دانیال آپ کی راہ میں نہیں آئے گا۔ میں سائے کی طرح اس کے ساتھ رہوں گی۔“

”ماہیا آنٹی! آپ کس سے بات کر رہی ہیں......؟“ دانیال نے اس کی سوچ کا سلسلہ منقطع کر دیا۔

”شاید اپنے آپ سے۔“

”کوئی اپنے آپ سے بھی باتیں کرتا ہے کیا......؟“ دانیال بولا۔

”کبھی کبھی ...... خیر یہ بتاؤ بابا نے آپ سے کوئی بات کی ہے؟“

”کون سی بات؟“

”باہر جانے کے حوالے سے۔“

”نہیں۔ یہ پوچھا تھا کہ اکیلے رہ لو گے ...... بابا یاد نہیں آئیں گے؟“

”تو پھر آپ نے کیا کہا......؟“

”میں نے کہا، بابا! ماہیا آنٹی بھی تو ساتھ ہوں گی۔ اور پھر آپ مجھے ملنے کے لئے آ جایا کرنا۔“

”ویسے دانیال! کیا واقعی آپ باہر جانا چاہتے ہو......؟“ اس نے پوچھا۔

”ماما چاہتی تھی، اس لئے۔ اور اب آپ بھی تو جا رہی ہیں۔“

”میری بات چھوڑو ...... میں نے تو جانا ہی ہے۔ اگر آپ بابا کے پاس رکنا چاہیں تو رک جائیں۔“

”بابا تو خود بہت مصروف ہوتے ہیں ...... اور آپ کے بعد میں کیا کروں گا......؟“

”آج کل تو بابا آپ کو بہت وقت دیتے ہیں۔“

”شاید ...... مگر اب کچھ باتیں مجھے اچھی ہی نہیں لگتیں۔“

”آپ نے نوٹ کیا کہ بابا بہت اپ سیٹ ہیں۔“

”ہو گی کوئی بزنس پرابلم یا ذاتی پرابلم۔“ وہ سرسری انداز میں بولا۔

”خیر، ان سے بدگمان نہ ہوں ...... وہ آپ سے بہت پیار کرتے ہیں۔“ شاپنگ پلازہ کے سامنے کار پارکنگ میں گاڑی روکتے ہوئے وہ بولی۔

+++

”ماہیا! یہ فیصلہ انتہائی احمقانہ ہے ...... اماں کو تنہا کر جاؤ گی......؟“ نازش نے ذرا سختی سے کہا۔ وہ زین اور عروشہ کے ساتھ کھیل میں مگن رہی۔

”ہماری بے بسی کی وجہ سے خود کو یہ سزا مت دو ماہیا!“ احمد بھائی نے کہا تو وہ بچوں کو باہر لان میں بھیج کر ان کے قریب آ گئی۔

”یہ آپ کی غلط فہمی ہے احمد بھائی کہ میں آپ کی وجہ سے جا رہی ہوں ...... کیا میں اپنے لئے کوئی فیصلہ نہیں کر سکتی؟“

”مگر یہاں ہم سب تمہیں مس کریں گے۔“ نازش نے تو باقاعدہ رونا شروع کر دیا۔

”مجھے معلوم ہے ...... لیکن پلیز، اس موضوع پر اب کوئی بات نہ کریں۔“

”اسجد تو ابھی تک ایڈجسٹ نہیں کر سکا ...... اندر سے وہ بہت دکھی ہے۔“ احمد

بھائی نے صفائی پیش کی تو وہ چڑ گئی۔

''پلیز احمد بھائی! میں ایسی کوئی بات اپنے حوالے سے سننا نہیں چاہتی۔ یہ میری زندگی ہے۔ میں اپنی مرضی سے جینا چاہتی ہوں تو اس میں حرج کیا ہے......؟ مجھے امریکہ جانے سے آپ کیوں روکنا چاہتے ہیں......؟''

وہ وہاں سے اٹھ کر پاؤں پٹختی اندر چلی گئی اور وہ سب ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔

''اسے جانے دو...... کچھ عرصے کے بعد نارمل ہو کر لوٹ آئے گی۔'' اماں نے کہا۔

''احسن بھائی نے بھی نہیں روکا......؟'' نازش نے حیرت کا مظاہرہ کیا۔

''وہ تو خاموش ہو گیا ہے...... بالکل بے اختیار...... اس سے پہلے میں نے اس قدر خاموش اسے کبھی نہیں دیکھا تھا۔''

''ظاہر ہے...... ان کی زندگی میں بھی تو کوئی ہنگامہ باقی نہیں رہا۔'' احمد علی بولے۔

''ماہیا اور دانیال کے بعد تو مزید وحشت برسے گی۔'' نازش نے کہا۔

''مجبوری ہے...... میں اپنی بچی کو مزید اپ سیٹ بھی تو نہیں دیکھ سکتی۔ وہ پہلے ہی نیلو کی جدائی میں تڑپ رہی ہے۔ اوپر سے آپ لوگوں نے اسجد والا معاملہ بھی ٹھکانے لگا دیا۔'' اماں نے بھی دل کی بھڑاس نکالی۔

''اماں! آپ جو کہیں، بالکل درست ہے...... مگر ہماری بھی مجبوری تھی۔ ورنہ......''

''ورنہ کو چھوڑو احمد میاں! ہر مجبوری ہی اہم ہوتی ہے۔'' انہوں نے جملہ کاٹ کر کہا۔

''اماں! جو ہونا تھا، ہو گیا...... ویسے بھی ماہیا کا یہ پرابلم نہیں ہے۔ وہ کوئی اسجد کی وجہ سے نہیں جا رہی۔'' نازش نے عجیب سے انداز میں شوہر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''بس دعا کرو، جیسے بچے خیریت سے جائیں، ویسے ہی واپس آ جائیں۔'' بوا

نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

''آمین...... اللہ اپنی حفاظت میں خیریت کے ساتھ لائے۔'' اماں نے صدقِ دل سے دعا کی۔

سب چائے پینے میں مصروف ہو گئے۔ سب بظاہر تو چائے پی رہے تھے لیکن اپنی اپنی جگہ سوچ میں گم تھے۔ سب اس سے بے تحاشا محبت کرتے تھے...... سب کے ہی دل اُداس ہو گئے تھے۔ کسی کے پاس اسے روکنے کا طریقہ نہیں تھا۔ اس لئے کچھ دیر بیٹھ کر خاموشی سے نازش اور احمد علی بچوں سمیت چلے گئے۔

+++

شام سے سیاہ بادل آسمان پر چھائے تھے۔

بارش کسی بھی لمحے متوقع تھی۔

وہ کمرے کی کھڑکی میں کھڑی بادلوں کی گڑگڑاہٹ اور بجلی کی چکا چوند میں کھوئی تھی۔ کندھے پر ہاتھ کا دباؤ بڑھا تو وہ ٹھٹکی۔ پلٹ کر دیکھا، احسن بھائی کھڑے تھے۔ ان کے ہاتھ میں خاکی لفافہ تھا جو انہوں نے اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''اس میں تم دونوں کے پاسپورٹ اور ٹکٹیں موجود ہیں...... ہفتے بعد کی فلائٹ ہے۔''

''شکریہ احسن بھائی!'' اس نے ہاتھ بڑھا کر لفافہ تھام لیا۔

''ماہیا! کاش ہم اپنی مرضی کے بُتوں میں قید نہ ہوا کریں تو ہم کہیں بھی کسی کے لئے بھی اپنے دل میں جگہ بنا سکتے ہیں۔'' وہ بولے۔

''میں سمجھی نہیں......؟''

''میں کچھ سمجھانا نہیں چاہتا۔ بس ویسے ہی کچھ کہہ دیا۔''

''احسن بھائی! آپ کو کیا ہو گیا ہے......؟'' دل کی بات زبان پر آ گئی۔

''ندامت کا احساس......'' وہ مختصراً بولے۔ ''یہی کہ کسی کو بھی حسبِ آرزو کچھ نہیں ملتا...... پھر بھی اسی آرزو کے تعاقب میں اپنی زندگی اجیرن کیوں کر لیتے ہیں ہم لوگ......؟''

"قدرت کی مرضی ...... ہم اپنی مرضی کی آرزو دل میں بسا لیتے ہیں ...... جبکہ کاتب تقدیر کو کچھ اور ہی منظور ہوتا ہے۔"

"ماہیا! اس حقیقت کو تو مانتی ہو کہ محبت کی آرزو بہت طاقتور ہوتی ہے ...... یہ اسی طرف لے کر چلتی ہے جس طرف علاقہ ممنوعہ کا بورڈ لگا ہوتا ہے......" انہوں نے اس طرح کہا کہ اسے یہ بات دل میں اترتی محسوس ہوئی۔ چہرے کا رنگ بدل گیا۔

"احسن بھائی! میرا اس طرح کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔ اس لئے کیا کہہ سکتی ہوں؟"

"جھوٹ مت بولو ماہیا! آپشن کے باوجود تم نے اسجد کا انتظار کیا، اس کے دور ہونے پر تم نے یہاں سے جانے کا فیصلہ کیا ہے ...... یہی وہ طاقت ور جذبہ ہے۔"

وہ روانی میں بولتے چلے گئے۔

"احسن بھائی! میں تو فقط اتنا جانتی ہوں کہ محبت کا وجود صرف خلا میں معلق ہے ...... مرد کی غرض اور مجبوری، عورت کی سسکیاں اور آہیں، یہ خود ساختہ علامتیں ہیں جو ہم محبت سے منسوب کرتے ہیں۔ جس معاشرے میں مرد خود ساختہ فیصلے کرتے ہیں وہاں محبت نہیں، صرف غرض رہتی ہے ...... ہر مرد اپنے اپنے مطلب اور ضرورت کی محبت گھڑتا ہے بس۔" وہ بھی بولتی چلی گئی اور احسن رضا حیران پریشان دیکھتے رہ گئے۔

"اتنی نفرت کرتی ہو مرد سے......؟" انہوں نے بغور دیکھا۔

"دراصل مرد نفرت کرتا ہے عورت سے ...... جس عورت سے وہ محبت کر رہا ہوتا ہے وہ عورت نہیں، اس کی خودغرضی یا منہ زور خواہش ہوتی ہے ...... کیا آپ نے نفرت نہیں کی......؟" وہ ایک دم حملہ آور ہوئی تو وہ چونکے۔

"کس سے ...... نیلوفر سے......؟" انہوں نے پوچھا۔

"جانے دیجئے ...... آپ کے پاس ٹھوس دلائل ہوں گے ...... میں کسی بحث میں الجھنا نہیں چاہتی۔"

"خدا کرے کہ تم خوش رہو ...... کیا ہوا جو ہم ساتھ نہیں ہوں گے۔" وہ نرمی

سے بولے۔

"تھینک یو۔"

"اپنا خیال رکھنا ...... اپنے لئے......" وہ یہ کہہ کر باہر نکل گئے۔

ماہیا نے دروازے کے عین وسط میں کھڑے ہو کر شکست خوردہ قدموں سے جانے والے احسن رضا کو دیکھا۔ جن کے قدموں کی اُداسی بتا رہی تھی کہ آرزو کا جنازہ کندھوں پر اٹھا کر چلنا کتنا دشوار ہے۔

وہ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے دور تک انہیں دیکھتی رہی ...... وہ نظروں سے اوجھل بھی ہو گئے، تب بھی وہ ان کے قدموں کے نشانات میں کچھ تلاش کرتی رہی۔ کیسا اسرار تھا......؟ کیسا سحر تھا کہ وہ مسلسل سوچ رہی تھی۔

پہلی مرتبہ انہیں اپنے آپ سے بھی جدا دیکھا تھا ...... بالکل تنہا ...... اپنے آپ سے الگ کر کے جیسے کوئی دور چلا جائے۔

وہ دُکھی سی ہو کر دروازے سے ہٹ گئی ...... انہیں کیسے بتاتی کہ بسا اوقات پرانے موضوع ہی پائیدار ہوتے ہیں ...... نئے عنوان کی خواہش بے کار ہوتی ہے ...... نہ چاہتے ہوئے بھی ہمیں پرانے دائروں میں ہی رہنا ہے۔

+++

رات کا آخری پہر تھا تب بوا نے اُسے جھنجھوڑ کر ہلا ڈالا۔

"اوہو! کیا مصیبت ہے؟" وہ کمبل سے منہ نکال کر چلائی۔

"ماہیا! احسن میاں کو بہت تیز بخار ہے۔ وہ بے خود پڑے ہیں۔"

"کیا ...... آپ کو کس نے آ کر بتایا ہے؟" اس نے آنکھیں رگڑتے ہوئے پوچھا۔

"دانیال نے۔ اور کون آ کر بتائے گا۔ اب چلو، چل کر دیکھو۔" بوا جھلا کر بولیں۔

"اُف میرے خدا! اتنی گہری نیند سے جاگنا کتنا برا لگتا ہے......" وہ جمائی لے کر بستر سے باہر نکلتے ہوئے بولی۔

"جلدی کرو ...... ہمارا تو دل ہول رہا ہے......" بوا نے پریشانی سے کہا تو وہ

حیرت سے بولی۔
"بوا! بخار انسانوں کو ہی ہوتا ہے۔"
"ہوتا ہے، پتہ ہے ہمیں۔ پر احسن میاں بہت پریشان دکھائی دے رہے تھے۔ جانے کیا ہوا ہے؟" وہ انجان بنیں کہتی ہوئی آگے آگے چل دیں اور وہ ٹھٹکی۔ اُسے سچ مچ یاد آ گیا، رات شکست خوردہ، اُداس دیکھ کر تو وہ خود بھی اُداس ہو گئی تھی۔
"مگر......" وہ بڑبڑائی۔
"ماہیا! اب جلدی آ جاؤ......" ٹی وی لاؤنج سے اماں کی آواز آئی تو وہ جلدی سے ان تک پہنچ گئی۔ وہ باہر نکلنے والی تھیں ...... دانیال بھی ان کے ساتھ تھا۔
"اماں! ایسا کیا ہوگیا کہ آپ بھی چل دیں؟ بخار ہی تو ہوا ہے۔"
"ماہیا! بخار میں وہ اکیلا پھنک رہا ہے۔ اس کا کون ہے ہمارے سوا، کیسی اجنبیوں جیسی باتیں کرتی ہو......" اماں نے پلٹ کر کہا تو وہ چپ کر گئی۔
"ماہیا آنٹی! بابا کو بہت تیز بخار ہے۔ وہ میری بات ہی نہیں سن رہے......" دانیال نے حد درجہ پریشانی سے گویا اُسے قائل کرنا چاہا۔ اُس نے پیار سے مسکرا کر اُس کو خود سے لگا لیا اور کہا۔
"میری جان! بابا ابھی ٹھیک ہو جائیں گے، چل کر دیکھتے ہیں۔" اُس کے قدموں میں تیزی آ گئی۔ اماں اور بوا سے پہلے وہ اور دانیال، احسن رضا کے کمرے میں پہنچ گئے۔ کمرے کی لائٹ آن تھی۔ بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر ایش ٹرے سگریٹ کی راکھ اور جلے ہوئے ٹکڑوں سے بھری رکھی تھی۔ کمرے میں سگریٹ کا دھواں اور بُو دونوں موجود تھی۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ وہ رات بھر سگریٹ پیتے رہے ہیں ...... طبیعت کی خرابی کے باوجود جاگتے رہے ہیں۔ جب بخار کی شدت میں اضافہ ہوا تو بے سدھ ہو گئے ...... اس وقت دائیں بازو پر ترچھے ہو کر لیٹے تھے، چہرہ تمتما رہا تھا ...... ماہیا کچھ دیر کمرے کی حالت پر کڑھتی رہی ...... ہر چیز بے ترتیب تھی۔ احسن بھائی کا کمرہ اور اس حالت میں ...... اُس نے جھک کر انہیں سیدھا کیا ...... پیشانی کو ہلکا سا چھوا تو چونکی۔ بخار تو بہت تیز تھا ...... اُس نے کلائی چھو کر دیکھی تو وہ بھی

جل رہی تھی۔ تب اُس نے جلدی سے سائیڈ ٹیبل کی درازیں کھول کر میڈیسن تلاش کرنی شروع کیں ...... مگر اُن میں صرف پیراسیٹامول کے سوا کچھ نہ ملا۔
"ماہیا آنٹی! ڈاکٹر صاحب کو بلا لیں، میں فون کر دوں......؟" دانیال نے کہا تو وہ بولی۔
"ہاں! انہیں کہو جلدی آ جائیں۔ ویسے اس وقت شاید ہی وہ فون سنیں۔"
"کوشش کر کے دیکھتا ہوں۔" دانیال کمرے سے باہر نکل گیا۔ اماں اور بوا آ گئیں ...... اماں تو فوراً احسن رضا کے سرہانے بیٹھ گئیں۔ اُن کے سر پر ہاتھ رکھ کر جگانے لگیں۔
"اماں! یہ بخار کی شدت کے باعث غنودگی میں ہیں۔" ماہیا نے بتایا۔
"احسن! احسن میاں! آنکھیں کھولو، کیا کر لیا بچے......" اماں نے ماہیا کی بات نظر انداز کر کے انہیں جگانے کا کام جاری رکھا۔
"جانے کیا ہو گیا ہے ...... بہت کمزور اور بیمار ہو گیا ہے۔" بوا نے کہا تو ماہیا چڑ کر بولی۔
"بوا! کچھ نہیں ہوا، بخار ہے، اتر جائے گا۔ آپ غفور سے کہیں کہ ٹھنڈا پانی اور کوئی کپڑا لائے، ماتھے پر پٹیاں رکھنی ہیں۔"
"ہاں، میں خود لاتی ہوں......" بوا آندھی اور طوفان کی طرح کمرے سے چلی گئیں۔ تب اماں دُلار سے بولیں۔
"احسن نے بیٹے کی جدائی کا صدمہ لے لیا ہے۔ تنہا ہو جائے گا، مت کرو ایسا ماہیا! اب دانیال ہی اس کی کل کائنات ہے۔"
اماں کی بات سن کر وہ کچھ دیر احسن بھائی کے چہرے کو دیکھتی رہی جس پر کوئی رعب اور جلال نہیں تھا۔ مردانہ وجاہت کے ساتھ اُداسی اور کرب تھا ...... وہ اُن پر نظریں جمائے جمائے بولی۔
"اماں! احسن بھائی ایک خود پسند انسان ہیں۔ انہیں دانیال سے کوئی دلچسپی نہیں۔ کوئی کاروباری اُلجھن ہو گی۔"
"ماہیا! کبھی تو خدا لگتی کہا کرو۔ احسن نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟ میں احسن کو

کہوں گی کہ وہ دانیال کو روکے......" اماں غصے میں آ گئیں۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر اسی اثناء میں بوا ٹھنڈا پانی اور کپڑا لئے آ گئیں۔ وہ کرسی کھینچ کر بیڈ کے قریب بیٹھ گئی اور پٹی بنا کر ان کی جلتی پیشانی پر رکھنے لگی ...... دانیال نے آ کر بتایا کہ ڈاکٹر صاحب چھ بجے آئیں گے تو اماں فکرمند ہو گئیں۔

"کوئی ہسپتال قریب ہے تو لے چلو۔"

"کچھ دیر ٹھنڈے پانی کی پٹیاں رکھنے دیں، پھر دیکھتے ہیں۔" وہ تحمل سے بولی۔

"آنٹی! میں پٹیاں رکھوں......؟" دانیال دفورِ جذبات سے باپ کے سرہانے بیٹھ کر بولا تو ماہیا نے غور سے اس کے معصوم چہرے کو دیکھا۔ اُسے حیرت ہوئی کہ وہ بابا کے لئے اتنا پریشان ہو سکتا ہے۔

"لو، رکھو......" اس نے اجازت دے دی تو وہ مصروف ہو گیا۔ اماں اور بوا آیتیں پڑھ پڑھ کر احسن رضا پر پھونکنے لگیں۔ ماہیا گم سم کرسی کی پشت سے سر ٹکا کر سوچنے لگی کہ یہ سب نیلو آپی کے بعد بھی احسن بھائی سے اس قدر محبت کرتے ہیں ...... کیوں؟ ایسا کیا ہے احسن بھائی میں ...... اماں نیلو آپی کا غم بھول گئیں ...... اُس نے ترچھی نظر سے اماں کو دیکھا، وہ حد درجہ پریشان تھیں...... تب اُسے اُن پر بہت پیار آیا...... وہ اُٹھی اور اماں کے گلے میں بانہیں ڈال کر لاڈ سے بولی۔

"اماں! آپ فکرمند نہ ہوں۔ احسن بھائی کا بخار ابھی اُتر جائے گا۔"

"انشاء اللہ۔ بس میرا بچہ آنکھیں کھول دے۔" وہ بہت محبت بھرے انداز میں بولیں تو ماہیا نے شرارت بھرے لہجے میں کہا۔

"لگتا ہے آپ مجھ سے بھی زیادہ احسن بھائی سے پیار کرتی ہیں۔"

"بیٹا! پیار کو تقسیم نہیں کرتے، ضرب کرتے ہیں ...... تم سب مجھے پیارے ہو۔ احسن کا ہمارے سوا کون ہے، بیٹے سے بڑھ کر میری خدمت اور اطاعت کی ہے اس نے۔" وہ بولیں تو وہ بڑبڑائی۔

"اور بیوی کو شوہر کا پیار دینا بھول گئے۔"

"ایسی بات بھی نہیں ہے۔ میاں بیوی کے معاملات اور ہوتے ہیں۔" انہوں

نے پھر بھی احسن رضا کی وکالت کی۔

"آپ اپنی بھتیجی کو بھول گئیں۔ کتنی اذیت میں زندگی گزار کر گئی ہیں وہ۔"

"گزری باتیں جانے سچ ہیں یا جھوٹ، انہیں بھولنا اچھا۔ اس وقت جو ہے ہمیں اس کا خیال رکھنا ہے۔" اماں نے سنجیدگی سے کہا تو وہ پھر کرسی کی پشت پر سر رکھ کے کھو گئی۔

صبح چھ بجے ڈاکٹر صاحب آئے۔

اُس وقت احسن رضا کا بخار کافی کم ہو چکا تھا۔ ٹھنڈے پانی کی پٹیوں کے باعث فائدہ ہوا تھا...... ڈاکٹر صاحب نے اطمینان ظاہر کیا...... اچھی طرح معائنے کے بعد دوائیاں لکھ دیں...... آرام کرنے کا مشورہ دے کر رخصت ہو گئے...... تب اماں اور بوا کو اُس نے رات بھر جاگنے کے باعث آرام کرنے کے لئے بھیج دیا...... دانیال بھی بابا کے تکیے پر سر رکھ کے سو گیا۔ وہ وہیں رک گئی۔ رکنا مجبوری تھی۔ کیونکہ اماں اور بوا کی وجہ سے اُسے احسن رضا کا خیال رکھنا تھا...... احسن رضا کے چہرے کی تمتماہٹ کم ہوئی تھی مگر ابھی تک وہ غنودگی میں ہی تھے۔ اُس نے ڈرائیور کو میڈیسن لانے کے لئے بھیجا اور خود بیڈ کے کنارے پاؤں رکھ کر آنکھیں موند لیں۔

زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ احسن رضا کے گرم ہاتھ اُس کے پیروں سے چھوئے تو بجلی کی سی لہر اُس کے پورے وجود میں اتر گئی...... اُس نے جھٹ آنکھیں کھول دیں...... سچ مچ اُن کا دایاں ہاتھ اُس کے پیروں پر تھا۔ خود وہ اسی طرح، اسی کیفیت میں تھے...... اُس نے ہاتھ سے ان کا ہاتھ اٹھایا، اپنے پیر نکالے تو کچھ کچھ ان کی آنکھیں کھلیں...... وہ کرسی پیچھے دھکیل کے بیٹھ گئی۔ مگر وہ سخت کوشش کے ساتھ اس کو ہی دیکھ رہے تھے۔ وہ دانستہ انجان بنی رہی۔ کافی دیر بعد وہ پھر نیند کی وادیوں میں پہنچ گئے اور وہ نہ چاہتے ہوئے بھی انہیں اور دانیال کو دیکھتی رہی۔ دانیال اُن کے بائیں طرف بالکل ساتھ جڑ کر پُرسکون نیند سویا تھا...... جیسے باپ کی آغوش میں کوئی نشہ تھا۔ ماہیا نے دل میں کسک سی محسوس کی...... بے چین ہو کر کمرے میں ٹہلنے لگی۔

باہر گاڑی رُکنے کی آواز آئی تو وہ سمجھ گئی کہ ڈرائیور میڈیسن لے آیا ہے۔ اب پہلے کچھ ناشتہ کرانے کی ضرورت تھی۔ وہ کچن میں گئی...... انڈا فرائی کیا، سلائس گرم

کئے، دودھ گرم کر کے ایک کپ میں ڈالا اور واپس آ گئی...... مسئلہ تھا کہ ناشتہ کرنے کے لئے کیسے جگایا جائے......

''احسن بھائی! احسن بھائی!'' اُس نے بمشکل تمام دھیرے سے حلق سے آواز نکالی۔ ڈر تھا کہ کہیں ڈانٹ نہ پڑ جائے۔ مگر اُن کی طرف سے خاموشی ہی رہی۔ تب اُسے اُن کا وہی ہاتھ ہلانا پڑا جو کچھ دیر پہلے اُس کے پیروں پر تھا۔ انہوں نے مُندی مُندی سرخ آنکھوں سے اسے دیکھا اور پھر دیکھتے ہی رہے...... وہ جز بز سی ہو گئی۔

''احسن بھائی! ناشتہ کر لیجئے۔ پھر آپ کو میڈیسن دینی ہیں۔''

''ضرورت...... نہیں ہے......'' اُنہوں نے ٹوٹے پھوٹے انداز میں کہا۔

''ضرورت ہے۔ آپ کو رات تیز بخار تھا۔ ہم ماتھے پر ٹھنڈے پانی کی پٹیاں رکھتے رہے ہیں اور اب ڈاکٹر صاحب آئے تھے، میڈیسن منگوا لی ہیں۔'' وہ روانی میں بولی تو وہ اب کی بار نقاہت زدہ لہجے میں کافی سنجیدگی سے بولے۔

''پٹیاں کون رکھتا رہا......؟''

''جی...... وہ...... میں اور دانیال......'' وہ ہکلائی۔

''بلاوجہ آپ کو زحمت ہوئی۔''

''زحمت کیسی؟...... آپ غیر تو نہیں۔''

''حیرت ہے۔'' وہ بولے۔

''کس بات کی؟''

''کہ تمہیں مجھ سے اب ڈر نہیں لگتا۔'' وہ قدرے مسکرائے۔

''ڈر کیسا ہوتا ہے؟ میں تو آپ کا بہت احترام کرتی ہوں۔''

''صرف احترام۔ جس میں ڈر، نفرت جانے کیا کیا شامل ہے؟'' وہ اُداسی سے بولے تو وہ چونکی اور بولی۔

''انسان کو وہی کچھ ملتا ہے جس کا وہ حق دار ہوتا ہے۔''

''اسی لئے تو کہا ہے کہ میں تمہاری تیمارداری کا حق دار تو نہیں پھر......'' انہوں نے سوالیہ نگاہیں اس کے گلابی چہرے پر جماتے ہوئے پوچھا۔ وہ لاجواب ہو گئی۔

''بہرکیف، شکریہ....'' وہ نقاہت سے نڈھال آنکھیں بند کرتے ہوئے بولے۔

"پلیز! آپ ناشتہ کرلیں، تاکہ میڈیسن دی جاسکیں۔"

"ماہیا! مجھے اس طرح مت الجھاؤ، جاؤ میں بہتر ہوں۔" وہ یک دم ہی کہیں دُور نکل گئے۔ تب اُس کی اُلجھن میں اضافہ ہوگیا۔

"احسن بھائی! بہت آسان سی بات ہے، آپ کچھ کھالیں، یہ میں نے ناشتہ بنایا ہے۔"

"بہت ضروری ہے کیا......؟" کہنیوں کے بل اٹھتے ہوئے پوچھا۔

"سمجھیں تو بہت ضروری ہے ورنہ......"

"ورنہ کچھ ضروری نہیں۔ لاؤ ہاتھ بڑھاؤ، تاکہ میں اٹھ سکوں۔" اچانک ہی انہوں نے ہاتھ بڑھایا تو وہ سوچ میں پڑ گئی۔

"ماہیا! کیا یہ ضروری نہیں......؟" انہوں نے اُسے شرمندہ ہی کر دیا۔ شرمساری سے اپنا ہاتھ اُن کی طرف بڑھایا۔ انہوں نے مضبوطی سے ہاتھ پکڑا اور لڑکھڑاتے ہوئے کھڑے ہو گئے ......مگر کھڑے ہو کر بھی اُس کا ہاتھ نہ چھوڑا تو وہ زور آزمائی پر مجبور ہوگئی۔ انہوں نے ہاتھ چھوڑ دیا اور واش روم کی طرف چلے گئے۔ تب وہ ناشتہ اور میڈیسن میز پر رکھ کر کمرے سے باہر نکل گئی ...... احسن رضا نے واش روم میں داخل ہونے سے پہلے اُس کا ارادہ بھانپ لیا تھا...... اس لئے واش روم کے دروازے کی ہلکی سی جھری سے اسے جاتا دیکھ کر ہولے سے مسکرائے اور دروازہ بند کرلیا۔

+++

اُسے خود پر حیرت ہو رہی تھی کہ آخر کیوں سہارا دینے کے لئے ہاتھ آگے بڑھایا؟ کیا ضرورت تھی اس نرم رویے کی؟ چھوٹے سے بچے تو نہیں تھے کہ اُٹھانے کے لئے سہارے کی ضرورت پڑتی ہے...... گھر میں ملازم موجود ہیں۔ پھر میں نے ناشتہ کرانے اور میڈیسن کھلانے کی ذمہ داری کیوں لی؟ بوا کو ہی یہ کام کرنے دیا ہوتا...... اس نے خود کو دل ہی دل میں ملامت کی، برا بھلا کہا تو جیسے اندر سے آواز آئی ...... انسانیت بھی کوئی چیز ہے، بیمار تو دوسروں کے سہارے کا محتاج ہوتا ہے، تم نے کچھ برا نہیں کیا ...... اُن کے ہاں سے اپنے والے حصے میں پہنچتے پہنچتے وہ یہی سوال جواب کرتی رہی ...... اور کھوئی کھوئی سی اندر داخل ہوئی تو

اُسے چپ چپ اور گم سم سا ٹی وی لاؤنج میں داخل ہوتا دیکھ کر اماں نے اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد پوچھا۔ "اتنی جلدی آگئیں......"

"جی! کیا وہاں چھاؤنی ڈال لوں؟ اور میں نے تو آپ کو آرام کرنے کے لئے بھیجا تھا۔" اُس نے چڑ کر آدھا جملہ ادا کیا اور پھر بات کا رُخ ہی بدل دیا۔

"گھر میں بچہ بیمار ہو تو مائیں آرام نہیں کرتیں، تمہارے سہارے چھوڑ کر یہاں آ گئی تھی۔ سو تم بھی پیچھے پیچھے چلی آئیں۔"

"اماں! احسن بھائی دودھ پیتے بچے نہیں ہیں۔ بخار اتر گیا ہے، مزید دوائی کھانے سے ٹھیک ہو جائیں گے ...... ناشتہ بنا دیا ہے، وہ واش روم میں ہیں...... اور کچھ......؟" وہ ایک سانس میں جلی بھنی بولتی چلی گئی۔ اماں کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"توبہ ہے بھئی! آج کل تو تمہیں پتنگے لگ جاتے ہیں...... خاص کر احسن میاں کے نام سے ہی تمہیں کچھ ہونے لگتا ہے۔"

"مجھے کچھ کیوں ہوگا؟ ...... میں نے کبھی ایسا نہیں کیا، میں مزید اُن کی خدمت نہیں کرسکتی تھی۔" وہ بھی تمتما اٹھی۔

"ماہیا! ہوش کے ناخن لو، وہ اس گھر کا فرد ہے کوئی غیر نہیں۔ تم تو رشتوں کا احترام ہی بھول گئی ہو ...... دانیال کو دیکھا ہے کیسے باپ سے لپٹا ہوا ہے، کتنا فکرمند ہے۔ تم اُسے بھی دُور کرنے کی تیاری کئے ہو۔ احسن کو یہی غم لگا ہے۔"

اماں نے اچھی خاصی طبیعت صاف کر دی تو وہ بھی مشتعل ہوگئی۔

"اگر اتنا ہی غم ہے انہیں تو روک لیں بیٹے کو۔ میں نے کب بھیجنے کی منت کی ہے۔ ہنہ! بیوی پر نگاہ ڈالی نہیں، بیٹے کے غم میں دُبلے ہو رہے ہیں۔"

"بلاوجہ زہر ذہن میں بھر لیا ہے۔ اپنا دل صاف کیوں نہیں کر لیتیں...... تم اسجد سے دور بھاگنے کے لئے ایسا کھیل کھیل رہی ہو...... مگر یاد رکھو، یہ اچھی بات نہیں ہے......" اماں نے دل کی بھڑاس نکالی اور احسن رضا سے ملنے کے لئے باہر کا رخ کیا...... تب وہ پیچھے سے چلائی۔

"میں صرف اپنی وجہ سے جا رہی ہوں۔ مجھے اسجد کا حوالہ مت دیں۔ دانیال کو روکنا ہے تو روک لیں۔" اماں نے پلٹ کر اُس کی بات کا جواب نہیں دیا۔ وہ غصے

سے پیر پٹختی ہوئی اپنے کمرے میں آ کر بیڈ پر لیٹ گئی۔ تکیہ سیدھا کرتے ہوئے اُس کی نگاہ اپنے ہاتھ پر پڑ گئی تو وہ ٹھٹکی۔ کچھ دیر پہلے احسن رضا کے مضبوط ہاتھ میں قید تھا...... پہلی مرتبہ اُس کی ریڑھ کی ہڈی تک کوئی سرسراہٹ سی پیدا ہوئی تھی۔ کس قدر جاذبیت تھی اس وقت ان کی نگاہوں میں...... اُس نے جھرجھری سی لی۔

'اُف میرے خدا! احسن بھائی لحہ بہ لحہ طلسماتی کہانی کا کردار کیوں بنتے جا رہے ہیں...... اُن کی شخصیت میں تبدیلی کیوں آ رہی ہے؟ کیا وہ سچ مچ دانیال سے محبت کرتے ہیں؟...... اُس کی جدائی کے باعث افسردہ ہیں...... لیکن نیلو آپی کو کربناک اذیت دینے والا شخص مہربان کیسے ہوسکتا ہے......؟ میں احسن بھائی کو کیا سمجھوں......؟ وہ اس طرح مہربان کے رُوپ میں میرے سامنے کیوں آ رہے ہیں......؟' اُس نے اپنے آپ سے سوال جواب کر ڈالے۔ مگر اُن کے مضبوط ہاتھوں کا سحر اور نگاہوں کا پراسرار سا تبسم اُسے اپنی گرفت میں لئے ہوئے تھا...... رات بھر کی جاگی ہوئی تھی۔ کچھ ہی دیر میں سوگئی۔ ہر بات سے بے نیاز، ہر خیال سے آزاد گہری نیند سوگئی۔

+++

احسن رضا کی طبیعت کافی سنبھل چکی تھی۔

نقاہت باقی تھی۔ اماں پھر بھی فکرمند تھیں۔ دانیال کو اُن کے بازوؤں میں سویا دیکھ کر اُن کی پلکیں بھیگ سی گئیں۔

"چچی اماں! کیا ہوا؟" احسن رضا متفکر ہو گئے۔

"کک...... کچھ نہیں احسن میاں...... دانیال تم سے بہت محبت کرتا ہے اور تم اس سے بہت پیار کرتے ہو۔ پھر اس کے بغیر کیسے رہو گے......؟" انہوں نے دوپٹے کے پلو سے پلکیں صاف کرتے ہوئے کہا تو وہ مسکرا دیئے۔

"رہنا پڑے گا۔ کیونکہ ماہیا، دانیال کے ساتھ تنہائی محسوس نہیں کرے گی۔"

"ماہیا کو کس نے کہا ہے کہ وہ جائے۔ اپنی ضد پر اڑی ہے تو تنہا جائے۔ میری بات مان لو، دانیال کو منع کر دو۔" اماں نے سختی سے مخالفت کی۔

"چچی اماں! کر لینے دیں ضد۔ کوئی بات نہیں۔" وہ اُداسی سے بولے۔

"بات تو ہے احسن میاں! شادی کی عمر ہے، وہ چلی ہے پڑھنے لکھنے کو...... اللہ سمجھے بیگم ادریس کو، اسجد کے نام پر کتنے دن لٹکا کر ٹکا سا جواب دے دیا۔"

"چھوڑیں، تقدیر کے فیصلے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ ماہیا کے لئے رشتے کی کمی ہے کیا......؟" انہوں نے کہا تو اماں کھل اٹھیں۔

"ہاں، یہ تو ہے...... لیکن جانے لڑکی کے ذہن میں باہر کا بھوت کیوں سمایا ہے؟ میں پھر کہے دیتی ہوں، تم دانیال کے لئے صاف انکار کر دو...... شاید وہ بھی رک جائے۔" اماں نے کہا تو ان کا دل رکھنے کو احسن رضا نے گردن ہلا کر رضامندی دے دی مگر دلی طور پر وہ اس کے لئے تیار نہیں تھے۔ انہیں دانیال سے محبت تھی تو ماہیا سے بھی عشق تھا۔ بے شک عشق یک طرفہ ہی تھا، وہ کبھی ماہیا کا برا نہیں چاہ سکتے تھے...... اُسے نظروں سے اوجھل بھی اس کی ضد کے باعث کر رہے تھے ورنہ وہ تو لہو کی مانند ان کی رگوں میں گردش کرتی تھی۔ بس انجان تھی...... اُن کے جذبات سے بے بہرہ تھی...... اُن کے جذبوں کا اعلان تو ان کی آنکھیں کرتی تھیں...... انہوں نے بارہا اسے بہت کچھ بتانے کی کوشش بھی کی مگر پہلے تو وہ ڈر کر، سہم کر گزر جاتی تھی...... اور اب طنزیہ، بے باک، زہر آلود جملوں سے نواز کر اجنبی بن جاتی ہے۔ جانے کیوں ان کی بات سمجھنے کی کوشش نہیں کرتی...... یہ بات احسن رضا کے لئے باعث تشویش تھی۔ کیونکہ وہ چھوٹی سی حقیقت تسلیم کرنے سے عاری تھے کہ نیلو کی وجہ سے وہ ان سے کھنچی کھنچی سی رہتی ہے، چڑتی ہے، بیزار رہتی ہے، نیلو کی بیماری اور موت کا ذمہ دار سمجھتی ہے...... اگر یہ حقیقت وہ جان لیتے تو بہتر ہوتا۔

مگر وہ ماہیا کی بہن سے ایسوسی ایشن کو ہی اصل وجہ سمجھتے تھے...... دل تو چاہتا تھا کہ جیسے ہاتھ پکڑا تھا...... پکڑے پکڑے ہی صدیوں کا فاصلہ طے کر لیا جاتا، زبان سے محبت کا اقرار کیا جاتا مگر وہ وقت بھی ہاتھ سے نکل گیا...... محض اس خیال سے کہ ماہیا کہیں مسترد نہ کر دے۔ اُس کے دل میں اسجد کی محبت موجود ہے، ایسے میں وہ ملک سے باہر تو جا سکتی ہے لیکن کسی اور کے بارے میں ایسا فیصلہ شاید ہی کرے...... اُن کی غیرت اور وقار کو یہ گوارا نہیں تھا کہ وہ اُس سے اُس کا ہاتھ مانگتے...... اب تک دل میں بٹھا کر پرستش کرتے آئے تھے۔ بھلا کیسے اُس کی نظروں سے گر جاتے

......حالانکہ وہ نیلو آپی کی وجہ سے اُن سے خائف تھی۔

+++

ان کی فلائٹ میں چار دن رہ گئے تھے۔

ماہیا پیکنگ میں مصروف تھی۔ اپنی تو سب تیاری مکمل ہی تھی البتہ دانیال کی تیاری باقی تھی۔ دانیال مسلسل احسن رضا کے کمرے میں رہ رہا تھا۔ اُس کے پاس اگر آتا بھی تو تھوڑی دیر کے لئے آتا ورنہ سارا وقت وہ ان کے ساتھ ہی گزار رہا تھا۔ ماہیا کمرے سے نکل کر اماں کے کمرے میں آئی اور بوا کو کہا کہ دانیال کو بلاؤ...... بوا کے جاتے ہی وہ بڑبڑائی۔ ''جانے کون سے منتر پڑھ کر دانیال پر پھونک دیئے ہیں کہ کمرے سے نکلنے کا نام نہیں لے رہا۔'' اماں نے اس کی بڑبڑاہٹ بھی سن لی۔

''بھئی مجھے تمہاری منطق سمجھ میں نہیں آتی۔ باپ بیٹے کے پیار میں کون سی اچنبھے والی بات ہے۔ تم کیوں چاہتی ہو کہ بچہ باپ سے دور رہے۔ اس معصوم کی ماں ہے نہیں۔ باپ سے ہی محبت کرے گا۔''

''پہلے یہ محبت کہاں سوئی ہوئی تھی۔ نیلو آپی کی زندگی میں تو کبھی احسن بھائی کو ان دونوں کا خیال نہ آیا۔'' وہ غصیلے انداز میں بولی۔

''گزری باتوں کو چھوڑ دو...... نیلو کو تو کبھی میں نے گلے شکوے کرتے نہیں سنا۔'' اماں نے جھنجھلا کر کہا۔

''آپ پر تو احسن بھائی نے جادو کر رکھا ہے......'' وہ تیزی سے کہہ کر چونکی۔ دانیال اور احسن رضا ٹی وی لاؤنج سے ہو کر اماں کے کمرے میں داخل ہو چکے تھے ...... شاید اس کا جملہ انہوں نے سن بھی لیا ہو، تبھی تو وہ دزدیدہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولے۔

''کاش! ہم سچ مچ جادوگر ہوتے تو جادوگری دکھاتے۔''

''ارے چھوڑو تم اس کم عقل کی بات۔ سناؤ طبیعت کیسی ہے؟'' اماں نے اُن کا دھیان پلٹا...... جبکہ وہ اُن کے جملے کے زیر اثر چپ سی ہو گئی۔

''کافی بہتر ہے ...... میں تو آفس بھی جانا چاہتا تھا مگر دانیال نے ضد کر کے روک دیا۔'' وہ بولے۔

''آج کل دانیال کو آپ پر بہت پیار آ رہا ہے......'' وہ طنز سے باز نہ آئی۔

''آنٹی! بابا بہت ویک ہو گئے ہیں۔ ابھی آرام کی ضرورت ہے نا......'' دانیال اُس کے طنز سے انجان معصومیت سے بولا۔

''آپ یہ بتاؤ کہ پیکنگ کرنی ہے یا نہیں......؟'' اس نے دانیال کی بات دانستہ نظر انداز کر دی۔

''آنٹی! کیا جانا ضروری ہے......؟'' خلاف توقع دانیال نے دھماکا کر دیا۔

''ارے یہ کیا بات کی دانی بیٹا آپ نے......'' اس سے پہلے احسن رضا نے حیرت سے کہا۔

''بابا! میرے خیال میں جانا ضروری نہیں ہے۔'' دانیال کے دل میں یہ بات گزشتہ دو دن سے بے چینی پیدا کر رہی تھی آخر کو اُس نے اظہار کر دیا۔

''تو ٹھیک ہے، مت جاؤ۔'' ماہیا کا لہجہ تلخ ہو گیا۔ اُسے سبکی سی محسوس ہوئی۔

''سچ......؟'' دانیال خوشی سے بولا تو وہ اور زیادہ غصے میں آ گئی۔

''بالکل سچ......'' یہ کہہ کر وہ جانا چاہتی تھی کہ احسن رضا بولے۔

''دانی مذاق کر رہا ہے...... تم محسوس نہ کرو، تیاری رکھو۔''

اُس نے پلٹ کر ان کی طرف دیکھا تو کچھ افسردہ سی ہو گئی۔ کیونکہ ان کے چہرے پر سوگوار سی کیفیت چھائی تھی۔

''دانیال نہیں جانا چاہتا تو کیوں بضد ہو تم دونوں؟'' اماں نے چڑ کر پوچھا۔

''چچی اماں! دانیال کو جانا چاہئے۔''

''لیکن کیوں......؟'' انہوں نے تکرار کی۔

''بابا! میں آپ کے بغیر نہیں جا سکتا......'' دانیال کا لہجہ گلوگیر ہو گیا ...... ماہیا کو دانیال پر سخت غصہ آیا...... کمرے سے باہر نکل گئی۔

''احسن میاں! اچھی بات ہے جو دانیال نہیں جانا چاہتا۔ ہو سکتا ہے ماہیا بھی نہ جائے۔''

''چچی اماں! وہ ضدی ہے۔ نہیں رکے گی۔ جانے دیجئے۔ جلد آ جائے گی۔'' احسن رضا نے چچی اماں کو تسلی دی۔

"بابا! آپ ماہیا آنٹی کو منع کر دیں۔" دانیال نے کہا۔

"نہیں۔ اور آپ جاؤ گے۔ چلو جا کر آنٹی کو راضی کرو۔" احسن رضا نے سنجیدگی سے کہا تو وہ فوراً چلا گیا...... مگر اماں نے صاف محسوس کیا کہ وہ جانے پر راضی نہیں۔ لیکن یہ بات انہوں نے احسن رضا سے کی نہیں بس خاموش ہوگئیں۔ احسن رضا کافی دیر اُن سے باتیں کرتے رہے مگر اماں جان چکی تھیں کہ وہ اندر سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں۔

+++

دانیال احسن رضا کے کہنے پر گیا تو راضی کرنے تھا۔ مگر اس سے جھوٹ نہ بول سکا...... صاف کہہ دیا کہ وہ نہیں جانا چاہتا۔ یہ بھی بتا دیا کہ وہ اپنے بابا کو اکیلا چھوڑ کر نہیں جا سکتا...... یہ کہنا تھا کہ وہ دانیال کو بنا کچھ کہے آندھی اور طوفان کی طرح پہلے اماں کے کمرے میں گئی۔ وہاں سے احسن جا چکے تھے۔ سیدھی اُن کے پورشن میں گئی۔ وہ کافی پی رہے تھے...... ٹی وی لاؤنج میں انٹرنس کے بالکل سامنے صوفے پر بیٹھے تھے اس لئے فوراً اسے دیکھ کر حیرت سے بولے۔ "خیریت......؟"

وہ وہیں جم گئی...... جرأت پیدا کرنے کے باوجود بہت زیادہ جرأت اس میں اب تک نہیں آئی تھی۔

"آپ نے آخر دانیال کو منع کر ہی دیا۔" غصے پر کنٹرول کرنے کے باوجود وہ لہجے میں شامل اشتعال نہ چھپا سکی۔

"تمہیں اس بات پر یقین ہے یا شک؟" وہ چسکی لے کر کافی پیتے ہوئے بولے۔

"یقین ہے۔"

"اس کا مطلب تو یہ ہے کہ تم مجھے برا آدمی سمجھتی ہو۔"

"میں غیر ضروری بحث نہیں کرنا چاہتی۔" اس کے دل میں تو تھا کہ کہہ دے بہت برا سمجھتی ہوں مگر کہہ نہ سکی۔

"میرا بھی یہ موڈ نہیں ہے...... اپنا یقین چیک کرو۔ کیونکہ دانیال نے جو کچھ کہا ہے وہ اُس کی اپنی مرضی ہے۔" وہ سختی سے بولے۔

"میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ آپ کی مرضی کیا ہے۔" وہ تڑخ کر بولی تو وہ ہتھے سے اکھڑ گئے...... کافی کا مگ میز پر پٹخ کر اس کے بالکل سامنے آ کھڑے ہوئے کہ

ان کی گرم سانس وہ اپنے چہرے پر محسوس کرنے لگی...... کچھ پرے ہوگئی تو وہ اور قریب ہو کر بولے۔

"کیا جانتی ہو؟ کیا مرضی ہے میری......؟ بولو، کب میرے دل میں اُتر کر تم نے دیکھ لیا کہ میں کیا چاہتا ہوں؟...... اگر حوصلہ ہے برداشت کا تو میں بتا سکتا ہوں اپنی مرضی...... بولو، کہو......" وہ اس طرح حملہ آور ہوئے کہ وہ تقریباً اچھل کر دور ہوگئی۔

"آپ جیسا چاہتے ہیں، دانیال ویسا ہی کرے گا۔ بے فکر ہو جائیں، میں اکیلی جاؤں گی۔" وہ فیصلہ کن انداز میں کہہ کر مڑنے کو تھی کہ وہ بولے۔

"میں یہ ہرگز نہیں چاہتا کہ دانیال اپنی مرضی کرے اور تم تنہا جاؤ۔"

"کچھ بھی ہے، میں دانیال کو فورس نہیں کرنا چاہتی۔"

"کاش! تم بات سمجھ سکتیں۔" اک حسرت ناتمام سی ان کے لہجے میں نمایاں ہوگئی۔

"مجھے کچھ نہیں سمجھنا۔"

"جانتا ہوں، اسی لئے تو سمجھانے کی کوشش نہیں کی۔"

"ویسے احسن بھائی! آپ کا پرابلم کیا ہے......؟" یکلخت اُس نے سوال کیا۔ وہ رخ موڑ کر کھڑے ہوگئے۔

"یہ بھی میں تمہیں سمجھا نہیں سکتا۔"

"او کے! اب میں جا رہی ہوں۔ دانیال کے لئے یہی بہتر ہے کہ وہ آپ کے پاس رہے۔"

وہ یہ کہہ کر لوٹ گئی...... احسن رضا صوفے پر بے دم سے گر گئے۔ جوں جوں اُس کے جانے کا وقت قریب آ رہا تھا، اُن کا دل بیٹھا جا رہا تھا۔ اُسے جانا تھا اور وہ اُسے دور کر نہیں سکتے تھے۔ اُس کی خوشی اور بہتری کے لئے دانیال کو بھیجنا ضروری تھا۔ انہوں نے اُسے مخاطب کیا...... دھیرے دھیرے بولنے لگے۔

"تجھے کیا بتاؤں میں دلربا!
ترے عشق میں کیا میرا حال ہے
نہ دن میں سکون ہے نہ رات میں قرار ہے
تجھے کیا بتاؤں میں دلربا!

ماہیا! میری آنکھوں کے رستے میرے دل میں اُتر کے دیکھو، اس میں تم کہاں ہو؟ خود سے ملو اور جان لو کہ میری کیا مرضی ہے؟ مجھے سمجھو، میرا کیا پرابلم ہے؟ لیکن میں جانتا ہوں ماہیا! تم ایسا کبھی نہیں کرسکتیں ...... کیونکہ تم مجھ سے نفرت کرتی ہو...... میں تمہاری نفرت میں شامل ہوں۔''

وہ سوچتے سوچتے نڈھال سے ہوگئے۔

+++

کل صبح گیارہ بجے کی فلائٹ تھی۔

سارے گھر پر افسردگی چھائی تھی ...... سب اپنی اپنی جگہ چپ تھے ...... وہ بہت گپ شپ لگانے کی کوشش کر رہی تھی لیکن پھر بھی اماں کی، بوا کی آنکھیں چھلک چھلک پڑ رہی تھیں ...... دوسری طرف سب تیاری کے باوجود دانیال انکاری تھا۔ احسن رضا سمجھا بجھا کر تھک گئے تھے مگر وہ کسی طور راضی نہیں تھا۔ احسن رضا کو سختی کرنی پڑی تب بھی وہ چپ چاپ اپنے کمرے میں بند ہوگیا۔ یہ نیا مسئلہ تھا۔ احسن دروازے کے باہر کھڑے کھڑے تھک گئے مگر اُس نے نہ دروازہ کھولا اور نہ ان کی بات کا جواب دیا۔ وہ تھک ہار کے اماں کے پاس آئے۔ ساری بات بتائی تو وہ پھٹ پڑیں۔

''احسن میاں! سب اپنی اپنی کرو۔ اس بچے کی نہ تمہیں پرواہ ہے نہ ماہیا کو۔ جانے اُسے کیا سمجھ رکھا ہے۔ بلاوجہ کی تمہاری ضد کہ ضرور جانا ہے۔ ہماری تو سمجھ سے باہر ہے۔ سب کا یہی خیال ہے کہ جو دانیال خوشی سے چاہے وہ کرو۔ نازش بھی۔ احمد بھی سب یہی کہہ رہے ہیں۔ مگر تمہاری سُوئی ایک ہی جگہ اٹک گئی ہے۔ اب اُسے بھی اپنی کرنے دو۔''

احسن رضا بنا کچھ کہے اٹھ کر چلے گئے ...... اماں نے بھیگی پلکیں موند لیں ...... ماہیا دروازے سے سب دیکھ کر لوٹ گئی...... خود سے شرمندہ، مجرم بنی بوا کے پاس گئی تو وہ بھی اشک بہا رہی تھیں ...... ساتھ ساتھ اُس کے لئے جانے کیا کیا پکا رہی تھیں۔ اُس کی پسند کی تقریباً سب چیزیں ہی رات کے کھانے کے لئے تیار تھیں۔ مگر دل سے سب ناخوش تھے۔ وہ خود بھی بجھی بجھی تھی۔ نازش نے فون کیا اور رو پڑی تو وہ بھی پلکیں صاف کرنے لگی۔ مگر اس وقت تو مسئلہ اور زیادہ گمبھیر تھا۔ دانیال کمرے

میں بند تھا...... اور احسن رضا ڈٹے ہوئے تھے کہ بھیج کر رہیں گے۔ جبکہ وہ خود ہزار بار انہیں کہہ چکی تھی کہ نہیں جانا چاہتا تو نہ جائے۔

مگر احسن پر کسی بات کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ آخری بار انہیں سمجھانے کے لئے وہ اُن کے پاس گئی ...... وہ دانیال کے کمرے میں تھے۔ کمرے کا دروازہ ادھ کھلا تھا۔ باہر تک ان دونوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ وہ دروازے سے اندر داخل ہونا چاہتی تھی کہ اپنا نام سن کر ٹھٹکی۔ وہیں دروازے سے لگ کر کھڑی ہوگئی۔ گو کہ یہ غیر اخلاقی حرکت تھی مگر اس وقت اس سے یہ غلطی سرزد ہوگئی۔ اپنا متواتر ذکر سن کر وہ متجسس ہو گئی۔ احسن رضا، دانیال کو سمجھا رہے تھے جبکہ وہ مُصر تھا...... اپنی ضد پر قائم تھا۔

''بابا! آئی لو یو ویری مچ......''

''آئی نو! لیکن......''

''مجھے کچھ نہیں سننا...... میرا دل نہیں چاہ رہا، میں آپ کے بغیر نہیں رہ سکتا۔'' اس نے صاف صاف کہہ دیا۔

''اور وہ جو آپ ماہیا آنٹی سے محبت کے دعویدار ہیں......؟''

''محبت تو میں بے پناہ کرتا ہوں۔ لیکن کیا کروں؟'' وہ بے بسی کا شکار تھا۔

''کچھ نہ کرو، فیصلہ کرلو کہ جانا ہے۔''

''میں نے ماہیا آنٹی کو بتا دیا ہے کہ میرے بابا اکیلے رہ جائیں گے، میں انہیں ہرٹ نہیں کرسکتا۔''

''یہ باتیں پہلے سوچنے کی تھیں۔ اب بری بات ہے۔''

''مجھے لگتا ہے آپ کو مجھ سے محبت نہیں ہے۔''

''یہ کس نے کہا؟ مجھے اُس دشمن کا نام تو بتایئے......'' وہ مسکرائے۔

''مجھے خود پتہ ہے......'' وہ رُوٹھے رُوٹھے بولا۔

''سویٹ ہارٹ! بابا آپ سے بہت محبت کرتے ہیں بلکہ آپ کی ماہیا آنٹی سے بھی بے پناہ محبت کرتے ہیں......'' اس کو سینے سے لگا کر ایسا کچھ انہوں نے کہہ دیا کہ سینے سے لگا دانیال اور دروازے سے لگی ماہیا دونوں چونک اٹھے۔

''آپ ماہیا آنٹی سے بھی محبت کرتے ہیں......'' دانیال کے لہجے میں استفہام ہی

استفہام تھا۔

"آپ کی قسم، یہ سو فیصد سچ ہے۔" وہ شوخی سے بولے تو دانیال کھل اٹھا۔

"لیکن ماہیا آنٹی تو......"

"وہ مجھے پسند نہیں کرتیں، یہ میں جانتا ہوں......" اُس کا جملہ اچک کر سادگی سے انہوں نے مکمل کر دیا۔

"آپ نے انہیں بتایا کیوں نہیں؟"

"کیا...... یہ کہ میں بے پناہ محبت کرتا ہوں......" وہ بولے۔

"ہاں! وہ آپ سے خفا خفا رہتی ہیں۔ آپ تو اتنے اچھے ہیں۔"

"بس سچی بات یہ ہے کہ میں تم دونوں سے محبت کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ تم دونوں ایک دوسرے کے ساتھ رہو۔ آپ کے بنا ماہیا اکیلی ہو جائیں گی۔ اس لئے پلیز، بابا کی بات مان لو......" وہ اس وفورِ محبت سے بولے کہ ماہیا کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ پیشانی پر ندامت کا پسینہ چمکنے لگا۔

"بابا! پلیز آپ انہیں بھی روک لیں، میں آپ کے بغیر بھی نہیں رہ سکتا۔" دانیال دو حصوں میں بٹ کر پریشان ہو گیا تھا۔

"مائی ڈیئر! وہ نہیں رکیں گی۔ میں انہیں روکنے کا حق نہیں رکھتا۔ وہ مجھے اچھا آدمی نہیں سمجھتیں۔"

اس سے احسن رضا کا لہجہ حد درجہ اُداس اور سوگوار تھا۔ ماہیا پہلو بدل کے رہ گئی۔

"بابا! آپ کہہ کر تو دیکھیں، وہ مان جائیں گی۔ پلیز بابا!" دانیال منت پر اتر آیا۔

"نہیں دانی! میرا ایسا کوئی رشتہ نہیں ان کی نظر میں کہ وہ میری بات مان لیں۔" وہ سنجیدگی سے بولے۔

ماہیا نے ایک بار پھر دل میں اتھل پتھل محسوس کی۔

"بابا! آپ دُکھی ہو رہے ہیں...... میں ماہیا آنٹی کو بتا دوں گا، میرے بابا اچھے ہیں۔" دانیال باقاعدہ روتے ہوئے بولا۔

"نہیں...... کچھ نہیں بتانا۔ بس اچھے بچوں کی طرح خوشی خوشی سب سے ملو اور آنٹی کو یقین دلاؤ کہ تم سچ مچ ان کے ساتھ جانا چاہتے ہو۔" احسن رضا نے دانیال کو

ایک بار پھر گلے لگا کر تھپکی دی...... دانیال چپ ہو گیا۔ ماہیا بجلی کی سی سرعت میں وہاں سے نکل آئی...... اُس کا ذہن کہیں تھا اور قدم کہیں تھے۔ ٹی وی لاؤنج میں داخل ہوئی...... بوا اور اماں کے درمیان سے کھوئی کھوئی اپنے کمرے کی طرف بھاگتی جا رہی تھی...... چند منٹوں میں کیسی دنیا کا سفر کر آئی تھی کہ دل و دماغ دونوں بغاوت پر آمادہ تھے۔ روح چیخ چیخ کر احتجاج کر رہی تھی، کس آدمی سے ملاقات ہو گئی کہ نفرت و انتقام کا غبار لمحوں میں چھٹ گیا...... سنہری دھوپ میں شفاف نکھری ہوئی تمناؤں نے شنگرفی آنچل میں منہ چھپا لئے...... دل دھڑکنوں کے شور میں نہال ہو رہا تھا...... وہ حیرت و انبساط کی دنیا میں محو تھی کہ بوا نے آ کر کھانے کی اطلاع دی تو وہ جھنجھلا اٹھی۔

"مجھے بھوک نہیں ہے...... آپ لوگ کھاؤ۔"

بوا کے جاتے ہی اُس نے کھٹ سے دروازہ بند کر لیا...... وہ اپنے آپ سے پریشان تھی۔ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے؟ ...... کیسا موڑ اور کیسا مقام زندگی میں در آیا تھا؟ ...... وہ تذبذب میں گرفتار تھی ...... بار بار احسن رضا کے جملے کانوں میں گونجنے لگتے......

"میں ماہیا سے بے پناہ محبت کرتا ہوں، محبت کرتا ہوں......"

اس نے ایک دم اضطراری کیفیت میں ناخن چبانا شروع کر دیا...... مگر کسی کل سکون نہیں تھا۔ بیڈ پر کروٹیں لیتے لیتے تھک گئی۔ کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے؟ کس کو بتائے؟ احسن رضا نے تو اُسے اُس کی نظروں میں گرا دیا تھا...... کیسا سچ بول دیا تھا؟ کیسا اقرار کر لیا تھا؟ ...... اُسے دانیال پر ترس آنے لگا۔ اس کی وجہ سے وہ باپ کی محبت سے دور کیوں ہو؟ کیوں انہیں سزا دینے کے خیال سے دانیال کو ذہنی کوفت پہنچائی؟ وہ کس قدر اپ سیٹ ہے؟ وہ شرمندگی سے خود کو ملامت کر رہی تھی کہ دانیال کی آواز دروازے کے باہر سے آئی۔

"ماہیا آنٹی! آ جائیں، کھانا کھا لیں۔ ہم صبح جائیں گے نا......"

وہ چپ رہی۔ کچھ دیر بعد قدموں کی آہٹ دور ہوتی گئی تو وہ سمجھ گئی کہ دانیال جا چکا ہے......

رات گہری ہوگئی تھی مگر نیند اُس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی ...... بدگمانی تھی یا حقیقت ......نفرت تھی یا انتقام وہ سب پر بازی لے گئے تھے۔ خلافِ توقع تھا ان کا اقرار......جس نے اُسے شکست سے دوچار کردیا تھا۔ وہ بے قرار تھی۔

''احسن بھائی! آپ کے اندر محبت تھی ...... میرے لئے ...... مجھے یقین نہیں آ رہا۔'' وہ سر تھام کر بڑبڑائی اور تھک کر کھڑکی میں سے باہر دیکھنے لگی ...... چاندنی تھی، لان میں کھلے پھول چاندنی میں نہائے تھے۔ ہلکی ہلکی سرد ہوا تھی۔ وہ دیر تک اس منظر میں کھوئی رہی۔ پھر بے قراری نے بے تاب کیا تو کمرے میں ٹہلنے لگی۔ ٹہلتے ٹہلتے رات کو دن میں بدل دیا۔

&&&

سب کے لئے اُداس، سوگوار سی صبح آچکی تھی۔

پُر تکلف ناشتے کی میز پر نازش، احمد، بچے، احسن، دانیال اور اماں موجود تھیں ...... بوا کچن میں ناشتے کی چیزیں تیار کرانے کے بعد چائے تیار کرارہی تھیں۔

اماں تھوڑی دیر میں پلو سے بھیگی آنکھیں صاف کرتیں ...... نازش بھی افسردہ تھی۔ احمد بھی مغموم سے تھے۔ ان کے خیال میں ماہیا، امجد کی وجہ سے دل برداشتہ ہوکر جارہی تھی ...... دونوں بچے چپ تھے...... اماں نے گھڑی پر نگاہ ڈالی، آٹھ بج چکے تھے......ابھی تک ماہیا نہیں آئی تھی۔

''ارے آٹھ بج گئے ...... گیارہ بجے کی فلائٹ ہے، ناشتہ بھی نہیں کیا۔ جگاؤ، کہیں سو تو نہیں رہی......؟'' اماں بولیں۔

اسی وقت ماہیا نیند سے بوجھل آنکھوں کے ساتھ باہر آئی اور جمائیاں لیتی ہوئی باہر نکل گئی ...... سب کو حیرت تھی کہ وہ ابھی تک تیار بھی نہیں ہوئی تھی ......اُسے اس طرح ملگجے لباس میں سویا سویا دیکھ کر احسن رضا اور دانیال کو بھی حیرت ہوئی۔

''ماہیا آنٹی! آپ ابھی تیار نہیں ہوئیں......؟'' دانیال نے پوچھا۔

''دانی! آپ چل کر ناشتہ کرو، ہم ابھی آتے ہیں۔'' اُس نے براہِ راست دانیال کو کہا۔ دانیال چلا گیا تو ٹائی کی ناٹ لگاتے احسن رضا کی پشت پر جاکر اس نے انہیں مخاطب کیا۔

''میں دانیال کو آپ سے جدا نہیں کرسکتی۔ محبت میں جدائی کا تصور بھی محال ہوتا ہے۔''

''خود سے کہہ رہی ہو یا مجھ سے......؟'' وہ دھیرے سے بولے۔

''یقیناً آپ سے ...... میں دانیال کی محبت آپ سے نہیں چھین سکتی۔''

''اتنا مجھے پتہ ہے۔ لیکن محبت چھین بھی رہی ہو۔''

''کیا مطلب؟''

''محبت میں جدائی برداشت کرنے کا حوصلہ اکٹھا کرلیا ہے میں نے۔''

''مگر میں ایسا نہیں چاہتی۔'' وہ پیٹھ موڑ کر بولی۔

''تو کیا چاہتی ہو......؟'' وہ کچھ چڑ کر بولے تو وہ سہم گئی۔

''آپ دانیال کو اپنے پاس رکھیں اور میں......''

''میں کیا......؟'' اس کا جملہ اچک کر وہ کوٹ پہنتے ہوئے اُس کے سامنے آگئے۔ وہ ان کی بارعب شخصیت کے سامنے پہلے کی طرح تھرتھرانے لگی۔

''میں اکیلی جاسکتی ہوں، تنہا نہیں پڑوں گی۔''

''تو جاؤ ...... کس نے کچھ کہا ہے۔ دانیال کو میں منع کردیتا ہوں ...... جاؤ، دیر نہ کرو۔ تمہاری فلائٹ کا ٹائم ہونے کو ہے۔'' وہ سخت گیر لہجے میں اس پر چڑھ دوڑے۔ وہ بدحواس ہوگئی ...... چھما چھم رونے لگی تو وہ نرم پڑ گئے۔

''ماہیا! تم صرف نام کی ماہیا ہو...... کاش تم ماہیا کے معنی پر بھی غور کرتیں۔'' وہ دھیرے سے کہہ گئے تو روتے روتے وہ تحیر آمیز نظروں سے انہیں دیکھنے لگی۔ کتنی عجیب شخصیت تھی ان کی، پل میں تولہ اور پل میں ماشہ۔

''ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟'' وہ بولے تو اُس نے نفی میں گردن ہلا دی۔ ''تم سچ کہتی ہو، تم تنہا نہیں پڑو گی ......تم خود انجمن ہو۔''

''دانیال کے جانے سے آپ بھی تو اُداس ہوجائیں گے۔'' اس نے نرمی سے کہا۔

''تو کیا فرق پڑ جائے گا؟ دانیال کے نہ جانے کے بعد بھی میں تنہا اور اُداس ہی رہوں گا۔'' وہ گہری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہہ گئے۔

وہ پتھر کی مورت بنی کھڑی رہ گئی۔ احسن رضا باہر نکل گئے۔ تب وہ بیڈ کی سائیڈ

ٹیبل پر رکھی نیلو آپی اور دانیال کی فوٹو اٹھا کر دیکھنے لگی ......تصویر میں دانیال، نیلو آپی کے گلے میں بانہیں ڈال کر ان کا دایاں رخسار چوم رہا تھا ......نیلو آپی کے چہرے پر ممتا بھری مسکراہٹ ہی مسکراہٹ تھی ...... ایک دم ہی اس نے ان کے چہرے پر اپنے ہونٹ رکھ دیئے تو جیسے نیلو آپی نے اسے اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا اور اس کے کان میں سرگوشی کی۔

''ماہیا! میرے دانیال کو مجھ سے جدا نہ کرو...... اسے میرے پاس رہنے دو۔'' وہ تھراسی گئی اور جلدی سے تصویر رکھ کر بڑبڑائی۔

''نہیں...... دانیال آپ کا ہے ...... آپ سے دور نہیں ہوسکتا......'' یہ کہہ کر وہ ہونٹ کاٹنے لگی۔ تب دانیال اُسے تلاش کرتا ہوا وہیں آ گیا...... اُسے یوں اُداس اور اُلجھا اُلجھا سا دیکھ کر بولا۔

''ماہیا آنٹی! کیا ہوا؟''

''کک...... کچھ نہیں ......بس کچھ سوچ رہی تھی۔'' وہ بولی۔

''کیا......؟''

''کچھ نہیں۔ بس آپ جیسا چاہتے ہو ویسا کرو۔'' اس نے اسے اپنے قریب صوفے پر بٹھاتے ہوئے کہا۔

''کیا مطلب......؟''

''آپ بابا کے پاس رہنا چاہتے ہو تو خوشی سے رہو، میں ناراض نہیں ہوں۔''

''ماہیا آنٹی! لیکن اب بابا ایسا چاہتے ہیں۔ میں انہیں تنہا چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا پر......''

''پر کچھ نہیں، بس تم نہیں جاؤ گے۔ یہاں بابا کے پاس رہو گے اور پھر آپ کی مما بھی تو یہاں ہیں ...... دیکھو کیسے تصویر میں تمہیں گلے لگا رکھا ہے۔'' اس نے پیار سے اس کے گھنے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا۔

''لیکن یہاں آپ بھی تو نہیں ہوں گی۔'' دانیال کا اس کے لئے گلا رُندھ گیا۔

''کوئی بات نہیں، آپ اور آپ کے بابا تو خوش رہیں گے۔'' وہ بولی۔

''اُوں ہنہ، ہرگز نہیں۔ ہم دونوں ہی آپ کے بنا، ناخوش رہیں گے۔'' اس نے

جلدی سے کہا تو وہ مغموم سی اٹھ کھڑی ہوئی۔ کچھ بھی اس وقت اختیار میں نہیں تھا۔

''بس تم یہیں رہو، میں جا رہی ہوں۔'' وہ دل پر پتھر رکھ کر وہاں سے تیز قدموں سے نکل آئی۔ لیکن دل معصوم سے دانیال کے وجود سے لپٹ کر وہیں رہ گیا...... اُسے ایسا لگنے لگا کہ دل ٹکڑوں میں بٹ گیا ہے۔ ایک دم ہی محبت کے سوتے پھوٹ بہے۔ دور نکل کر پلٹی، کافی دیر دیکھتی رہی پھر تیز قدموں سے آ گئی۔ مگر پیچھے سے احسن رضا کی آواز پر پلٹ کر دیکھا تو وہ تیز قدموں سے چل کر اس کے قریب آ گئے۔ اس نے نم آلود نظریں چرانے کی کوشش کی۔

''دانیال کو نہیں لے جانا چاہتیں؟'' انہوں نے پوچھا۔

''جی...... جی ہاں۔''

''لیکن کیوں؟''

''دانیال کو آپ کے پاس ......میرا مطلب ہے اپنے بابا کے پاس رہنا چاہیئے۔'' اس نے گردن موڑ کر جواب دیا۔

''اور آپ کس کے لئے جا رہی ہو؟'' انہوں نے پوچھا۔

''اپنے لئے ......صرف اپنے لئے۔'' یہ کہہ کر وہ ایک قدم آگے بڑھی تو وہ بولے۔ ''تو دیر کیوں کر رہی ہو......؟'' انہوں نے عجیب سے انداز میں کہا تو وہ چونک کر انہیں دیکھنے لگی۔

''میرا مطلب ہے، جانا ہے تو جاؤ۔ فلائٹ مس ہو جائے گی۔''

''مشورے کا شکریہ۔'' وہ جھٹکے سے کہہ کر آگے بڑھ گئی تو انہوں نے پھر پکارا۔

''سنو، رُکو......''

''جی......''

''ٹھیک ہے، جاؤ...... اپنا خیال رکھنا......'' وہ اُداسی سے کہہ کر مڑے۔

''بہت شکریہ...... آپ دانیال کا خیال رکھئے گا۔'' وہ رخ موڑے موڑے دل گرفتہ سی بولی۔ اُن کے سرد رویے کی قطعاً اُمید نہیں تھی۔

''میں ان تمام رشتوں کا خیال رکھوں گا جو تم چھوڑ کے جا رہی ہو۔'' انہوں نے مختصراً کہا۔

"اور جو رشتے بھول گئے تھے آپ، انہیں بھی یاد رکھیے گا۔" اُس نے دُکھی ہو کر کہا۔

"فلائٹ مس ہو جائے گی۔ دیر نہ کرو......" وہ سنجیدگی سے بولے اور اس سے آگے چل دیئے۔ وہ ٹی وی لاؤنج میں داخل ہو گئے جبکہ وہ دُکھی نظروں سے ان کو جاتا دیکھتی رہی۔ پھر اس لاپرواہی اور لاتعلقی کے اظہار پر وہ غم و غصے سے پھوٹ پھوٹ کے رو دی۔ اس کا خود پر بس نہیں چل رہا تھا...... احسن بھائی سے یہ اُمید نہیں تھی۔ انہوں نے بھول کر بھی نہیں روکا۔ حالانکہ اس وقت دل کو اس کی انتہائی قوی امید تھی۔ اب تو جانا ہی تھا...... بے بسی سے روتے ہوئے اندر داخل ہوئی تو ٹی وی لاؤنج میں اماں، نازش، احمد بھائی، بوا اور احسن رضا نے اسے حیرت سے دیکھا...... رونے سے اس کا چہرہ سرخ تھا، آنکھوں میں لال ڈورے بن گئے تھے۔ وہ دوڑ کر اماں کے بازوؤں میں سما گئی۔

"میرا سامان گاڑی میں رکھواؤ، مجھے جانا ہے، آپ سب مجھے بھیجنا چاہتے ہو۔" وہ معصوم بچوں کی طرح بین کر کے روتے ہوئے بولی تو سب کو جھٹکا سا لگا۔

"ہائیں......" بیک وقت احسن رضا کے علاوہ سب کے منہ سے نکلا۔

"کیا کہا، ہم سب بھیجنا چاہتے ہیں......؟" اماں نے سوالیہ انداز میں پوچھا تو وہ چلّانے لگی۔

"ہاں...... ورنہ کیوں جانے کو کہتے۔ سب یہی کہہ رہے ہیں، جلدی کرو، دیر ہو رہی ہے۔ اور احسن بھائی تو بضد ہیں کہ میں ضرور جاؤں۔" وہ پھر اماں کے سینے پر سر رکھ کر ان کے بازوؤں میں منہ دے کر رونے لگی...... تب سب نے تعجب سے احسن رضا کو دیکھا، وہ گڑبڑا سے گئے۔

"کیوں احسن میاں! میری ماہیا کو کیوں بھیجنا چاہتے ہو؟" اماں نے مصنوعی خفگی سے ان سے پوچھا تو وہ بولے۔

"چچی اماں! میری ایسی مجال کہاں؟"

"ارے میرے بچے! اماں کے جگر گوشے! ہم میں سے کوئی تمہیں بھیجنا نہیں چاہتا۔" اماں نے اُسے اتنی شدت سے بانہوں میں لے کر ماتھا چوما کہ وہ اور شدت سے رونے لگی۔

"میرے جانے سے کسی پر کوئی فرق نہیں پڑتا، مجھے کوئی روکنے والا نہیں۔" وہ روتے روتے بولی۔ دل مچل رہا تھا، انا آڑے آ رہی تھی اس لئے ڈھال ڈھال کر کہہ رہی تھی۔

"مثلاً...... کس پر فرق پڑے اور کون روکے؟" نازش نے شرارت سے پوچھا۔

"احسن بھائی نے بالکل نہیں روکا۔" اس نے منہ بسورا تو سب نے حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ احسن جزبز ہو کر نظریں چرا گئے۔

"ارے احسن بھائی! ہماری گڑیا سی ماہیا کو آپ نے نہیں روکا......" نازش نے آنکھ دبا کر پوچھا۔

"نہ روکنے کا حق ہے اور نہ اختیار......" وہ جلدی سے بولے تو نازش گلے پڑ گئی۔

"کمال کرتے ہیں آپ احسن بھائی! میری بہن آپ کے نام پر تھر تھر کانپتی ہے۔" اُن کے جواب سے پہلے ہی ماہیا نے بہن کو گھورا۔

"ارے تم چھوڑو احسن میاں کو۔ اماں جو روک رہی ہیں۔" اماں نے دُلار سے کہا۔

"چلیں احسن بھائی! آپ بھی روکیں۔" احمد بھائی نے ٹکڑا لگایا۔

مگر عین اسی لمحے دانیال وہیں آ گیا اور حیرت سے بولا۔

"اوہو، ماہیا آنٹی کی فلائٹ مس ہو گئی ہے اس لئے رو رہی ہیں۔"

"آپ کی ماہیا آنٹی نے خود فلائٹ مس کر دی ہے۔ اب آپ انہیں ناشتہ کرائیں۔" احسن رضا دھیرے سے کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے تو دانیال بولا۔

"بابا! اور آپ؟"

"احسن میاں! تم بھی ہمارے ساتھ ناشتہ کرو نا۔" اماں نے روکا۔

"احسن میاں! ناشتہ تیار ہے۔ کر کے جانا۔" بوا یہ کہہ کر کچن کی طرف چلی گئیں۔

"چچی اماں! ماہیا کے جانے کے غم میں، میں رات بھر سو نہیں سکا۔ اب سکون سے سونا چاہتا ہوں۔" احسن رضا نے اچٹتی سی نگاہ اس پر ڈال کر دھیرے سے کہا تو نازش نے نعرہ بلند کر دیا۔

"اوہو! تو یہ معاملہ ہے۔ ہم کتنے گھامڑ ہیں، اب سمجھ میں آیا۔" نازش کے اس نعرے پر احسن رضا دائیں بائیں دیکھنے لگے جبکہ باقی سب مسکرا دیئے۔

''تم نے کیوں نعرے بازی شروع کر دی۔ میری بچی نے جانے کا ارادہ ترک کر دیا، یہی بڑی بات ہے۔'' اماں نے نازش کو لتاڑا اور لاڈ سے ماہیا کی بلائیں لینے لگی۔

''اماں جان! یہ تو پوچھیں آپ کی لاڈلی نے کس کے کہنے پر ارادہ بدلا، کس نے روکا؟'' نازش شرارت سے باز نہ آئی۔

''نازش آنٹی! یہ میں بتا سکتا ہوں۔'' دانیال نے گردن اکڑا کر اپنی اہمیت جتائی۔

''اوہنہ، ہوں!'' احسن رضا نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا مگر وہ کہاں چپ رہنے والا تھا...... خوشی سے پھولے نہیں سما رہا تھا...... گلاب کی طرح چہرہ کھل اٹھا تھا...... ورنہ کچھ دیر پہلے تک بجھا بجھا سا تھا...... یہ دیکھ کر ماہیا دل ہی دل میں خوش تھی۔

''بابا! آپ جا کر آرام کریں نا۔'' اس نے احسن رضا سے کہا۔

''تاکہ آپ کچھ بھی ارشاد فرمائیں۔'' انہوں نے اس کا کان پکڑا۔

''بابا! یہ جھوٹ تو نہیں ہے۔ آپ نے مجھے اور ماہیا آنٹی کو روکا ہے۔ کیونکہ آپ ہم دونوں سے بہت محبت کرتے ہیں۔'' وہ بھولا بن کر معصومیت سے اصل بات کہہ گیا۔ احسن رضا پریشان ہو کر فوراً وہاں سے کھسک گئے اور نازش نے دانیال کے سر پر چپت لگا کر گال چوم لئے...... اماں نے اسے بھی سینے سے لگا لیا اور دُعا دی۔

''جیتے رہو...... خوش رہو......''

''میں بہت خوش ہوں۔ اب بابا اور ماہیا آنٹی میرے ساتھ رہیں گے۔'' وہ شادمانی سے جھوم کر بولا۔ اس کی بات سن کر سب کے چہروں پر خوشی جگمگانے لگی اور آنکھوں میں ستارے چمکنے لگے۔ گویا سب کے سب اس خوشگوار تبدیلی کے منتظر تھے...... اور یہ تبدیلی صرف دانیال کی وجہ سے آئی تھی...... وہ ماہیا اور احسن رضا کے بیچ مضبوط پُل بن گیا تھا۔ نفرتوں کی دُھند کے پیچھے چھپی محبت کی قوس قزح اسی نے دکھائی تھی...... ماہیا نے یہ سوچ کر دانیال کو گلے سے لگا لیا۔

(ختم شد)